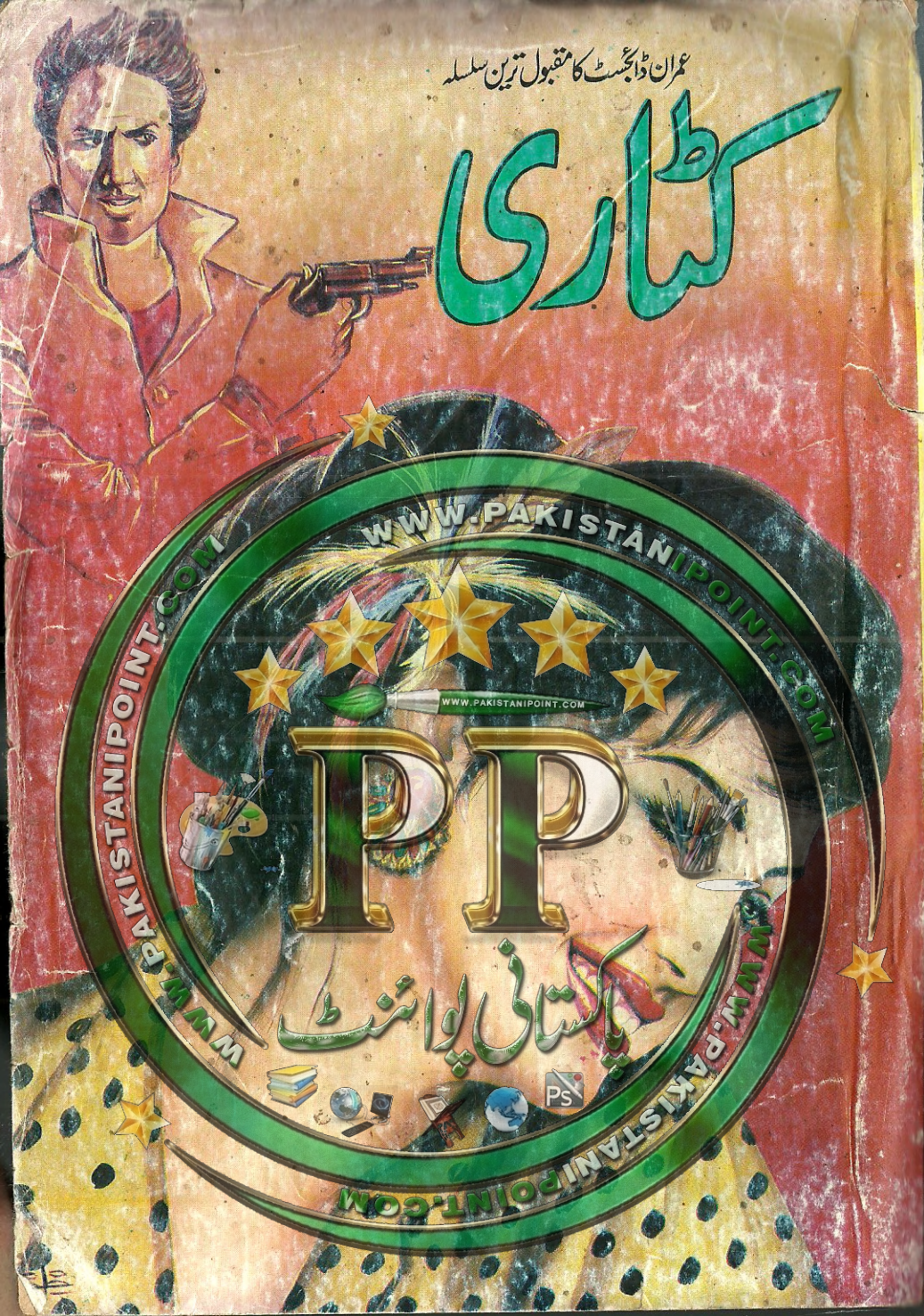


عمران ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

کٹاری



عمران ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

گٹاری

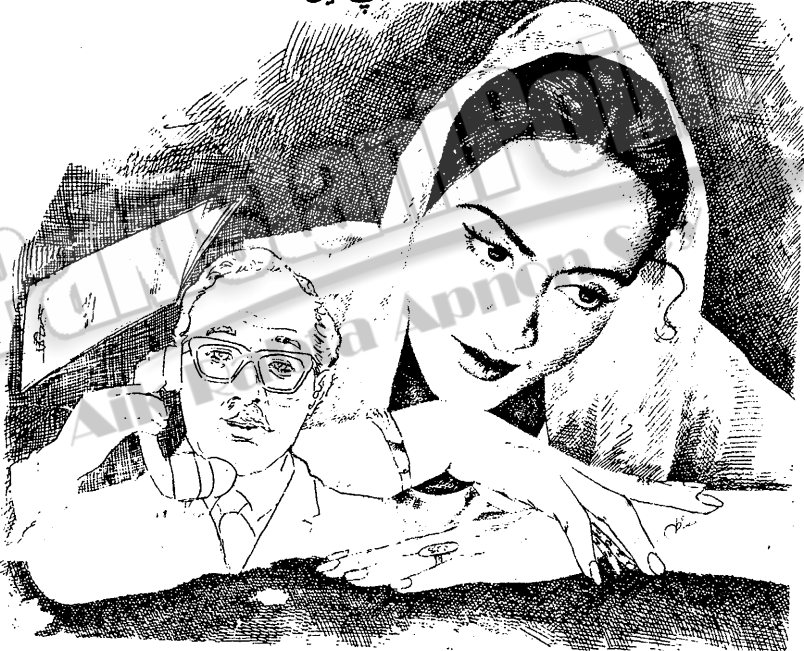
ہیت گل

مسبہ عمران ڈائجسٹ

— ۳۷ — آرکو بازار - کراچی —

ایسی آپ بیٹی آپ نے پہلے نہ پڑھی ہوگی

آدم کی طلب بے وجہ توفہ تھی۔
 کی داستان عبرت... جس کے ناوا بھی کٹاری تھا اور
 وجود زن سے ہے تصویر کہ منات میں رنگ ... قتلوار کی کھٹا بھی جس کے سامنے بے اثر تھی دودھاری
 نگ جن میں سرخ رنگ نمایاں ہے ایک ایسی ... کٹاری... تیکھے کپیلے، نوکیلے اور دھوکوگرہا دینے
 رنج و شنگ اور انگ انگ بھری جوان عورت والے واقعات سے سبھی ایک عورت کی سنسنی خیز
 آپ بیٹی۔



جوئی کی چمپلائی دھوپ کے لاتعداد قفسے کہنا
 ہیں مجاور سے ہیں چیل اندھا سمیڑو تپتی ہے برہن کاٹے
 پڑ جاتے ہیں اور نہ جانے کیا کیا، جتنے منہ اتنی باتیں بگڑ میرا
 پورا آٹھریڑ کنڈیش ٹپنے اور جب سے پہلی کا حکم پانڈے جی کے
 پاس آیا ہے میرے گھر کی روشنی بھی نہیں بچی، دن ہویات
 ایئر کنڈیشنر چلتے رہتے ہیں اور ایئر کنڈیشننگ کا یہ نظام
 جو ہم لعل نے بنوایا ہے جنہوں نے دنیا کے تین ممالک میں
 ایئر کنڈیشننگ کے سلسلے میں تعلیم حاصل کی تھی، اور
 اپنی تمام تر ذہانت اس گھر کی ایئر کنڈیشننگ پر صرف کردی
 تھی کیوں کہ ان کے خیال میں وہ صرف میرے لئے پیدا



ہوئے تھے اور ان کے لیے میرے گھر سے زیادہ قیمتی اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ سو انہوں نے اپنی تمام مہارت میرے گھری پر صرف کر دی تھی مگر میں نے اس سلسلے میں ان کا کوئی مالی احسان قبول نہیں کیا اور زبردستی انہیں وہ رقم ادا کی جو اس کا پر صرف ہوئی تھی لیکن یہ بات تو کوئی معمولی آدمی بھی — تاکہ ان کا لاکھوں روپے کا یہ سامان ہزاروں روپے میں نہیں آسکتا۔ اور بیچارے جو ہر جی تھکے ہزاروں روپے وصول کر کے لاکھوں روپے اپنے پاس سے خرچ کرتے رہے ہیں مگر میرے تعلق حاصل کر سکیں اور میں نے انہیں نراش نہ کیا کبھی باران کے لیے کھانے کا وقت نکال لیا اور ان کے ساتھ دیر سے کھانا کھا یا کبھی بار اپنے ضروری پروگرام صرف ان کے لیے ملتوی کیے اس سے زیادہ پیار کا اظہار اور کیا کر سکتی تھی ہاں جب انہوں نے دل کی بات زبان سے ادا کی تو میں زار و قطار رو پڑی۔ میں نے انہیں اپنے بچپن کے پیار کی کہانی سنائی جس کا تعلق باپ کے گھر سے تھا۔ مگر کچھ عرصے کے بعد میں کر جان بڑھا تھا۔ اور عالم جوانی میں کینسر کا شکار ہو کر مر گیا تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی مرتی تھی۔ اب تو ایک بے جان لاش تھی جو جینے کے نام پر تھک چکی۔ میں اپنے سو رنگا رنگ پریمی سے غلامی کیسے کر سکتی تھی؟ اب چہرہ لعل جی کو لوگوں پر گئے یعنی سوئیٹر لٹا دیتے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر مجھے نہ پاسکے تو ملک سے باہر چلے جائیں گے۔ اور میں نے زبردست سفارشوں کے ساتھ انہیں سو رنگا رنگ کر دیا۔ سوئیٹر لٹا دینے کو زمین کی جست ہی تو کہا جاتا ہے۔ جو کہانی جی کا تھا۔ اور بات جو ہر لعل تک آگئی مگر باہر نہ جی کا بھی تو ذکر نہ تھا۔ بلکہ جون کی اس بچہ لاتی دوپہر کی بات تھی جب

میں اپنے قیمتی بیڈروم میں آرام کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ لوگ دن میں کیسے سو جاتے ہیں مجھے تو کبھی آج تک سنسان دوپہروں میں نیند نہیں آئی تھی۔ باہر چل ابلے چھوڑی ہو یا ہر آن کا لے ہو رہے ہوں۔ میرے بیڈروم کی تختی تو لکھا دینے والی تھی میں اپنی قیمتی مہری پر انکوائیاں تو ڈھری تھی کہ بیڈروم کے دروازے میں ایک ٹیکہ نہ لگایا ہوگی یہ کیکر کھڑکی اور چوڑی ہوئی اور اب میں اردن شرم کا چہرہ نمودار ہوئی۔ اظہار قہقیرے آنکھیں بند کر کے بے سادہ ہونا پڑا۔ اظہار میں سالہا اردن شرم کو اتنا حق تو تھا کہ وہ ایسی ایٹھن پیدا کرنے والی دوپہروں میں چورس

کی طرح میرے بیڈروم میں جھانک لے۔ انسان کو جینے کے لیے کچھ نہ کچھ تو درکار ہوتا ہے۔ میرے بدن پر اس وقت بھی قرآن کے شانسیری اسٹورز کی انٹنی تھی جو ہنوبر دیکھنے سے ہی نظر آتی تھی۔ اس ناٹنی کے کمالات اطمینان سے آپ کو بتاؤں گی ورنہ اس تذکرے پر آتی تو اردن شرم میرے ذہن سے نکل جائے گا کچھ ساڑھے پانچ ماہ سے میرا پرسنل سیکریٹری ہے اس سے پہلے جاوید خان میرا سیکریٹری تھا اس سے بھی پہلے ونود گار میرا سیکریٹری تھا۔ میرے سیکریٹریوں میں بہت سی خوبیاں ضروری ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کی عمر جو مجھ سے اور اوڑھنے سے نیچے ہو رنگ سرخ و سفید ہو۔ قد بائیس فٹ دس انچ سے کم نہ ہو۔ سینے اور کمر کا تناسب بھی معیار کی ہوتا ہے۔ اور میں اس معیار کو کبھی نظر انداز نہیں کرتی کوئی اضافی خوبی قابل ترجیح ہوتی تھی۔ مثلاً خساروں کے لئے آنکھوں کی منفرد رنگت یا مسکراہٹوں کی دلکش دیکھ لوگ اپنے دلوں میں اپنی زمانوں پر میرے ان سیکریٹریوں کے بارے میں نہ جانے کیا کیا کہانیاں لکھتے ہیں لیکن لوگ بات اگر اردن شرم کی اس وقت کی تھی اور اس سے تعلق کہانی کی نہ ہوتی تو میں آپ کو تو کوئی کے بارے میں جاننے کی بات ضرورتاً ہی ہوتی۔ دراصل جو بیس سال کی عورت ایک ذہن کا ہوتا ہے۔ اور ہر خوبصورت چیز سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد صحیح پرکھ پیدا ہوتی ہے۔ اور دیکھنی کا معیار بن جاتا ہے تیس سال کے بعد حاصل ہونے والی چیزوں کے لیے معیار کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے دو تہائی حصہ بھنگی اور چوٹوں کا میونسپلے۔ اور اس عالم میں تڑپے اور پڑپانے کا بیج لطف آتا ہے۔ خیرہ باتیں تو ہوں ہیں کی میں اردن شرم کی بات کر رہی تھی۔ دروازے کی دروازے اس کا چہرہ جھانکتا رہا۔ باہر کی چٹا چٹندوں کے بعد اندر کے اندھیرے سے مانوس ہونے میں کچھ وقت لگا اور جب اس کی آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہو گئیں تو اسے یہ چند خطبات یاد آئے کہ اقسیم ہوا اور وہ تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔

نیک چڑھے اور رخ و مالدکان نما زمین کے لیے چڑھ قائم کر دیتے ہیں۔ باہر کے لوگوں کا مسئلہ دوسرا ہوتا ہے لیکن اندر کے لوگ اندر کی باتوں سے لاپرواہ نہیں ہوتے ان کے اندر اجمینیت رہتی ہے میں اس کی قائل نہیں ہوں

خاص طور سے نوجوان اور نوجوان ملازم جنہوں نے زندگی میں کچھ نہیں دیکھا ہوتا۔ اگر میرے پیڑروں میں مجھے دیکھ لیں تو خوشی قیامت اُٹھائے۔ تم اگر مردوں کی حد تک یہ بات معیوب نہیں سمجھتی۔ اور میں نے کبھی انہیں اس بات پر نہیں ٹوکا تھا۔ مجھے ان کے چہرے اور پیارے ہونٹ بڑے دلکش لگتے ہیں۔

بتا نہیں باہر کی گرمی کی شدت تھی یا اندر کی گرمی کی کہ قراسی دریں اردن شرم کا چہرہ پسینہ پسینہ ہو گیا وہ موزوں کی کام سے آ رہا تھا لیکن فرائض کے سبب پیری اسٹونز کی یہ بات بھی جو اس جذبہ کرنے میں پناہی نہیں رکھتی، آنکھوں کے غیر محسوس جھروکوں سے میں اردن شرم کی کیفیت کا جائزہ لیتی رہی اور وہ میرا جائزہ لیتا رہا۔ پھر چرووں کی طرح واپس پلٹا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ شاید اس کا ٹوک پورا ہو گیا تھا۔ میں جانتی تھی کہ اب وہ دروازے پر دستک دے گا۔ اور دھڑلے پر دستک ہونی۔

”کون ہے آ جاؤ۔“ میں نے کہا۔ اور اردن جھمکتا ہوا اندر آ گیا۔ اس کا چہرہ جھیک مائیک رہا تھا کہ اب کیا کرے۔

”کیا بات ہے اردن؟“
”جی وہ۔ دیوی جی۔ گلزاری لعل جی آئے ہیں۔“
”کون۔؟“

”سیٹھ مند لعل گلزاری۔“
”اوہ یہ وقت کس کس نے کا ہے، اردن۔ بات نہ منع نہیں کرو یا یہ میں نے رخصت بل کر کہا۔ اور اردن

کی چورنگا میں اسی بدرے ہوئے زادی کا جائزہ لینے لگیں لیکن اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔ بھلی آنکھیں وہ مجرم نہیں کر سکتا تھا۔ علائکہ بے وقوف شخص جاننا تھا کہ میری آنکھیں تبدیل کب ہوتی ہیں۔

”جی وہ آپ کی لیسٹ پر ہیں، اردن نے جواب دیا۔“
”گلزاری گلزاری۔ اوہ وہ بالکل اٹل والے؟“
”جی وہی۔“

”اچھا اچھا۔ آگے بٹھیک ہے۔ میں پہنچ رہی ہوں۔“
میں نے جواب دیا اور اردن باہر نکلا۔ میں گردن جھٹک کر اٹھ کھڑی تھی۔ شکاری کو ہمیشہ مستعد رہنا چاہیے ورنہ شکار کبھی ہاتھ نہیں لگتا۔ اس کے لیے وقت تو توج

دستور کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ میں نے اس وقت بھی تساہل نہ کرتا۔ اس نامی پاک گون پہن لیا اور بس نہ بالوں کو شوار لہڑا نکھیں۔ دھوئیں کا مایاب انسان وہی ہے جو اپنے تمام ہتھیاروں سے واقف ہو۔ بعض اوقات آگ وراسی کو شش کامیابی بن جاتی ہے۔ اس عالم میں غلی کے سلیپر سپین میں نڈرائنگ روم میں داخل ہو گئی۔

”گلزاری لعل جی کچھ پریشان سے بیٹھے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ دونوں ہاتھ جوڑے اور پھر میرے اشارے پر بیٹھ گئے۔

”معافی چاہتا ہوں دیوی جی۔ مجھے اس وقت نہیں آنا چاہیے تھا۔ لیکن پریشانی میں اپنے ہی یاد آتے ہیں۔“
”کوئی بات نہیں گلزاری جی۔ آپ نے بہت اچھا کیا آگے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
”آپ سو رہی تھیں شاید۔“

”دوستوں کے لیے میں ہمیشہ جاگتی رہتی ہوں۔“
میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میری گہری نگاہیں سیٹھ جی کا جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ موزوں کی پریشانی میں تھے۔ اس لیے پھر بورد نظروں سے مجھے نہیں دیکھ رہے تھے۔ ایسے سیٹھ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پہلے وہ سیٹھ ہوتے ہیں بعد میں مردہ مردی ان کے لیے بے کار ہوتی ہے۔ اگر دولت خطر سے میں ہو چنا پڑوہ اس وقت مکھی سیٹھ تھے۔

ملازم نے شربت کا جگ لاکر رکھ دیا۔ اور میں نے سیٹھ صاحب کو صندل کا شربت پیش کیا۔ ”شام کو

ان سے ملاقات ہو رہی ہے اسی لیے پریشان ہوں۔“
”ایک گلاس اور دیں۔“ میں نے جگ سے سیٹھ صاحب کا گلاس بھرتے ہوئے کہا۔

”شکر دیوی جی۔“ سیٹھ صاحب دوسرا گلاس بھی چڑھا گئے۔
”اب آپ کو ان کا نام بھی یاد آ گیا ہو گا جن سے آج شام کو ملاقات ہو رہی ہے۔“ میں نے کہا۔

”اے سیٹھ صاحب کا منہ حیرت سے کھل گیا، پھر وہ بولے آگے اوہ۔ ہاں۔ میں بھی گڑوہ میں ہیں خاموشی سے ان کا چہرہ دیکھتی رہی۔“ میں کرپان سنگھ جی

کی بات کر رہا تھا۔

”ایک گلاس اولیں سیٹھ صاحب۔“
”ارے نہیں نہیں۔“ سننے انکم ٹیکس کشمڑ ہیں وہ آپ نے ان کا نام نہیں سنا؟“
”نہیں سنا تو سن لیں گے۔“

”میری بدھیا بٹھا دی ہے بھلے مانس نے۔ ماش کا آٹا ہے۔“ ایٹھٹھا ہی چلا جا رہا ہے۔“
”وقفہ کیا ہے۔“

”اب دیکھو نا دیوی جی ہمسار کے کام ایک دوسرے سے جلتے ہیں۔ یہ سردار جی سمجھے ہیں کہ... پتا نہیں کم ٹیکس کشمڑ کیسے بن گئے؟“

”ایسے ہی رہے ہوں گے ہو سکتا ہے آپ نے ان کی گہرائیوں میں نہ جھانکا ہو۔“
”ذہن کھلے تو جھانکوں۔ انہوں نے تو لا لگا رکھا ہے۔ جی کہہ رہی ہیں۔“ گلزاری لعل سب سے

سے بولے۔
”کہنا چاہتے ہیں؟“
”نوٹس ل کے کھاتے مانگ رہے ہیں۔ اسے رام رام۔ نو سال کے کھاتے (ارے اتنے پرانے کھاتے تو ہم نے خود اب تک نہیں دیکھے۔ انہیں کہاں سے دیں گے؟“

”آپ کو گرمی نہیں لگ رہی؟“ میں نے کہا۔
”اے۔“ گلزاری جی پھر جوڑنے۔
”شام کو کہاں مل رہے ہیں وہ؟“

”وہ نہیں مل رہے ہیں بل رہا ہوں ان سے وہ تو کہتے ہیں دفتر کے کام دفتر میں ہی ہوتے ہیں۔“

”پتے سردار محوم ہوئے ہیں۔“ گلزاری جی بیڑے لیے کیا خدمت ہے؟“ میں نے پوچھا اور گلزاری جی نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

”منتش دیوی جی چڑوں میں کیوں جاتا ہے دیوی؟“
”بھیٹ چڑھائے۔“ میں نے پھٹ سے جواب دیا۔

”اے۔ ہاں ہاں کیوں نہیں اور اپنے من کی بات کہنے بھی تو جا رہے تو مگر لوگ اسے ہی اپنا مندر سمجھتے ہیں اسی سے مانگتے ہیں اور اپنے مندر منظور جاتے ہیں۔“

گلزاری لعل خوشامدازہ لہجے میں بولے۔

”دیویوں کے ساتھ دلچسپی ہونے میں، سارے کام ایک دوسرے سے جلتے ہیں۔ گلزاری جی یہ معاملہ تھوڑا پر جینیل ہی ٹھیک ہوتا ہے۔“

”سوال ہے۔“ گلزاری لعل ٹھیکس نکال کر بولے۔
”تو پھر مجھے کیا کرنا ہے؟“
”کچھ کریں دیوی! اس سردار کرپان سنگھ کے لیے۔ وہ کرپان ہے تو آپ کرپاری۔ دو دھاری۔ آپ کی کاٹ کا مقابلہ کیا کر سکتے گا وہ؟“

”اس کے بدلے آپ کیا کریں گے۔ گلزاری جی؟“
”وہ تو پوچھنا ہے آپ سے؟“
”ارے رسک لعل چوریسے سے نہیں ملے آپ۔؟“

میں نے چونک کر کہا۔
”کیوں۔ اس سے کیوں؟“
”یہی تو می ہے آپ میں گلزاری جی۔ کروڑوں کا بزنس کرتے ہیں اور کام کے لوگوں کو نہیں جانتے۔“

”مگر رسک لعل چوریسے میرے کس کام آئے گا؟“
”آ سکتا ہے۔ فیائن منٹ اس کے سسرالی رشتے دار میں اور کچھ نئے رشتے بھی ہو رہے ہیں۔ ان کے درمیان رسک لعل کی کام کروا سکتا ہے۔“

”نہیں کرانے گا۔“ گلزاری جی بولے۔
”کیوں؟“
”میرے اس سے تعلقات اچھے نہیں ہیں۔“

”میرے ہیں۔ آخر اب وہ باکلا پل والی زمین اسے کیوں نہیں دے دیتے؟“
”وہ بڑی قیمتی جاگہ ہے۔“

”حساب لگا لیں تو مال کے کھاتوں میں جو گڑ بڑ ہے وہ زیادہ ہے یا اس زمین کی قیمت؟“

”اس کے لیے کام چلائیں دیوی اس مندر سے کچھ تو ملے۔“ گلزاری لعل نے کہا۔

”رسک لعل نے اس مندر میں آکر وہ زمین مانگی ہے اب بتائیے کیا کرنا ہے اس مندر سے؟“

”ان کا حساب بدلیں دیکھ لیں گے پہلے آپ میری یہ مشکل تو حل کریں۔ یہ کام آپ کے علاوہ اور کون کر سکتا ہے۔“

”مشکل تو یہی ہے گلزاری لعل جی، بعد کے کام بھی نہیں ہوتے۔ کربان سگھ میرے لیے اجنبی ہیں اور ان سے تعارف بہر حال مشکل کام ہے لیکن اس مشکل کا حل درپٹے کیا جاسکتا ہے۔ آپ کو زمین کا فیصلہ کرنا ہوگا۔“

”وہ زمین کچھ دنوں کے بعد کروڑوں کی ہو جائے گی۔“

گلزاری لعل منخوم پیچے میں بولے۔

”مجھے نیند آرہی ہے گلزاری گی“

”اے نہیں دیوٹی جی۔ آپ سو گئیں تو ہم مر جائیں گے۔ آپ کے علاوہ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔“

”تو پھر آپ مجھے جگانے والی باتیں بھی تو نہیں کر رہے اب دیکھیے ناسوشل ورک کتنا مشکل کام ہوتا ہے۔ لیسا ایک زندہ دنیا دو۔ مجھے آپ سے کچھ نہیں لینا۔ ان سے۔ وقت برباد کروں گی دعویتیں کروں گی تب کہیں آپ کا کام ہوگا۔ میں بلاوجہ پیسی ہوں۔“

”مجھے کیا کرنا ہوگا؟“ گلزاری لعل رنڈھے ہوئے پیچے میں بولا۔

”زمین صرف زمین۔“

”مگر رسک لعل کے سامنے میری بیٹی ہو جائے گی“

”میری زندگی میں؟“

”میں سمجھا نہیں۔“

”آپ کا خیال ہے میں آپ کی بے عزتی ہونے دوں گی؟“

”تو نیچہ کیا کرو گی؟“

”آپ وہ زمین رسک لعل کے ماتحتون بیچنا نہیں چاہتے؟“

”بہرگز نہیں۔ میں نے اسے صاف منہ کر دیا تھا۔“

”تو پھر میرے ہاتھ نیچ دیں۔“

”آپ کے ہاتھ؟“

”ہاں ساتھ لاکھ روپے بڑے ہوئے ہیں میرے پاس۔ میرے خیال میں کم نہیں ہیں؟“

”اے اے مر جاؤں گا ساتھ لاکھ پڑیٹھ کروڑ روپے تو تین سال پہلے تھے اس کے۔“ گلزاری لعل نے کہا اور میں نے ملازم کو بلانے کے لیے کھٹی بجا دی ملازم فوراً اندر آیا تھا۔

”بہترن اٹھا اور تمہیں خود تمیز نہیں! میں لےنے

اسے ڈانٹتے ہوئے کہا اور بے چارہ ملازم برتن سینٹے لگا۔ وہ چلا گیا تو سینٹے جی بولے۔

”ٹھیک ہے۔ آپ کی بھیمنٹ وہ زمین!“

”بھی فیصلہ درست ہے۔ کل کا غذا تیار کر دوں میں اپنے دیل کو بھیج دوں گی۔“

”اور آج کیا کروں؟“ گلزاری لعل بے بسی سے بولے۔

”دھرم بیتی اور بچوں کو لے کر سسرال چلے جائیں وہ بھی خوش ہو جائے گی بے چاری۔“

”بھارت میں کئی دھرم پتی اور بچے کربان سنگھ کا کیا ہوگا؟“

”آپ نے یہ کیس مجھے دیر یا۔ بس آپ شانت بھائیے ہاں کچھ وقت ضرور لگ جائے گا اور ایسے بھی تو لوکل کے کھاتے ایک دن میں تو نہیں پش کیے جاسکتے۔“

”کوئی نوٹس ہو تو؟“

”میرے پاس بھلا دیکھیے۔“

”چلتا ہوں۔“ گلزاری لعل نے دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے کہا اور میں انہیں باہر تک چھوڑنے آئی۔ لیکن صدر دروازے کے اندر اندر۔ باہر چیلوں کے اندرے کر رہے تھے۔

”دن رات اندھیرا اجالا، کالا سفید، سامنے پیچھے دو رخ صرف دو رخ باقی۔“

”م رخ بے مقصد ہوتے ہیں۔ انسان اور اس کی زندگی کا تعلق صرف انہیں دو رخوں سے ہے۔ میرا دو رخ اس پیش قدمی کے لیے۔ لوگ میرے شناسا، میرے محسن اور میرے سب کچھ مجھے کوشل کمار کی نام سے جانتے ہیں میرے سامنے مجھے دیوٹی جی کہا جاتا ہے اور پیچھے کٹاری دو دو دھاری، سنہری ناخن، ویش کیا اور نہ جانے کیا کیا کہا جاتا ہے۔ میری یہ خوبصورت کوٹھی سین وسیع و عریض ہے اور اس میں انسان کی ہر خواہش کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ خوبصورت بیٹی گھر، حسین سونگ پول، اعلیٰ پائے کا شراب خانہ اور ہر وہ شے جو ہوتی ہے۔ پورے ملک میں میری لالچہ اور جائیدادیں ہیں اور بہت کچھ میرے پاس۔ میں نے اپنی شخصیت کئی حصوں میں تقسیم کی ہے۔ اور مجھے بہت سے روپ ہیں جانا جاتا ہے۔

تفصیل چند الفاظ میں کچھ نہیں ممکن نہیں۔ آگے سب کچھ سامنے آجائے گا۔ جن لوگوں کے درمیان میں زندگی بسر کر رہی ہوں ان سے مجھے نفرت ہے۔ صرف نفرت بہت سخت نفرت۔ اتنی نفرت کہ اس کے بغیر نفرت کا تصور ختم ہو جائے میں کسی کی دوست نہیں سب کی دشمن ہوں۔ ہاں میں ان سب کی بدترین دشمن ہوں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں سرخ کلاب ہوں۔ میں یونان کی ساتھی ہوں۔ میں مصر کی کلچر لچر ہوں۔ میرے چہرے پر ایسا لڑکھا حسن ہے میرے رخسار کشمیری کہا جاتی ہیں۔ لیکن میں کہتی ہوں کہ میرے وجود میں سنگتی آگ ہے۔ جو میرے چہرے پر سرخ بن کر جھلکتی ہے۔ ہاں یہ نفرت کی آگ ہے نفرت کی آگ۔ لیکن اس کا یہ مقصد نہیں کہ میں اس دنیا میں کسی سے محبت نہیں کرتی۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میرے دوسرے رخ میں محبت ہے پیار ہے۔ ایسا پیار جو اس نفرت سے میل کھاتا ہے اس کے ہاتھ کا ہے۔ ہاں میں ان دونوں سے الگ رہتی ہوں۔ میری عمر اٹھائیس سال ہے۔ اور میں نے ان میں سے ہر آسانی یا پنج سال گھٹا دیے ہیں۔ یہ پانچ سال میں نے اپنے بدن کی رگ رے میں سمود دیے ہیں لوگ کی مشقیں اور ماہرین صحت کے لاکھوں روپے کے مشورے میرے ساتھ رہتے ہیں۔ اور میں اپنی زندگی کی اہم ترین ضرورتوں میں اپنے محسن کے سوا کسی کو تصور کرتی ہوں۔ مجھے مردوں کی قربت کی کھچھیر سے کچھ بچنے کا وجود سے فریادہ وحشتناک لگتی ہے۔ اس سے زیادہ محسن کما ہی ہوں۔ میں اس ذات سے۔ لیکن ان کی آنکھوں میں سسکتی پیاس مجھے زندگی کا دھس دیتی ہے۔ بہرہ ور کے لیے بلا محسن عمر میرے بھال کے تقار سے چلے ہوئے ہیں اور میں اس کے لیے بے حد فریٹاں دل ہوں۔ بلکہ یہ میری ضرورت ہے میں اس میں خوش رہتی ہوں۔ اگر مجھے سنگتی آنکھوں کی پیاس نہ ملے تو میں مر جھاؤں۔ لیکن مدد و مقرر میں اسی حد کے دائرے میں داخل ہونے والوں کے لیے میں نے جب تو فیق معقول انتظام کر رکھا ہے۔ میرے پاس انجیل فونرس ہے۔ آپ کو یہ نام عجیب لگا ہوگا لیکن بس یہ میری اختراع ہے۔ ایسے اعلیٰ کارکردگی والے لوگ جو ہر شے کو الٹ پلٹ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں کوئی ان کے لیے بے نامک نہیں۔ میں نے اپنے

مقاصد کے مدارج رکھے ہیں۔ اور انجیل فونرس کے رکن میرے ہر مقصد کی تکمیل کرتے ہیں۔ وہ مجھ سے اپنی تحریکیں پاتے ہیں کہ خود بھی ریسوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ہر کمان رخ قسم کے لوگوں کے لینے نے ایک نام تراشا ہے جو ہے مانتھ کھنہ۔ حالانکہ مانتھ کھنہ نام کے کسی انسان کا میرے نام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہر نامی۔ مگر وہ میری زندگی کا پہلا رخ ہے۔ اور اس کی تفصیل طویل ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گی میں یوں سمجھ لیٹن کھنہ ایک خیالی وجود ہے وہ کھنہ کا شکار ہو کر مر گیا تھا اور میں نے اس کے عمر میں اپنے آپ کو بچ دیا تھا۔ یہ کہانی میں ان لوگوں کو سناتی ہوں جن سے مجھے مسلسل تعلقات رکھنے ہیں یہ لوگ جب جذباتی ہوتے ہیں تو میں بھی جذباتی ہوجاتی ہوں اور میرا دل ان کے دھن میں بیٹھ جاتا ہے یعنی میں ان کی ہڈی برائی تو کرتی ہوں لیکن چونکہ میرے ذہنی جذبات ایک ایسے وجود سے وابستہ ہیں جس کا اب اس دہانے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے میں اپنے آپ کو کسی اور کی تحویل میں نہیں دے سکتی۔ اڑا کارا آمد کر رہے ہیں۔ اور جو حق قسم کے جذباتی ہوتے ہیں میرے اس افون کے تعلق سے متاثر ہو جاتے ہیں کچھ بھی بھی ہیں جو اس بات سے بد دل ہو کر مجھ سے نفرت ہوتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو ان تک میری اس بیجائی کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ میری ذات کو اس کے لیے معیار بنا دیتے ہیں کہ میں بائبلار محبوب ہی نہیں بائبلر دوست بھی ہوں۔ ہاں ایسے لوگوں سے میرا کام چل جاتا ہے جو الو انوس ہوتے ہیں لیکن کھنہ سے متاثر نہیں۔ اس سے کہنے کے لوگ ہیں جن میں میں اپنے وجود کے حال میں بھانستی ہوں اور اس کے بعد وہ کافی عرصے تک میرے امیدوار رہتے ہیں۔ بالآخر میں ان سے کوئی رشتہ قائم کر لیتی ہوں۔ ایک نیک اور مخلصانہ اچھی دوست۔ لیکن یہ لیکن ہر شخص کی محبوب نہیں تو ہے کہ وہ بار زندگی۔ اس کا آغاز ہو کر ہوا اور اس کا انجام کیا ہے؟ یہ بہت پہلے اور بہت بعد کی بات ہے میں آپ کو اپنے حال کے مختصر تعارف سے آگاہ کر رہی ہوں، اب اپنے مختصر سامانی کی طرف چلتے ہیں ماضی۔ درحقیقت انسان کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ شرک، ہر کاغذ میں زندگی گزارنے والے اور سونے کا بچہ منہ میں سے کر پھینکا ہونے والے سبھی اپنے ماضی کی ایک کہانی رکھتے ہیں اگر آپ ان

میں سے کسی سے سوال کرتا کہ تمہارا ماضی کیسا تھا؟ تو بقیہ طرہ پرانے کے لباس پر ایک حسرت آمیز مسکراہٹ پھیل جائے گی جس میں یہ لہجہ پوشیدہ ہوگا کہ گزرنے والا کوئی ان کے لیے بہت دکنش اور قیمتی تھا۔ اس سے مفصل صرف یہ نہیں کہ انسان اپنے آپ کو بہلاؤں میں بھٹکا چاہتا ہے بلکہ یہ سچائی ہے کہ گزرنے والے لمحات آنے والے اور موجودہ لمحات سے ہوشیار بہتر ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ گزرنے والے میں اس چورے سے بچے کا تذکرہ ضرور کروں گی جس نے مجھ کو بہت سناپ سے محروم کر دیا تھا اور وہ میرے جی میں جا کر رہنے خیریت نہ کی خواہش ظاہر کرنا تھا۔ لیکن اس کے پاس دولت نہ تھی اور جب اس کے پاس دولت کے انبار لگ گئے تو اس نے اس بچے کو تلاش کیا اور اسے پانے میں ناکام رہا۔ دولت تھی لیکن وہ چھوٹا سا بچہ نہیں کہ ہو کر تھا اور میں بھی اس کے پاس کی تلاش میں سرگرداں ہوں، اپنے بارے میں اگر کوئی فیصلہ ہی تجزیر پیش کروں گی تو کوئی کام نہ جاتا رہے گا چنانچہ میرے مزے سے آگے بڑھتے ہیں۔ آپ کو اگر اس گھر کی تصویر دکھائیں جو ہر طور پر ایک خوش حال گھر تھا تو لفظاً ایک کی بےصاف پر گراں نہیں گزرے گا۔ وہ ایک چھوٹا سا گھر ہے دو منزلہ پتلی منزل میں تین کمرے ہیں اور پری منزل میں دو کمرے اور ایک بڑا سا بیڑا اس گھر میں باندھے لالی ہی رہتے ہیں دل کو جھاتا ہے کہ انہیں اپنا باپ بھرا کر ہی آپ سے منگاف کراؤں، لیکن جلدی کیوں ذہن کے کچھ گوشوں میں ایک نفرت سی ابھرتی ہے۔ ہر طور دشمنوں کے تقدس سے انکار نہیں کھینچ کر رہتے ہی تو اس دنیا کی شناخت ہیں، لیکن بعض رشتے ایسے ہوتے ہیں جو بہت قریب ہونے کے باوجود بہت دور نظر آتے ہیں اور ان سے کوئی لعلق ظاہر کرنا اپنا عجیب لکھا ہے کہ دل اس لعلق کو تسلیم ہی نہیں کرتا نیز چاہیے ان باتوں کو ماننے لال ہی میرے باپ ہی تھے بہت اچھے باپ اور شاہد اس دنیا کے سب سے ستمے باپ۔ ہوا بولوں کہ بوجھوری میں بڑھتے تھے، مانتا تھی مجھیں ہماری ایک بچانے کیوں وہ دل کے کہ پیدا ہوئی تھیں جو دھوکے کھانا ہے، ہر طور انہوں نے باندھے لال سے دھوکا کھایا اور ان کے ہاتھوں کا شکار ہو گئیں۔ ماں باپ کی مرنی کے خلاف شکاری کرلی، اکلوتی بیٹی تھیں ماں باپ بہت سخت ناراض ہوئے لیکن اس شادی کو تسلیم نہ کرنے کے باوجود وہ اپنے دل سے بیٹی کی محبت نہ نکال سکے، اپنی انا کی تشکیں کے لیے وہ اپنی

بیٹی سے ملے تو نہیں لیکن مرنے وقت اپنی ساری جائیداد اس کے نام منتقل کر کے بیٹی کی شادی کو بہت زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اسے ماں باپ کی جدائی کا شکار ہونا پڑا کچھ عرصہ ہی ہو گئی لیکن باندھے لال جی کی خوشی کا شکار نہ بنیں تھا انہوں نے جو لوہا ننگا باندھا وہ ہر وہاں چڑھ کر تنہا درخت بن گیا تھا اور اب خوب پھل دے رہا تھا چنانچہ باندھے لال جی اس درخت کے پھل کھانے لگے۔ نصف کھانے لگے بلکہ دوسروں کو بھی کھانے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ثمرت کھانے والی مہری ماں کو کشتہ نشین ہو گئی، اس نے بی بی کو بھی باندھے لال کے لیے یہ توادر خوش خبری تھی۔ ماں کی زندگی ہی میں ان کی تمام دولت اپنے نام منتقل کر لی۔ اچھی خامی جائیداد وہ بھی بچوں کا بھگت لگ گیا تھا اور ان دوستوں میں ہر طرح کے دوست موجود تھے۔ ایک بہار عورت باندھے لال جی کے باندھے لال کی بہار دوست رہتی تھی اور اگر کسی تھی ان کے لیے چنانچہ باندھے لال کو کھانے دوستوں کی تلاش ہوئی اور دولت کی روٹی ہیں دوستوں کا مل جانا مشکل کام نہیں ہوتا چنانچہ ہر طرح سے لوگ ان کے گرد بچھ گئے تھے اور پھر ان کی لوگوں نے باندھے لال کو مختلف مشورے دینا شروع کر دیئے۔ ماں کو بھی ان کے رشتے میں آجاتی تھی اور یہ رکاوٹ باندھے لال جی کو پسند نہیں تھی کئی بار دوستوں سے شکایت کر چکے تھے۔ بالآخر ایک دوست نے اس بات کا ذمہ لے لیا کہ وہ باندھے لال کی اس مشکل کا حل بھی دریافت کرے گا۔ ایک ڈاکٹر تھا اور اس ڈاکٹر نے اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر ماں کی اس بیماری کو ختم کر دیا اور بالآخر ماں اچھی ہو گئی یعنی ابھی ہو کر اس دنیا سے چلی گئی۔ ماں دنیا سے چلا جانے والا ہلکا ہلکا بچہ ہی ہوتا ہے تو وہ بھی اچھی ہو کر اس دنیا سے چلی گئی۔ باقی رہ گئی۔ میں جس کا کوئی تصور کوئی وجود اس گھر میں کوئی حیثیت نہیں حاصل کر سکا تھا۔ ہوتا ہے ایسا بھی ہوتا ہے۔ ماں باپ کے اکلوتے بعض اوقات تو میرے خوش نصیب ہونے میں اور بعض اوقات ان سے زیادہ بد نصیب اور کوئی نہیں ہوتا۔ ماں کے بعد باپ کا تصور بھی میرے لیے کچھ عجیب سا ہو گیا تھا۔ ہر طور اس آجسان ضرور کہ مجھ پر میرے مرنے پر بنا تھی مجھے اس مکان کے ایک کمرے میں رہنے دیا۔ شاید یہ بات ان کے کسی دوست کے ذہن میں نہیں آتی تھی کہ مجھ سے بھی چھٹکارا حاصل کر لیا ضروری ہے۔ یوں زندگی کے بہت سے لمحات گزر گئے لیکن

بہ لخت بے مفصل رہیں تھے۔ باندھے لال جی اپنی زندگی کا کوئی سہارا چاہتے تھے اور ان کے دوستوں نے بالآخر انہیں سہارا دینا کر دیا۔ یہ شریعتی کیلاش جی تھیں۔ کیلاش جی میری سوتیلی ماں دوستوں کی دوستیوں کے ساتھ میرے ساتھ جاتی یعنی باندھے لال جی کے گھر پہنچی تھیں چنانچہ جو چھٹکارہ ہوئی کم تھیں کیلاش جی نے اگر گھر کا نظام سنبھال لیا اور انہوں نے ایک ایک چیز پر تسلط چھانا شروع کر دیا۔ میری عمر اس وقت تقریباً گیارہ سال ہو چکی تھی اور میں اس دنیا کو وقت سے پہلے ہی اچھی طرح سمجھنے لگی تھی۔ کیلاش جی کے پاس یوں تو بہت سے مشاغل تھے۔ لیکن انہوں نے تمام فراموش پورے کرنا شروع کیے اور سوتیلی ماں کا فرض صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی سوتیلی اولاد کو جس طرح بھی ممکن ہو سکے نقصان پہنچائے نہ چنانچہ وہ میرے رشتے کا بن گئیں۔ میں نے ابھی تک اس گھر میں خردو میاں تو ضرور دیکھی تھیں لیکن کسی طرح میرے رشتے نہیں کاٹے گئے تھے۔ ابتدا میں تو میں بڑی برا فردوخہ ہوتی لیکن جب یہ احساس ہوا کہ میرے ساتھ باندھے لال جی میرے نہیں بلکہ میری سوتیلی ماں کیلاش جی کے ساتھ ہیں تو رفتہ رفتہ ہر خردو میاں اور مایہ سب تسلط ہوئی لیکن میں نے اپنے آپ کو ان تمام کارروائیوں سے روکا جن کے ثمرات میری سوتیلی ماں کو مجھ سے شکایت ہو سکتی تھیں اس نے جہاں تک میری حدود مقرر کیں۔ میں نے اپنی حدود میں رہنا شروع کر دیا۔ باندھے لال جی کی طرف سے میری کوئی بیزاری نہیں ہوتی تھی۔ بس زندگی اس لیے اس گھر میں گزرتی تھی کہ میں یہاں پیدا ہوئی تھی اور اپنی لوگوں سے جانی جاتی تھی۔ ہر طور اس وقت تھے انسانوں کا کوئی اثر نہیں تھا اور میں نہیں جانتی تھی کہ میری سوتیلی ماں کیلاش جی کس فحاش کی عورت تھی لیکن رفتہ رفتہ مجھ میں سمجھ آتی گئی اور میں گھر کے حالات دیکھنے لگی جب سے جی مانتا تھی کہ میں تشریف لاتی تھیں، ملنے جلنے والوں کی تعداد بڑھ گئی تھی اور میرے بنائی جی ضرورت سے زیادہ خوش اخلاق ہو گئے تھے۔ نصف خوش اخلاق ہو گئے تھے بلکہ شاید ان کی کھولی ہوئی عمر بھی واپس آگئی تھی کیونکہ اب ان کے مشاغل ذرا کم ہو گئے تھے جیسے وہ جوانوں کے مشاغل ہوتے ہیں۔ بنائی جی کے دوستوں کی تعداد بھی بڑھ گئی تھی۔ گھر میں عمر ماں میری کے ہر کام ہوتے رہتے تھے۔ کبھی کسی طوائف کا تجربہ کسی کسی اچھی گانے والی کا ہر وہاں اور اس کے علاوہ تھے اپنے دوست بن

میں خالی تو تھیں بھی بہت ساری لفظ آتی تھیں۔ مانتا جی کی زندگی میں شراب اس گھر میں نہیں آتی تھی لیکن اب اس گھر میں صرف شراب ہی شراب تھی۔ ہر شکل میں۔ ہر رنگ میں ہر روپ میں اور ان سب کی روح رواں کیلاش جی تھیں جن کے لالچہ اور دوستی کے اور مرد دوستوں کی خواہشیں دوست ضرور یہاں آتی رہتی تھیں۔ میں نے بہت سے ایسے مناظر دیکھے جنہیں پہلے میں نہیں جانتی تھی لیکن اب سمجھنے لگی تھی اور ان مناظر کو دیکھ کر مجھے یہ احساس ہوا کہ اس گھر میں کسی بھی وقت کوئی بھی حادثہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اب

عمران ڈاکٹر جسٹ کا تھک خیر سہلہ



آپ کی فرمائش پر کتابی شکل میں

اس کا نام سن کر میرے ذہن میں ایک خوفناک دھماکہ ہوا، دو خوبصورت یادیں جسیں چہرہ شاطر آنکھیں و فریب انداز اگر کہیں وہ حسین دوشیرہ آپ کو نظر آجائے تو اسے پالنے کی آرزو ساری زندگی بے چین رکھے گی، پر اسرار اور دل چسپ کہانی،

مکمل ایک حصہ قیمت روپے نوک خرچ روپے منگولے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈاکٹر جسٹ

۳۷- اردو بازار، کراچی

کم از کم اعتبارات کی حد تک مجھے یہ معلوم تھا کہ جب عزم پک جاتی
ہیں تو پھر کس طرح چلتے ہیں؟ لیکن یہ تجربہ نہیں تھا
مجھے کو بعض لوگوں کے ضمیر کچھ اس طرح سمجھاتے ہیں اور
ایسے ہی لوگوں میں میرے بھتیجا تھے کیونکہ جو منظر میں
آجی انھوں سے دیکھ کر بتا جی کے کالوں سے چھپنا چاہتی
تھی وہ بتا جی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور کالوں سے
اڑ گئے۔ گو اب یہاں پر سب کچھ کچھ نام ہو رہا تھا میری
عمر اتنی تیزی سے بڑھ رہی تھی باپ بھر میری بھگتے گھڑتے
کی رفتار اتنی تیزی کی کہ ہر بات میری سمجھ میں آنے لگی
تھی۔ تاشوں کی گڈیاں چلتی تھیں، شراب کی بوتلیں اور
سگریٹ کا دھواں کھٹکتے تھے اور اس کے لیے درد ہوشیاں
پر عادت کیا تھی؟ ایک طرح سے فخر خانہ بن گئی تھی اور اس
مجھ خانے میں بہر اول بڑی طرح میرے سینے میں پھینکنا
تھا میرے سامنے کوئی راستہ نہیں تھا۔ بالآخر یہ تمام رنگ
رلیاں رنگ لائیں اور ہوا بولوں کی میری ماں نے جودت
میرے پناہ جی کے لیے چھوڑی تھی۔ پناہ جی نے اس دولت
کا صحیح مصرف دریافت کر لیا اور اس کا ابھی طرح تیا پناہ
کر دیا۔ دولت ختم ہوئی تو اس پر پھینکنا بھی تھا ہی رفتہ
رفتہ اڑنے لگیں اور اس کے اثرات میری مائیک اور بتا
جی پر مرتب ہونے لگے۔ اب یہاں آداساں گھر گئی تھیں
چند ایسے لوگ بھی تھے جو اب بھی لکیر پیٹنے کے لیے آتے تھے
اور یہ وہ تھے جو میری سوشلی ماں کے دوست تھے۔ انہوں
نے اپنی دوستی نبھائی تھی گو یہاں عیش و عشرت ختم ہو گئے
تھے لیکن میری سوشلی ماں موجود تھی جس کے ساتھ اس کا
ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتے تھے اور ابھی میں کل پور جی بھی
تھے کل پور کوں تھے؟ کیا تھے؟ اس کی پوری تفصیل مجھے
اس وقت معلوم نہیں تھی، لیکن میرے بھتیجا اور ماہی
کے دوست تھے۔ اور ابھی ہاں میں انہیں دیکھ چکی تھی، لیکن
کل پور مجھے اس انداز میں دیکھتے تھے اس پر میں نے بھی غور
نہیں کیا تھا؟ بتا نہیں کیا چھوڑا ایک دن میرے بھتیجا
نے آسنو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
”کوئل نہیں کل پور جی کے ساتھ جانا ہے۔“
”کہاں بتا جی؟“ میں نے سوال کیا۔
”یہ نہیں نہیں لے جانا چاہتے ہیں اور جو کچھ کروں
گے بے اعتبار سے چھلے کے لیے کریں گے۔ ہم بالکل حکمت کرنا۔
ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔“

”لیکن میں ان کے ساتھ کہاں جاؤں گی؟ میں نے سوال کیا۔“
”میں نے کہا ناں جہاں یہ لے جاؤں وہاں۔“
اس سلسلے میں انکا کہا تو پناہ جی بہاری میرے سامنے کھڑے
ہو گئے اور انہوں نے مجھے کہا کہ وہ مجھے نکال دیں گے
اور ایک منٹ بھی یہاں قیام نہیں کرنے دیں گے ورنہ
میں ان کی بات پر عمل کروں۔ بات ایک ہی تھی پناہ جی
مجھے یہاں سے نکال دیتے تب بھی مجھے نہیں ناہیں جانا
پڑتا۔ حالات تو میں دیکھ ہی چکی تھی کچھ میں نہیں کہا
تھا بالآخر میں کسی نہ کسی طرح کل پور کے ساتھ جانے کے
لیے تیار ہو گئی۔ کل پور مجھے ایک خوبصورت سے مکان
میں لے گیا۔ عجیب سا ادنیٰ تھا یہاں لانے کے بعد انہوں
نے مسکرائی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
”جانتی ہو کوشل کیا ہوا ہے؟“
”نہیں کل جی میں نہیں جانتی۔“
”میں نے نہیں خبر لیا ہے۔“
”کیا؟“ میں انھیں اور نہ پھاڑ کر رہ گئی۔
”ہاں۔ تمہارے بھتیجا جو تھے میں ایک بہت بڑی
رقم مجھ سے ہار گئے تھے۔ وہ قلائد ہرچیز میں، تمہاری نئی
ماں کی تلاش نے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا ہے۔ وہ پور
اسنے بڑے لوگ ایسی ہی بڑی حالت کا شکار ہو جانے ہیں
لیکن میں نے کوشل۔ میں نے تمہارے اوپر احسان کیا ہے۔
میں نہیں اس جہنم سے نکال کر اس جنت میں لے آیا ہوں۔“
میں شہرت عمر سے باہل ہوئی جاری تھی۔ میں نے
ان سے سوال کیا: ”لو کیا میرے بھتیجا نے مجھے بچ دیا؟“
”ہاں۔ ایک بھاری رقم کے عوض، کل پور جی نے
جواب دیا۔“
”مگر میں آپ کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔“
”نہیں رہنا پڑے گا کیا سمجھیں؟“
”کوئی مجھے مجبور نہیں کر سکتا۔ میں انسان ہوں
کوئی جانور نہیں جسے بچ دیا جائے۔“
”مگر تمہارے گھر کے لوگ نہیں جانور ہی سمجھتے ہیں کوئل
اور دیکھ لا انہوں نے کتنی آسانی سے تمہارا حساب کتاب
کر دیا۔“
”کوئی مجھے کچھ سمجھنا ہے تو اس کی اپنی بھول ہے۔ میں جو

کچھ ہوں آپ کو بتا دوں گی کل جی۔“
”نہیں کوشل غور سے سوچو۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں غور سے
سنو اور مجھے کوشل کے گوشہ گوشہ میں رہا ہوں غور سے
نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اب اس سنسار میں تمہارا
ایک ہی کوئل نہیں ہے تمہارا اور تم نا تجربہ کار بھی ہو۔ میں
مانتا ہوں کہ تمہارے اندر رحمت ہو سکتی ہے اور تم اپنے لیے
کوئی راستہ تلاش کر سکتی ہو۔ لیکن دُنيا بہت بڑی جگہ ہے اور
اس بڑی جگہ میں نہیں نہ جانے کیسے کیسے بھیڑیوں سے سامنا
کرنا پڑے گا۔ تم اتنی فائز نہیں ہو کوشل کہ ان سب کا مقابلہ
کر سکو۔“
”مجھے جو کچھ کرنا ہے کل جی میں جانتی ہوں۔“
”تم نہیں جانتیں لے دُنيا لڑکی۔ میں نہیں اس
دُنيا سے مقابلہ کر سکا ہوں گا۔ دیکھو۔ میں فرشتہ نہیں ہوں
یہ نہیں کہتا کہ مجھے تم سے کوئی عرض نہیں ہے۔ لیکن مجھے
اندھوں نے تمہاری قیمت نہیں پہچانی، تم تو اس قدر قیمتی
ہو کہ تم پر کروڑوں روپے خرچ کیے جاسکتے ہیں، تمہاری
قیمت کو بہت کمائی ہو سکتی ہے۔ میں نہیں کسی قیمت
پر کوئی جسمانی یا ذہنی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں
نہیں تربیت دینا چاہتا ہوں اور اس کے بعد میں تمہارے
ذریعے بہت سے لوگوں کو اپنے فائدے میں کر دوں گا۔“
میں حیرت سے کل جی کی صورت دیکھتی رہی انہوں
نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
”ہاں کوشل یہ دُنيا بہت بڑی جگہ ہے۔ میں نہیں
اپنی کوئی کہانی نہیں سناؤں گا بس بولوں کچھ لو اس بڑی
دُنيا کے پانچوں میں بڑی طرح شکار ہوا ہوں۔ میرے
دل میں بھی شیطان ہے۔ لیکن بعض اوقات انسان اپنی
ذات کی برائیوں کو ہرچیز استعمال نہیں کرتا۔ میں بھی
نہیں کسی ایسے کام کے لیے مجبور نہیں کروں گا جس کے
لیے تمہارا دل تیار نہ ہو۔ میں نہیں اس ماحول سے دشمن
کرنا ہوں تم اس دُنيا کو دیکھو، اس پر غور کرو اور اس میں
اپنا مقام تلاش کرو۔ میں تمہاری مدد کروں گا جہاں
کہیں یہ محسوس کرو کہ نہیں ذہنی طور پر ختم کیا جا رہا ہے
وہاں مجھے بتا دینا میں نہیں کسی بھی طور پر مجبور نہیں کروں
گا بس بولوں کچھ لو کہ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں اور
بے عرض نہیں تمہارے ذہن میں اپنے بہت سے دشمنوں
کو شکست بھی دوں گا۔“

کل جی کی باتوں پر میں نے یقین نہیں کیا تھا لیکن
بہر طور جو کچھ ہو چکا تھا اس سے انکار بھی تو نہیں کیا جا
سکتا تھا اور پھر میں اس ماحول سے اتنا اگتا جی جی کر
وہاں خود بھی نہیں رہنا چاہتی تھی۔ پناہ جی نے جو کچھ کہا تھا
اب اس کا پل وہ خود چھٹکتے تھے اس سے کہا؟ ہاں اگر یہ
کل پور کس طرح سے میرے لیے غلط ثابت ہوا تو۔ میں
اسے بھی دیکھ لوں گی اور میں نے کل پور کی بات مان لی۔
پنچھ بہت عجیب تھا۔ میری زندگی کا ایک جہت ناک
عجب یہ بلاشبہ اس نے مجھے کسی قسم کی ذہنی یا جسمانی آفت نہیں
پہنچائی بلکہ وہ میرا احترام کرتا تھا۔ اس نے میرے لیے ہر
طرح کی آسانیاں فراہم کر دی تھیں لیکن وہ مجھے ماحول
میں لے جاتا جی جی جی جی جی جی جی جی جی جی جی جی جی
میں شہر سے پانی پانی ہو جاتی لیکن یہ صرف ابتدائی مراحل
تھے رفتہ رفتہ میں ان تمام چیزوں کی عادی ہو گئی۔ میں
نے اس دُنيا کو بہت غور سے دیکھا۔ کل پور میرا استاد بھی
تھا۔ وہ مجھے ایک ایک شخص سے ملاتا، ایک ایک کردار
سے روشناس کرانا اور اس کی شخصیت کے بارے میں تفصیل
بتاتا۔ بعض اوقات ہم لوگ دھبہ کھیل بھی کھیلے۔ لیکن
ہم ایسے کرداروں کی کھوج میں لگ جاتے جو عجیب و غریب
کیفیات کے حامل ہوتے تھے، ان کی نصیحتیں ماننے لگتے، ان
کے بارے میں معلومات حاصل کرتے اور پھر کل پور ان
سے اچھا خاصا پیسہ بٹورتا۔ بعد میں مجھے اس کام کا نام
معلوم ہوا یہ بلیک میلنگ تھی اور اس بلیک میلنگ کے
لیے کمی جگہ بھی آکر کاربنا یا گیا۔ لیکن اب یہ تمام چیزیں
میرے لیے غیر دلچسپ نہیں تھیں۔ میں اس دُنيا کے سارے
رنگ سمجھ رہی تھی۔ پناہ جی کہاں گئے؟ کوئل ماں کہاں
گئی تھی اب اس بات سے کوئی ڈیڑھ نہیں جی۔ میں تو کل
پور کے ساتھ مل کر ہر کام پھر دھوئی کر رہی تھی اور اس دُنيا
سے مجھے کافی واقفیت حاصل ہوئی تھی۔ میری زندگی کی کہانی
کا یہ پہلا رخ مختلف شکلوں میں آگے بڑھتا ہے۔ لیکن میرا
خیال ہے اس کے بارے میں مسلسل آپ کو بتاتے رہنا آپ
کی سمجھنا کافی باعث بھی بن سکتا ہے۔ آپ کے کہان جی کی
طرف چلتے ہیں۔
کرنا مجھے جی نے اٹم ٹیکس کشن میں اور نقول گزار
لال جی کے بچے سردار ہیں۔ دوسرے دن سب سے پہلے میں
نے اپنے وکیل برلاس جی کو ٹیلیفون کیا یہ برلاس جی بھی

مرنے کے آدمی ہیں اور بہت ہی کامیاب وکیل ہیں۔ برلاس جی سے میں نے فون پر کہا کہ ایک اہم معاملہ ہو گیا۔ وہ بتائیں یہ معاملہ کیا ہو سکتا ہے؟
 ”آپ خود ہی بتا دیں، ویلی جی۔ آپ کے معاملات تو اتنے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ میں اس سلسلے میں کیا عرض کروں؟“
 ”نو پھروں، سچے سچے کہ ان زمینوں کا معاملہ ہو گیا ہے جن کے لیے آپ کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔“
 ”بالکل ہاں؟“ برلاس جی نے حیرت سے کہا۔
 ”جی۔“

”اوہ! ویلی جی اگر ایسی بات ہو گئی ہے تو واقعی آپ نے کمال کہلے۔ رمل لال کو بخیر دی آپ نے؟“
 ”کیسی باتیں کرتے ہیں برلاس جی۔ یہ خیر اس طرح کسی کو دینے کے لیے؟“
 ”جی، چونکہ میں کہہ رہی ہوں خود سے سینے۔ آپ خود فوراً گلزاری لعل کے پاس جلیے جاوے۔ اور ان سے بات کر لیجیے کہ کاغذات کے سلسلے میں کیا کیا کرنا ہے۔ آپ ان سے کہیے کہ میں نے آپ سے کہا ہے کہ جس قدر جلد یہ معاملہ ہو جائے گا اسی قدر جلد وہ معاملہ ہوگا، ایک بات یہ آپ سے عرض کروں برلاس جی کہ اس سلسلے میں کوئی تاخیر نہ چھوڑا جائے اور ساتھ لاکھ روپے کے عوض یہ زمین خرید لی جائے۔“
 ”تھیک ہے۔ آپ بالکل اطمینان رکھیں کب چلا جاؤں؟“
 ”جتنی جلد ممکن ہو سکے۔“
 ”تو پھر تھیک ہے۔ آپ کا کیا پروگرام ہے؟“
 ”کچھ نہیں کھڑا ہو رہی ہوں۔“
 ”میں گلزاری لعل جی سے بات کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔“

”صرف بات کر کے نہیں برلاس جی۔“
 ”ہاں۔ ہاں میں جانتا ہوں کہ کچھ کہا کرنا ہے؟“ برلاس جی نے جواب دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے فون بند کر دیا۔ بہر طور یہ مسئلہ بڑا مشکل ہو گیا تھا۔ ٹھوڑی دیر گزری تھی کہ اردن شرماء میرے پاس پہنچ گیا۔
 ”ہیلو۔ اردن بیچو۔“ اردن خاموش سا بیٹھ گیا۔
 ”کیا بات ہے؟“ کچھ پریشانانہ سے نظر آئے ہوئے۔
 ”میں۔۔۔“

”ہاں تمہارے ہی بارے میں بات کر رہی ہوں۔“
 ”نہیں ویلی جی بالکل نہیں۔ آپ جیسی۔۔۔ آپ جیسی۔۔۔“

”ہاں۔ ہاں آگے لورو۔“
 ”میرا مطلب ہے آپ جیسی ہر مان مالک ہوں بڑی فوٹیں بھلا کہا پریشان ہو سکتا ہوں۔“
 ”مالک؟“ میں ہنس پڑی اور اردن شرماء نے دیکھنے لگا۔
 ”کیوں ویلی۔ میں نے غلط کہا۔“
 ”ہاں بالکل غلط۔ اردن شرماء میں تمہاری بات ہوں مالک نہیں ہوں۔“ اردن شرماء نے عجیب سی لگا ہوں سے مجھے دیکھا پھر آہستہ سے لولا۔
 ”مگر میں تو مالک ہی سمجھتا ہوں۔“
 ”مالک کا مطلب جانتے ہو اردن شرماء؟“
 ”جی ویلی جی جانتا ہوں۔“
 ”کہا مطلب ہوتا ہے؟“ میں نے سوال کیا اور اردن چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ پھر دھیرے سے مسک کر لولا۔
 ”مالک کا مطلب، مالک ہی ہوتا ہے۔“
 ”نہیں۔ بات مڑنے کی کوشش مت کرو۔ ذرا سی وضاحت ضروری ہے۔“
 ”اگر میری بات آپ کو ناگوار گزری ہے تو معافی چاہتا ہوں۔“
 ”ہوں۔ ہاں کہہ کر ان کا اٹھدے۔ لیکن دل میں، میں آپ کو اپنا مالک ہی سمجھتا ہوں۔“
 ”اسی کی وضاحت تو چاہتی ہوں اردن کہ تم مجھے اپنا مالک کیسے سمجھتے ہو؟“
 ”آپ کا ٹنگ کھانا ہوں۔“
 ”بالکل نہیں۔ میں نے نہیں کبھی ٹنگ نہیں کھایا۔“
 ”میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اردن شرماء بھی مسکراتے لگا۔
 ”مخادوسے والا ٹنگ ہی۔“

”مخادوسے والے ٹنگ سے کوئی مالک نہیں بن جاتا۔“
 ”اردن شرماء نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں دہرنگ ٹنگ سے ٹھٹھ لپٹی رہی۔ اردن شرماء کے لیے میں جذبات جھلک رہے تھے اور مجھے جذبات کی نشانی دینا کی سب سے لذیذ تھی۔ یہ میری فطرت ہے۔ کسی کو اپنی جانب راغب کرنے کے لیے اس کی کوششیں کرتی ہوں کہ کوئی کیسا بھی ہو بالآخر پھل ہی جاتا ہے۔ اور جب وہ پھل جاتا ہے تو اسے ساچے میں ڈال کر اپنے سامنے رکھ لیتی ہوں اور پھر وہ اس ساچے سے باہر نہیں آتے پاتا۔“
 ”جائے ابھی کتنے ساچے میرے پاس موجود ہیں اور بے شمار لوگ اس میں مبتلا ہیں۔ بہر طور یہ باتیں

عام زندگی سے نہیں ہوتی۔“ ان کی کہانیاں تو کافی دلچسپ ہوتی تھیں۔ سوسائٹی سے شمار کیا گیا میرے پاس محفوظ ہیں اور بے شمار کردار میرے اپنے ساتھ ہیں جن کے بارے میں میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ رشتہ رفاہ آپ کو بتاؤں گی اور شرط یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بھی کردار غیر دلچسپ ہو تو میرا مقصد بے معنی۔ تو میں بات کر رہی تھی۔ لیکن فوراً ہی میں نے اپنے کمرے میں جا کر انجیل فورس کے رابطہ قائم کیا اس کے لیے میرے پاس ایک خفیہ ٹرانسمیٹر موجود تھا اور اس کے دوسرے سیدھا ان لوگوں کے پاس بھی تھے۔ دراصل یہی فون کی گفتگو سنی بھی وقت تھپ تھپ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے ٹرانسمیٹر اپنے ایک بہت ہی گرم ذمے سے لگائے تھے ورنہ عام طور سے ان کا ملنا ممکن نہیں تھا تو انجیل فورس کے ٹنگ سے رابطہ قائم کر کے میں نے کہا۔
 ”ہیلو نمبر تین تمہارے بہرہ دیکھ دتمواری کی جاتی ہے۔“

”عام زندگی سے نہیں ہوتی۔“ ان کی کہانیاں تو کافی دلچسپ ہوتی تھیں۔ سوسائٹی سے شمار کیا گیا میرے پاس محفوظ ہیں اور بے شمار کردار میرے اپنے ساتھ ہیں جن کے بارے میں میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ رشتہ رفاہ آپ کو بتاؤں گی اور شرط یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بھی کردار غیر دلچسپ ہو تو میرا مقصد بے معنی۔ تو میں بات کر رہی تھی۔ لیکن فوراً ہی میں نے اپنے کمرے میں جا کر انجیل فورس کے رابطہ قائم کیا اس کے لیے میرے پاس ایک خفیہ ٹرانسمیٹر موجود تھا اور اس کے دوسرے سیدھا ان لوگوں کے پاس بھی تھے۔ دراصل یہی فون کی گفتگو سنی بھی وقت تھپ تھپ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے ٹرانسمیٹر اپنے ایک بہت ہی گرم ذمے سے لگائے تھے ورنہ عام طور سے ان کا ملنا ممکن نہیں تھا تو انجیل فورس کے ٹنگ سے رابطہ قائم کر کے میں نے کہا۔
 ”ہیلو نمبر تین تمہارے بہرہ دیکھ دتمواری کی جاتی ہے۔“

”میں اس۔۔۔“
 ”کنٹرولنگ ٹیم کیس کر پان سنگھ جی۔“
 ”جی۔“
 ”ان کے بارے میں مفصل معلومات درکار ہیں۔ کون ہیں؟ کیا ہیں؟ کہاں تھے؟ کیسے ہیں؟ کیسا مزاج ہے؟ کیا مشاغل ہیں؟ نوٹ کر لیا۔“
 ”جی ویلی جی آپ اطمینان رکھیے گا۔“
 ”تھیک ہے یہ معلومات کچھ کب تک حاصل ہو جائیں گی۔“
 ”جنتا وقت آپ زیادہ سے زیادہ دے سکتی ہیں۔“
 ”تو پھر اس کے لیے کل دو بہرنگ کا وقت تمہارے پاس ہے۔“
 ”میں اس سے پہلے ہی پہلے آپ کو یہ تمام معلومات دیتا ہوں۔“
 ”میرے سامنے لے گیا۔ اور میں نے اس کا شکریہ ادا کر کے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ گویا تمام کام میری پسند کے مطابق ہوئے تھے اور اب دیکھنا تھا اردن کی کہانیاں کتنی جی۔ کو۔ دیکھتے ہوئے میں میرے کمرے بہت زیادہ نہیں میں روم ماہر لوگ ٹیبلٹ انٹس ہوئے ہیں۔ شادنا وادری ان میں کوئی غلط آدمی نکل آئے۔ سبے چارے غلط آدمی کی تلاش کے لیے بڑی سخت کرنا پڑتی ہے۔ اب ہر وار کہانیاں سننے کی تلاش کے بارے میں ان کے لیے کچھ زیادہ معلومات

”عام زندگی سے نہیں ہوتی۔“ ان کی کہانیاں تو کافی دلچسپ ہوتی تھیں۔ سوسائٹی سے شمار کیا گیا میرے پاس محفوظ ہیں اور بے شمار کردار میرے اپنے ساتھ ہیں جن کے بارے میں میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ رشتہ رفاہ آپ کو بتاؤں گی اور شرط یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بھی کردار غیر دلچسپ ہو تو میرا مقصد بے معنی۔ تو میں بات کر رہی تھی۔ لیکن فوراً ہی میں نے اپنے کمرے میں جا کر انجیل فورس کے رابطہ قائم کیا اس کے لیے میرے پاس ایک خفیہ ٹرانسمیٹر موجود تھا اور اس کے دوسرے سیدھا ان لوگوں کے پاس بھی تھے۔ دراصل یہی فون کی گفتگو سنی بھی وقت تھپ تھپ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میں نے ٹرانسمیٹر اپنے ایک بہت ہی گرم ذمے سے لگائے تھے ورنہ عام طور سے ان کا ملنا ممکن نہیں تھا تو انجیل فورس کے ٹنگ سے رابطہ قائم کر کے میں نے کہا۔
 ”ہیلو نمبر تین تمہارے بہرہ دیکھ دتمواری کی جاتی ہے۔“

حاصل نہیں تھیں، لیکن میرا سامنی یعنی میری طرف سے
پر غمے مفصل طور پر معلومات سے آگاہ کر کے گا البتہ اسی شام
گلزاری لعل جی صبر کیے بغیر میرے پاس پہنچ گئے۔ میں نے
اپنی کوٹھی کے خوبصورت لان پر ان کا استقبال کیا تھا۔
تنہا تھی اور چائے کی پیالی بھی، گلزاری لعل جی کی کارڈنگ کر
میرے نوٹوں پر مسکراہٹ چھیل گئی۔ ظاہر ہے وہ اتنے بڑے
خسارے سے دوچار ہو رہے تھے۔ صبر کیے کر کے تھے۔ میرے
پاس آگئے اور پھر مجھے عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔
”آئیے گلزاری جی۔ مجھے کچھ یقین سا تھا کہ آپ ضرور آئیں
گے۔“

”ہاں دلدی جی۔ بس یوں پیچھے آ کر آپ کے بارے
میں کوئی ایسی پیش گوئی کرنا باقی ہے کہ آپ کا لعل جی اس
دھرتی سے نہیں ہے۔“
میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ گلزاری جی بھی بھڑکے
تھے پھر لو لے۔

”میں بھی چائے پیوں گا۔“
”یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی آپ کو لیجیے میں بناتی
ہوں آپ کے لیے جی۔“ گلزاری لعل جی کے ہر بے پرواہی
انرو کی نظر آ رہی تھی اس کا مجھے بخوبی اندازہ تھا کہ کس لیے
ہے؟ چائے کے ٹھونک لیتے ہوئے انہوں نے کہا۔
”بس آئیے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔“

”جی جی مجھے علم ہو گیا ہے۔ اور اب آپ کے حکم کی تعمیل
کرنا میرا فرض ہے۔ دیکھ میں نے آپ کو بتایا دیا تھا گلزاری
لعل جی اگر کر بان لعل جی کی طرف سے کوئی مطالبہ ہو تو آپ ان
سے ہمہ دین کو توقف کریں۔ کچھ وقت لگے گا۔“

”بہت سخت آدمی ہیں۔ واقعی بہت سوں کے لیے
محببت بن جائے گا۔“

”ان مصیبتوں کا حل تو ہے گلزاری جی۔ اگر کوئی ایسا
دوست ہو آپ کا جس کے لیے کر بان جی محبت بن جائیں
تو آپ اُسے میری طرف بھیج دیجیے۔“

”مگر آپ کا بھی تو معاوضہ بہت زیادہ ہے۔“

”بڑے کام کے بڑے معاوضے۔ یہ تو ہونا ہی ہے۔“

”آپ یقین کریں کوئل جی کہ اس زمین پر میرا ایک
بہت بڑا منصوبہ تھا۔“

”چھوڑیے گلزاری جی! اب بھڑے بڑے منصوبے تو چلے
ہی رہتے ہیں لیجیے ایک کپ چائے اور پیچھے۔“ گلزاری لعل

جی نے منع نہیں کیا تھا۔ درجن تک وہ مجھ سے بائیں کرتے رہے
اور میں نے اطمینان دلایا کہ اب یہ کام انہوں نے کر دیا ہے
تو میرا بھی فرض ہے کہ ان کا کام کروں بگڑاری لعل جی
چلتے ہوئے لو لے۔

”ایک بات کہوں کوئل جی برا تو نہیں مانیں گی؟“

”بالکل نہیں مالاں کی کہیے۔“

”اگر آپ یہ کام نہ کر سکیں تو؟“

”تو زمین آپ کو مل جائے گی آپ جتنا کیوں کرتے ہیں۔“

”اور جو۔ زمین کی بات نہیں ہے۔ بس ایسے ہی میرا
تو جی چاہتا ہے کہ یہ کام نہ ہی دیں آپ۔“

”تو میں نے کب منع کیا آپ سے اس کے لیے؟ بلکہ اب
جس طرح میں سرگرم تھی ہوں اس طرح پہلے کبھی نہیں
تھی۔ یہ شام بھی بڑی گزرتی۔ دوسری دوپہر کو مجھے کر بان جی
کے بارے میں بڑی مبالغوں کی اطلاعات ملیں۔ مجھے پتا چلا

کہ کر بان جی ایک سیدھے آدمی ہیں، اپنے فرض کو بخوبی پورا
کرتے ہیں۔ عام انکم ٹیکس افسروں کی طرح دولت مند نہیں
ہیں بلکہ یہاں بھی وہ ایک درمیانہ درجہ کے مکان میں مقفل
ہو گئے ہیں۔ تین بیٹیوں اور دو بیٹوں کے باپ ہیں ایک
دھرم پتی بھی ہے۔ بڑی سادگی سے زندگی بسر کرتے ہیں۔
ایسے سادہ لوگ میرے لیے بڑے پریشان کن ہوتے ہیں
اس کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔

ان سارے کاموں میں ایک اچھا کام یہ تھا کہ میں
جس سے جو سودا کرتی تھی اس کی تکمیل کے لیے معاوضے
کی حقدار نہیں ہوتی تھی۔ میری قسم کا ایسا فراڈ نہیں ہے
نہیں کیا تھا جو میرے لیے دشمن پیدا کر دینا چاہتا ہے۔ بڑے
کام تو چلتے ہی رہتے ہیں۔ اور خاص طور سے ان زمین
میںوں کے کام۔ بہ طور کر بان سیکھ کی تاک میں لگ گئی
وکیل صاحب نے تمام کاغذات کے مکمل ہونے کی اطلاع
مجھے دے دی تھی اور اب میں ایک قیمتی زمین کی مالک
تھی۔ رسک لعل کے بارے میں اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ
اس زمین کو بہ قیمت پر خریدا ہے تاکہ ہمتا سے زمین
ابھی رسک لعل سے سودا کرنا مناسب نہیں تھا۔ ذرا کر بان
سیکھ جی کی قربت حاصل کر لی جائے اور میرے آدمی اس
کام میں بہتود مصروف رہے۔ مجھے پتا چلا کہ کر بان سیکھ جی

پراپرٹیٹ محفلیں بھی اٹیڑ نہیں کرنے لگے۔ اور دوسرے ایسے
معاملات میں بھی دلچسپی نہیں لیتے جن سے ان کی شخصیت
متاثر ہو۔ مگر میری سے ملاقات نہیں کرنے۔ بڑا سخت آدمی
تھا یہ میں نے اس کے بارے میں بہت سوچا لیکن
کوئی ایسا حل دریافت نہیں ہو سکا۔ جو میرے لیے باعث
اطمینان ہو۔ پھر اسی دن شام کو کلب میں گویاں سے
ملاقات ہوئی میں نے دن کے بعد کلب آئی تھی بہت
سے شناسا تھے۔ اور میں ان کے درمیان نہ دلچسپ نہ تھی۔
گویاں کو ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی کے ساتھ دیکھ
کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکی۔ بہر طور گویاں مجھ سے قبل
میرے قیمتی شناساؤں میں رہ چکا تھا اور میرا اسے دن
قسم کا عاشق تھا لیکن کوئی ایسی شخصیت نہیں تھی اس
کی جو میرے لیے کارآمد ہوئی چنانچہ میں اس سے زیادہ
پہیلیں نہ بڑھا سکی اپنی اس جس سے لیے بھی گویاں نہیں
نے ضروری نہیں سمجھا تھا جس کی تنہا کے لیے میں
میکر بڑی تبدیلی کرتی رہا کرتی تھی۔ گویاں کے ساتھ اس
لڑکی کو دیکھ کر میں نے مسکرائی لگا ہوں سے اسے قریب
بیٹھے ایک اور دوست کو دیکھا اور پھر مسکرائے ہوئے کہا۔
”گویاں بڑے غیث کر رہا ہے۔“

”بہت اونچا جا رہا ہے آج کل گویاں۔ لوگ اس
کے گرد بھرتے رہتے ہیں۔“

”کچھ کیا کر رہا ہے؟“

”کچھ نہیں بس اس لڑکی سے عشق کر رہا ہے۔“

”کون سے یہ لڑکی؟“

”فنانس منسٹر کی بیٹی زملا کارا ہے۔“ میرے شناسا
نے جواب دیا۔ اور میں گویاں کو دیکھتی رہی۔ فنانس منسٹر
فنانس منسٹر میرے ذہن میں دھماکے ہوتے رہے اب
تو گویاں واقعی میرے لیے ضروری ہو گئی۔ بلکہ گویاں
سے زیادہ زملا۔ اور میں جان بوجھ کر گویاں کے سامنے آئی
اس نے مجھے دیکھا مسکرا کر دونوں ہاتھ جوڑے اور پھر
زملا سے میرا تعارف کرانے لگا۔

”زملا اتم کوئل جی کو جانتی ہو۔؟“

”نہیں۔“

”یہ تو شکاری ہیں۔ مشہور سماجی کارکن۔“

”ہیلو“ زملا نے کہا اور میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ
آئے۔ میں نے کچھ کہا، تو ہونٹوں سے کہا۔

”ہیلو“ دونوں نے میری اس کیفیت کو محسوس کیا
اور کسی قدر حیران ہو گئے۔ زملا جلدی سے بولی۔
”آپ کچھ دیر میرے ساتھ بیٹھنا پسند کریں گی کوئل
جی۔؟“

”ہاں۔“ میں نے بھاری لہجے میں کہا اور میں ان
کے ساتھ بیٹھ گئی۔

”آپ کیا پیتیں گی؟“ زملا نے پوچھا۔

”ٹھیکری۔“ میں نے جواب دیا۔ دونوں میں سے
کسی کی بہت نہیں پڑی تھی کہ مجھ سے میری اس
کیفیت کے بارے میں پوچھے۔ میں نے اسنو بھری
پُرچیک مسکراہٹ سے زملا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم سے پہلے بار ملاقات ہوئی ہے زملا۔“

”زملا زملا نے مسکرا کر کہا۔

”اس لیے نکلی ہے کے معافی چاہتی ہوں۔ کیا وہاں
بھی میں نہیں زملا کر سکتی ہوں۔؟“

”میںوں نہیں۔ مجھے بہت اچھا لگا۔ مگر دیدی آپ۔
میرا مطلب ہے آپ کچھ عجیب سی۔ معاف پیجیے۔“ زملا نے
خلوص سے کہا۔

”سوری زملا بعض اوقات کچھ ایسا ہی ہو جاتا ہے۔“

میری آنکھوں میں پھر ڈب ڈبائیں۔ اور زخموں پر آئینہ چھلک
پڑے۔ جنہیں میں نے رومال سے خشک کر لیا اور پھر
کرسی گھسکا کر کھڑی ہوئی۔ ”تم سے زملا زندہ ہوں زملا میری
کچھ طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ پھر ملاقات ہوگی۔“

”ارے۔ ارے دیدی۔ پیجیے۔ تو یہی پلینر بیٹھے کہاں
جائی ہیں آپ۔؟“ زملا نے جین ہو کر بولی۔

”انتہائی معذرت خواہ ہوں زملا اس وقت نہ بیٹھ
سکوں گی دوبارہ تو تم سے ملاقات ہوگی۔“ میں نے
کہا اور زمین پر لیٹ کر واپس چل پڑی۔ زملا خود بھی اپنی
کرسی سے اٹھتی تھی اور پھر بیٹھ گئی میں کلب سے
باہر نکل آئی دل خوشی سے بیٹھوں اچھل رہا تھا ایک ایسا
کام غم متوقع طور پر ہو گیا تھا جس کے بارے میں اتنی
جلدی ہو جانے کی امید نہیں تھی یا تو گلزاری لعل جی
خوش نصیب تھے یا پھر کوئی اور کہ یہ سب کچھ اتنی آسانی
سے ہونے کی توقع پیدا ہو گئی تھی۔ بہر طور میں کھر واپس
آئی اور اس کے بعد معلومات کے مطابق اپنے مشاغل
سے فارغ ہو کر آرام کرنے لگی۔ ذہن منصوبے بن رہا تھا

کافی دیر گزرتی تھی اور میں بس اپنی تفویضات سے فارغ ہو کر سوئے کی تیار کیا کر رہی تھی کہ ملازم نے گوبال کی آمد اطلاع دی اور میں چونک پڑی اس وقت گوبال کے آنے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ بہ طور اس کی آمد اس سلسلے کی ایک کڑی تھی جو میں نے شروع کیا تھا۔ چنانچہ ڈرائنگ روم میں گوبال کے پاس پہنچ گئی۔ وہ سنجیدہ بیٹھا ہوا تھا مجھے دیکھ کر احترام سے اٹھ کھڑا ہوا میں نے بڑبڑو سے ڈرائنگ روم کا سفر کرتے ہوئے اپنے چہرے پر وہ غلام بیہوش پیدا کر لی تھیں جو اس وقت کے لیے ضروری تھیں اور گوبال نے مجھے ان کے ہونے ہالوں اور سرخ آنکھوں کے ساتھ دیکھا تو اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے میں اسے پیچھے کا اشارہ کر کے خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گئی گوبال "ہیلو گوبال کیسے آگئے اس وقت؟" گوبال ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"معافی چاہتا ہوں کوشل دہلوی میں اتنا مجبور ہو گیا تھا اپنے دل میں ہاتھوں کو اس کے بعد آپ کی جانب آنے کا تصور بھی ختم ہو گیا تھا بمشکل تمام نہیں لے آئی راہیں تبدیل ہیں لیکن بڑے دکھ کے ساتھ۔"

"برائی باتوں کو دہرا نے سے کیا فائدہ گوبال؟ ہم دووں کے درمیان کچھ مجبوریاں تھیں اور پھر بے شکایت کی بات بھی تو نہیں تم نے تو مجھ سے تعاون کیا تھا۔"

"ہاں دہلوی جی آپ یقین کیجیے دل کے دروازے آج تک بند نہیں ہو سکے بس لوں سمجھ لیجیے کہ زخموں پر مرہم رکھ لیا ہے۔"

"بہتر یہی تھا گوبال" میں نے بھرتے ہوئے لیے میں کہا۔

"آج آپ سے ملاقات ہوئی تو بہت سے زخم ہرے ہو گئے لیکن میں آپ کو پریشان کرنے نہیں آیا کوشل دہلوی بلکہ آپ کی اس وقت کی کیفیت نے مجھے اچھا دیا اور اس لیے میں یہاں تک پہنچ گیا لاکھ کوششوں کے باوجود اپنے آپ کو نہ سمجھا سکا مجھے یہ کیا تصور دل میں آئے ہیں آپ کہیں مر ملا سے بہری دوستی دیکھ کر کسی احساس کا شکار تو نہیں ہو گئیں؟"

"اوہ! نہیں گوبال ایسی کوئی بات نہیں ہے میں

نے تمہیں بڑی تفصیل سے سمجھا یا تھا کہ میں کس مصیبت میں گرفتار ہوں تم بہت اچھے انسان تھے گوبال میں خودی تمہارے قابل نہیں تھی۔"

"تو پھر آج دہلوی جی آپ کی وہ کیفیت؟"

"ایک عجیب سی بات ہے گوبال تم جہنم رہ جاؤ گے مر ملا میری ایک ایسی عزیز دوست کی بمشکل سے جو کہ بچپن سے میری زندگی کے ساتھ رہی ایک طویل کہان ہے۔ گوبال لیکن لوں سمجھ لو کہ میں نے مر ملا کے بغیر دنیا نہیں سمجھا تھا۔ وقت کے بے رحم ہاتھوں نے مر ملا کو جوانی کے عالم میں مجھ سے جھین لیا اور اس کی شادی ہو گئی تھی اس کا شوہر کمینڈا میں ملازمت کرنا تھا کمینڈا جانے ہوئے دووں میں بیوی بوائے کا دے کا شکار ہو گئے بہت برائی بات ہے اس کے بغیر میری زندگی اوصوری رہ گئی تھی لیکن گزرنے والے وقت بڑے بڑے زخموں میں کو ٹھیک کر دینا ہے میں نے بھی اپنی عزیز دوست کو روک کر لیا تھا لیکن مر ملا کو دیکھ کر وہ مجھے یاد آگئی بالکل اسی کی مانند جو بہو ویسی ہی بہری آنکھوں سے پھر آنسوؤں کے قطرے پڑھنے لگے ظاہر ہے کہ وقت گوبال کا سہارا بھی ضروری تھا کیونکہ وہ اس کہانی میں ایک کردار بن چکا تھا اور اس کے بغیر بات آنکے بڑھانا ناممکن تھا گوبال کو بد دل کر دیتی تو پھر وہ میرے اور مر ملا کے درمیان روٹے اٹھانے لگتا جبکہ اس وقت مجھے مر ملا کی اشد ضرورت تھی گوبال مختصری دیر تک سوچنا رہا پھر اس نے کہا۔

"مر ملا بھی آپ کے لیے باگل ہو گئی ہے خیر اس بات کو مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے کہ آپ کی ایک جھلک ہی لوگوں کو آپ کا گردیدہ کر دیتی ہے مر ملا جی دیر وہاں بیٹھی آپ کے بارے میں باتیں کرتی رہی اور میں اس خوف کا شکار ہو گیا کہ کہیں وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائے دراصل عورت بڑی تکی مزاح ہوتی ہے مسلسل مجھے کرینٹی رہی اور آپ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ آپ سے ضرور ملے گی۔"

"لیکن اسے میرے بارے میں تفصیل کیا معلوم ہے؟"

"اس نے مجھ سے آپ کا پتالے لیا ہے اور کوئی بھی ہے کہ وہ آپ سے ملنا چاہتی ہے مجھے یہ خبر ہو کر کوشل دہلوی کہ مر ملا شک کا شکار نہ ہو جائے میں نے اس کے

ساتھ زندگی کے بہت سے راستے منتخب کیے ہیں۔"

"تم اطمینان رکھو گوبال جس خوف کا شکار ہو اسے اپنے ذہن سے نکال دینا کیونکہ مر ملا کو زندگی بھر یہ معلوم ہو سکے گا کہ کبھی تم میری جانب بڑھے تھے گوبال کے چہرے پر شک و گمان کے آثار پھیل گئے اور اس نے کہا۔

"آپ کی بڑائی سے مجھے یہی امید ہے کوشل دہلوی۔"

"میری تم سے دشمنی تو نہیں ہوئی گوبال کہیں تمہاری محنتوں کے راستے میں آنکھیں پیدا کروں تم نے یہ سوچا ہی کیوں آخر؟"

"میں نے بالکل نہیں سوچا دہلوی جی بس انسان ہوں ایسے ہی من میں خیال آیا تھا اب اطمینان ہے؟"

گوبال بہت زیادہ مطمئن نظر آنے لگا۔

"کیا پوچھتے؟"

"بھگوان کی سونگند کچھ جی نہیں چاہ رہا اتنا خوش کر دیا ہے آپ نے مجھے کہ اندری اندر بڑا مطمئن ہو گیا ہوں اب چلتا ہوں یہ میں نے گوبال کو کوشل کے دروازے تک آکر رخصت کر دیا تھا اور اس کے جانے کے بعد حلق میں قہقہے چل آئے تھے بے جاہ خوف کا شکار ہو گیا تھا چونکہ مر ملا اس وقت میرے لیے ہم جینت کا مکمل تھا چنانچہ دوسری صبح ارون شرما کے ساتھ ناشتا کرتے ہوئے میں نے آج کے سارے پروگرام ملتوی کر دیے تھے ارون شرما میرے سامنے بیٹھا انڈے کے چھلکے کھا رہا تھا اور اسے دانٹوں کے نیچے کرکٹ ٹکٹا ٹک کا احساس نہیں تھا اور اس کی وجہ میں جانتی تھی جو کاڈن اس وقت میں نے پہنا ہوا تھا اس کا رنگ گہرا سرخ تھا اور گریبان کافی حد تک کھلا ہوا اور دن شرما کو میں نے ہی ٹوکا اور اس کے ہاتھ سے چھلکے لے لیے تو وہ محال سے پسینہ پسینہ ہو گیا لیکن میں نے اس کی اس کیفیت پر اس سے کچھ نہ کہا اور انے آج کے پروگراموں کے بارے میں بتائے گئی اور دن شرما ایک منٹ کے لیے اجازت لے کر واش روم میں جان چل پڑا تھا بہ طور اس کے بعد میں مر ملا کا انتظار کرنے لگی۔ دن کے تقریباً سو گیارہ بجے مجھے اس کی آمد کی اطلاع ملی اور میں تیار ہو کر ڈرائنگ روم کی جانب چل پڑی مر ملا مجھ سے زیادہ خوبصورت نہیں تھی بلکہ لوں سمجھا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ میرے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھی۔ تاہم اس وقت مجھے سبز رنگ کے

لباس میں اچھی لگ رہی تھی مجھے دیکھ کر بے اختیار ہنسی ہو گئی میں نے بھی حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"ہیلو مر ملا" میں نے اسے مخاطب کیا اور وہ میرے نزدیک پہنچ گئی اس نے میرا بازو پکڑا اور میرے خدایوں پر بوسہ دیا۔

"معافی چاہتی ہوں دیدی میری اس بے تکلفی کو غلط لگا ہے نہ دیکھ رات تو آپ ہی کے بارے میں سوچتے سوچتے سو گئی تھی۔"

"ارے یا میں نے کہا اور ہنس پڑی مر ملا فریاد ہو جانے والی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی اس نے کہا۔

"دیدی آپ کتنی خوبصورت ہیں۔"

"تم سے زیادہ نہیں مر ملا بیٹھو تمہارا اس طرح اچھا میں نہیں کہہ سکتی کہ میرے لیے کتنا قیمتی ہے۔"

"اوہ دیدی میں تو پریشان ہو رہی تھی اور سوج رہی تھی کہ کہیں آپ بہرہ مجھیں کر لیتی لڑی ہے خدایا بات چیت کیا کر لی گئی ہے؟"

"نہیں مر ملا تم میری لگا ہوں میں اپنی حیثیت نہیں چاہتا ہوں بناؤ کیا بلاؤں نہیں۔"

"کوئی تھنڈی چیز دیدی میں آپ کے پاس آکر کوئی تکلف نہیں کروں گی۔"

"مجھے خوشی ہوگی" میں نے کہا اور میل بجا کر ملازم سے ایک مشروب لانے کے لیے کہہ دیا۔

"دراصل دیدی آپ کے سلسلے میں میں سخت الجھن میں ہوں۔"

"کیوں مر ملا؟"

"آپ نے کچھ عجیب سی محبت سے مجھے مخاطب کیا تھا عام طور سے احباب ملنے والا اجنبی ایک دم اتنی محبت کا برتاؤ نہیں کرتا اور پھر دیدی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھیجی تھیں اور بعد میں بھی آپ کی کیفیت کچھ ایسی ہی رہی تھی۔ دیدی آپ کی اس کیفیت نے مجھے اتنا پریشان کیا ہے کہ میں بتا نہیں سکتی براہ کرم میری تسلی کر دیجیے۔" میں نے اداسی سے مر ملا کو دیکھا اور پھر وہی کہانی اس کے سامنے دہرا دی جو میں نے گوبال کو بتائی تھی مر ملا بہت متاثر ہوئی تھی اس نے اپنا مات سے کہا۔

”میں نہیں جانتی دیدی کہ آپ کی وہ دوست کتنی عزیز تھی لیکن میں تو آپ کی دوست ہوں آپ کی جہتی بہن ہوں آپ مجھے اس کی جگہ نہیں دے سکتیں۔“

”کیوں نہیں نرملا جی تو میرے سہ سے میرا سے تمہارے لیے نرملا لگ گیا تھا بعد میں مجھے احساس بھی ہوا تھا کہ میں نے اتنی بے لگائی کا مظاہرہ کر کے کہیں غلط تو نہیں کیا۔“

”نہیں دیدی آپ نے تو یہ کہہ کر مجھے بہت رکھ دے دیا ہے۔“ نرملا بھی جذباتی لڑکی معلوم ہوتی تھی اور میں اسے شک میں اتار دی تھی اس نے غائبانہ طور پر مجھ سے اپنے تمام اہل خاندان کا تعارف کر دیا تھا اور بہت کچھ بتا دیا تھا۔ اپنے بارے میں یہاں تک کہ گویا اسے اپنے عشق کی کہانی بھی، وہ جس قدر موثر نظر آتی تھی اور جتنے بڑے باب کی بیٹی تھی اس کی فطرت میں وہ چالاک نہیں تھی جو ہوتی جیسے تھی۔ رخ اس نے میرے ساتھ ہی کیا اور مجھ سے کہنے لگی کہ مجھ سے ملنے کے بعد اس کا دل پس جانے کو بھی نہیں چاہ رہا۔ لیکن مجبور ہیں، میں بھر اس نے مقررہ میں کہا۔

”دیدی آپ سے میری ملاقات ایسے اچھے وقت ہوئی ہے کہ میں خوشی سے بھولے نہیں سمجھا رہی تھی۔“ دو جالی کوہری سالگرہ ہے اور میں پہلے سے آپ کو بنائے دے رہی ہوں، ایک دو دن میں کارڈ بھی تقیم ہو جائیں گے لیکن آپ کو کارڈ دینا اطلاع دینا اچھا نہیں لگے گا اور میں نے مسکرا کر اس کا رخسار چھینے ہوئے کہا۔

”جیوٹی مہنوں کی نفرت میں کہیں بڑی بہنوں کو کارڈ کی ضرورت نہیں آتی ہے، نرملا جلی گئی اور میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتی۔“

گلزاری محل جی نقد ہر والے تھے کہ ان کے کام میں آسانیاں ہی آسانیاں پیدا ہوتی جا رہی تھیں۔ میں بڑے برسرک انداز میں اپنے معاملات طے کر رہی تھی پھر وہ دن آ گیا جب مجھے نرملا کی سالگرہ میں شرکت کرنی تھی۔ اور یہ دن میرے لیے بہت اہمیت کا حامل تھا۔ مجھے آج بہت سے شکار کرے تھے۔ اور میں جانتی تھی کہ شکار کیسے کیے جانے ہیں۔ چنانچہ جو لباس میں نے اپنے لیے منتخب کیا وہ بڑی انصافی کی کھیتوں کا حال تھا ابھی بات تو یہ کہ اس میں کوئی چھوڑا نہیں تھا

لیکن وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے مکمل منتہا اس کے ساتھ ہی جو میک اپ میں نے کیا تھا اس کے بارے میں میرا بہ اندازہ تھا کہ وہ شخصیت کو ہر کشش کی لہجے پر وقار بھی بنا دیتا ہے۔ اردن شرما نے آج میرے ڈرامہ گھر کے فرائض انجام دیے تھے لیکن اتنی جلد قسم کی ڈرامہ گھر کی تھی کہ بس میں تو بہرہ نمان ہی ہوئی لیکن سامنے سہ کوں پر دیکھنے کی بجائے عقب بنا آئیے میں دیکھ کر گاڑی ڈرامہ گھر پر ہاتھ پڑا۔ اب میں اتنی بری انسان بھی نہیں تھی کہ بہت بڑے لوگوں کی اس نفرت میں اردن شرما کو سبک پڑی کی جہت سے اسے ساتھ رکھ سکتی۔ چنانچہ اسے الگ ہی رہنے کی ہدایت کر کے میں کار سے پیچہ اتر گئی۔ اور نرملا نے میرے قریب آکر میرا ہاتھ سواکت کیا۔

میں اپنے اطراف میں لگا ہوں دوڑا رہی تھی اور ہمیشہ کی طرح آج بھی میں ان لگا ہوں سے خرم و نرہ سخی جو ہر اطراف کرتی تھیں۔

فنانش منسٹر کے منسلک ہونے والی اس نفرت میں ہر طرح کی سیکورٹی کا اہتمام تھا اور نفرت ان تمام سرکاری اعزازات کے ساتھ جاری تھی جو میرا آنے والوں کی جہت کے مطابق تھے۔ نرملا جو آج کی نفرت کی صرح رواں تھی اس لیے اس کے ساتھ دیکھی جانے والی کسی شخصیت کو ویسے بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا اور اب میں اتنی غیر شناسا بھی نہیں تھی کہ اس نفرت میں میرے بے شمار شناسا موجود نہ ہوتے البتہ فنانش منسٹر سے میری ملاقات پہلی بار ہوتی تھی اور اس وقت وہ فنانش منسٹر نہیں بلکہ نرملا کے باپ تھے۔

”تیا یہیں کوشل دہوی۔ آپ بتا لے یہ کون ہیں؟“ ”جیوٹی کوشل دہوی۔“ فنانش منسٹر نے ہمزاج انداز میں کہا اور دونوں ہاتھ جوڑ دیے میں نے بھی بڑی ہی نیاز مندی سے انہیں ہر نام کیا تھا۔ فنانش منسٹر صاحب ایک نندرسنڈ تو نا اور تو بہا پچاس سالگرہ کے شخص تھے لیکن ان کی آنکھوں کی گہرائیاں میرے مقصد کی گہرائی تھیں اور ایسے کاموں میں تو مجھے کمال حاصل تھا یہ آنکھیں میرے کام کی آنکھیں تھیں اور چہرے پر میرے جوئے کا اثرات بنارہے تھے کہ کامیابی میری نقد ہوتی

کھد دی تھی ہے انہوں نے کہا۔

”سنا ہے کہ نرملا سے آپ کی ملاقات چند روز ہے لیکن ہمیں حیرت تھی کہ چند روز میں کوئی کسی کے ذہن میں اتنا فرض کیسے جما سکتا ہے۔ آپ کو دیکھ کر ہر حیرت دور ہو گئی کوشل دہوی۔“

”آپ کی جہت ہے۔ یوں لگتا ہے کہ نرملا نے ایک جہت کر کے والے گہرائی میں جنم لیا ہے بعض لوگوں میں جہت کے جراثیم فزونی ہوتے ہیں۔“

”یہ تو خبر آپ نے باطل ٹھیک کہا۔ بلکہ میں آپ کے تجربے کی داد دیتا ہوں کوشل دہوی۔ ہم لوگ یہی جہت کر کے والے، نرملا جلی کو ان کے شایان شان جگہ دو۔“

”میں تو یہاں اردنی ذمہ داری معلوم کرنا چاہتی رہا بیٹھنے کے لیے نہیں آئی۔“ میں نے کہا اور نرملا کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

میری حیات مجھے عقب کا حال بنارہی تھیں اور میں نے محسوس کیا کہ بہت سی لگا سوں کے ساتھ اس فنانش منسٹر کی لگا ہیں بھی میرا تعاقب کر رہی ہیں اور میں عقب سے دیکھنے کی عادی تھی اور اس کے لیے مجھے گردن نہیں گھمانی پڑتی تھی۔ آنکھوں کا استعمال صرف سامنے ہی کی سمت میں نہیں ہوتا اگر اپنے اندر بہت تیز پیدا کر لی جائے تو صرف عقب بلکہ داییں بائیں بھی اسی انداز میں دیکھا جاسکتا ہے جس انداز میں سامنے اور

یہاں اس نفرت میں نے بہت کچھ دیکھا۔ مجھے دکھ ہوا کہ کاش میں ان کی مزاحمت برقرار رہنے دیتی لیکن اگر اتنے شریف آدمی تھے تو اتنے بڑے عہدے پر نہیں آگئے منسٹر ہی آدھوں کے لیے تو کوئی گناہ گوسفہ ہی مناسب ہوتا ہے اب جبکہ کرپاں گھڑی اس گناہ گشت سے لکل کر اس چنگی دنگی دنیا میں آئے تھے۔ تو پھر نہیں اسی دنیا کا باسی ہونا چاہیے تھا چنانچہ میں نے اپنی ہمدردیاں سمیٹ لیں۔ ویسے ان کی شخصیت کے بارے میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کافی سنسن آوی ہیں اور بہت سوں کے لیے مشکل بن جائیں گے۔ ایک سنسن آوی تو اگر میں نرم کروں تو بہنوں کی مشکلات کا حل لکل آئے گا اور میری دانش میں یہ ایک نیک کام تھا۔ جو مجھے کرنا ہی چاہیے تھا۔

نقد بہ بڑی خوبصورتی سے جاری رہی گویا اب بھی تھا اور ایسے بہت سے شناسا بھی جو مجھے میری نیک نام حیثیت سے ہی جانتے تھے، یہ دوسری بات ہے کہ ان میں سے بعض کو میرے ہاتھوں کچھ تکالیف بھی برداشت کرنی پڑی تھیں لیکن یہ میرا فن تھا کہ جو لوگ اس تکلیف کو تکالیف سمجھتے تھے وہ کم از کم اسے تکلیف کہہ نہیں پاتے تھے۔ دنیا میں جتنے کام ایک یہ بھی انداز ہوتا ہے اور اسے پہلے بغیر زندگی کا حساب نہیں ہو سکتی پھر کب تک کاٹا گیا جس میں مجھے بیٹس پیش دیکھا گیا تھا۔ ویسے تو میں ذرا الگ تھلک ہی تھی میری اپنی شخصیت کا سوال تھا لیکن نرملا کے معاملات میں، میں نے لگائی سے کام کر رہی تھی۔ چنانچہ تو فوٹو گرافروں کے کیمروں کا رخ نرملا کے ساتھ ساتھ میری جانب بھی اتنا ہی تھا جتنا نرملا کی طرف لوگ ایک دوسرے سے کانٹا پھوساں کر کے میرے بارے میں سوالات کر رہے تھے اور مجھ سے زیادہ سے زیادہ واقف ہونے جا رہے تھے اور کچھ میں نے اپنا خوف نرملا کو پیش کیا تھا بھی بہت سی لگا ہوں نے خصوصاً میرا گڑبگڑا فنانش منسٹر صاحب نے خاص طور سے۔ یہ کہو جو حسین بیگلس میں نے نرملا کو دیا تھا اس کی قیمت ساڑھے چھ پانچ لاکھ سے کم نہیں تھی۔ اور اتنا قیمتی تحفہ تو انہوں نے بھی نرملا کو پیش نہیں کیا تھا۔ جن کے فنانش منسٹر صاحب سے لے کر تمام اہل گھرانے ہوئے تھے۔ دینے کو تو لوگ فنانش منسٹر صاحب

میں جاؤں تو جاؤں کہاں

سیاہ نیولا

میرا پیچھا نہیں چھوڑتا

جو کہتے ہوئے تو خوار بھی رہے میری خوب ہے کہ اس کے ساتھ ہی دوسرا خوفناک واقعہ ہوا جیسے ہی ایک بھیڑ یا مجھ پر اچھلا، اچانک دو جھوٹے تھپتھپے ہو گئے۔

ملکیہ عمران ڈائجسٹ ۷ سہارن پور بازار کراچی

کو چلنے کیا کیا دے سکتے تھے، لیکن بہر حال دینے میں بھی اعتدال رکھا جاتا ہے۔ یا پھر دینے دینے کا وقت ہوتا ہے۔ میں نے اپنے بچہ کو لایچ کے یہ کام کیا تھا اب یہاں تو نہیں ہی جاتی تھی کہ فنانس منسٹر صاحب سے میرا کیا لایچ ہے۔ میں اپنی دی ہوئی چیز پر اتنا اعتدال نہیں رکھتی تھی جتنا قدرت کی دی ہوئی چیز پر یعنی وہ چیز جو قدرت نے مجھے بخشی تھی۔ اور جس کے ذریعے میں نے بڑے بڑے کام کر دیے تھے۔ اور یہی ہوا کھانے کے دوران فنانس منسٹر صاحب خصوصاً میرے پاس آئے خوش تھے اس وقت زملا کو بال کی پذیرائی کر رہی تھی انہوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں کوشل دلووی یہ تو سنا سب نہیں ہے آپ کی پلٹ میں کچھ بھی تو نہیں ہے؟“

”میری پلٹ میں آپ کی محبت ہے آپ کا پرہم ہے؟“

”کاش یہ چیز پلٹ میں سے نکال کر آپ اپنے لباس میں رکھ لیں۔ فنانس منسٹر صاحب نے شاعری کی کوشش کرنا۔“

”خیر میں جو چیز یہاں سے لے جا رہی ہوں اسے ہی لے آتی احتیاط سے چھپا رکھا ہے کہ آپ کی نگاہیں اس تک نہ پہنچ پائیں گی۔“

”ہوں بڑی حاضر جواب ہیں آپ۔ ویسے میں افسوس ہے کہ اس سے پہلے آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔“

”اس سے پہلے کبھی زملا کی سالگرہ پر بلایا نہیں گیا۔؟“

”اپنی بد قسمتی کے علاوہ اسے اور کیا کہہ سکتے ہیں ملاقات بھی ہوئی تو اتنی نامکمل کہ دو باتیں بھی نہ کر سکے۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ آپ سے گفتگو کرنے کی کتنی باقی رہی ہے میں نے چورنگا ہوں سے کرپان سنگھ جی کو دیکھتے ہوئے کہا، جو مجھ سے زیادہ فاصلے پر بیٹھ گیا تھا۔“

”مگر یہ کوئی ایسی بات تو نہیں ہے کوشل دلووی آپ جا رہے ہیں تو بعد میں بھی ہمیں نواہ سکتی ہیں۔“

”آپ بہت بڑے آدمی ہیں اور میں۔ میں۔“

”کیسی باتیں کرتی ہیں۔ میں کل آپ کو اپنے ساتھ چائے پر دیکھ کر بڑی خوشی محسوس کروں گا۔ فنانس

منسٹر نے عجیب سے انداز میں مجھے دعوت دی۔

”کیا واقعی کل بھی آپ سے ملاقات ہو سکتی ہے؟“

”ہاں کوشل دلووی، کیوں نہیں، آپ زملا کی پلٹ میں میرے لیے قابل احترام اور آپ کی شخصیت میں کچھ ایسا سمجھ کر آپ سے۔ آپ سے۔ اور اسی وقت زملا ہمارے پاس پہنچ گئی تھی۔“

”کیا باتیں کر رہے ہیں یہاں آپ میری دیدی سے؟“

”بھی تم تو ان کے ساتھ تھیں نہیں، ہمارے سوچا کہ ذرا ہم ہی ان کی خاطر مدارت کر دیں۔ ویسے گھنٹاری طرف سے ہم نے انہیں کل شام چلنے پر دعوت دے دی ہے۔“

”یہ آپ نے بڑا اچھا کیا ہے۔ میں آپ سے بہت خوش ہوں۔ دیدی آپ میرے بچہ کو کیا کھانے کو طلب کرتی ہیں۔؟“

”میں نے تو انہیں ابھی مخاطب ہی نہیں کیا۔“

”تو آپ انہیں الکل نہیں؟“ زملا نے کہا اور فنانس منسٹر کا چہرہ قابل دید ہو گیا۔ وہ ہنسنے ہوئے تھے۔

”زملا ابوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم مجھے تمام باتوں کا چچا پاتا یا بڑا دادی اس کے علاوہ کچھ کہہ رہے ہوئے ہیں آپ دیکھ رہی ہیں کوشل دلووی، میری اس بیٹی کو یہ دیر دیتی مجھے بڑھا ہونے پر ہنسی ہوتی ہے کیا میں آپ کو بڑھا آتا ہوں۔؟“

”ہرگز نہیں۔ میں نے فوراً ہی فنانس منسٹر کو ہمارا دیا۔“

”چوٹی عمر میں ہی شادی ہو گئی۔ اور یہ زملا دلووی تشریف لے آئیں بس ان کے سنا رہے تھے ہی لوگوں نے میں بڑھا قرار دے دیا، بھی اب ہم اتنے بڑھے بھی نہیں ہیں۔“

”میں بھی زملا کی اس بات سے متفق نہیں ہوں آپ کو الکل نہیں کہا جا سکتا۔“

”تھنک یو بہت نیکی، بڑھتی ہوئی عمر، ارے بھی کرپان سنگھ جی یہ آپ ایک الگ کیوں کھڑے ہوئے ہیں کچھ نیچے نا، فنانس منسٹر نے وہیں سے کرپان سنگھ کو مخاطب کیا اور یہ بھی میری کامیابیوں میں سے ایک کامیابی تھی کرپان سنگھ جی نے گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

”سر میں نے بہت کچھ لے لیا ہے۔ تھنک نہیں

کرپان سنگھ فنانس منسٹر کچھ اور لوگوں میں گھر گئے زملا اور گویاں جہرے پاس آ گئے تھے۔ زملا کہنے لگی۔

”گویاں تم نے مجھے دیدی سے ملا کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔“

”بہت بہت شکریہ کوشل دلووی۔ آپ نے زملا کو اپنا گرویدہ بنا کر مجھ پر احسان کیا ہے۔“

”غرض یہ تمام جگہ چلتے رہے مجھے کامیابی پر کامیابی حاصل ہو رہی تھی اور سچ بات یہ تھی کہ مجھے مکمل طور پر جن راستوں پر ڈالا تھا اسے میں نے مکمل کر دیا تھا۔ ہر چند کہ وہ میری دنیا سے میرے ہی ہاتھوں رخصت ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے جو کچھ دے گیا تھا۔ اس نے میری زندگی میں بڑا اتنا عمدہ درمیان میں مکمل کیوں کی بات نکال بیٹھی ہوں حالانکہ سچ سے جھوٹی تھی لیکن سالگرہ سے رخصت ہو جاؤں اس کے بعد آپ کو کل کچھ کی غلطی بہت کہانی ضرور سناؤں گی۔ مگر میں یہ کہانی ختم کر کے دیتی ہوں۔ لیکن اس سے پہلے زملا کے ہاں سے واپسی کا ذکر کر لیں۔ زملا نے خود ہی گویاں کو یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ وہ مجھے کھانے چھوڑے لیکن میں نے گویاں سے کہا کہ میرے ساتھ میرا سیکرٹری موجود ہے تاہم گویاں مجھے میری کارنگ چھوڑے آ گیا تھا۔ زملا بھی اس کے ساتھ ہی موجود تھی اور فنانس منسٹر صاحب نے وہیں سے مجھے الوداع کہتے ہوئے کہا تھا کہ کل شام کو چھ بجے یہ میرا انتظار کرے گی۔ میرے طور پر کوئی ایسی بات نہیں تھی جو میرے لیے باعث حیرت ہوئی۔ ارورن شرما نے کارپان سنگھ کی اور اس کے بعد چل پڑا۔

”نہیں“

”ارے کیوں۔؟ تھنک یو کی کیا ضرورت تھی۔؟“

”نہیں بس میری طبیعت کچھ بھاری ہو رہی ہے۔“

”اوہ کچھ جلور۔ میں تمہارا اعلان کروں گی۔ میں نے کہا۔ ارورن شرما نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس وقت اس نے ذرا بیٹھنگ بھی سامنے دیکھتے ہوئے ہی کی تھی شاید میرا ایک اب خراب ہو گیا تھا یا شاید میرے لباس میں کچھ نے تیشیاں پیدا ہو گئی تھیں کوئی سیکنڈ سے بعد میں نے ارورن شرما سے کہا۔

”ہاں آؤ میرے ساتھ، میں نہیں کچھ دو نہیں دین

لیکن پہلے تمہارا مرض تو معلوم ہو جائے، میں اسے سامنے لے لے ہوئے۔ اپنی خواہش میں پہنچ گئی ارورن شرما کچھ مشکل سا نظر آ رہا تھا اور اس کی وجہ میں جاتی تھی اس کوئیپ میں شرکت کرنے، ہنسنے اپنی کم مائی کا احساس ہوا ہوگا۔ اور اس نے سوچا ہوگا کہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو بڑے لوگوں میں شمولیت اختیار کر سکیں اور ہونا بھی یہی چاہیے بہت سے لوگوں کو اگر آپ ضرورت سے زیادہ اہمیت دے دیں تو پھر وہ بھی سر بیٹور ہو جائے گے یہ تیار ہو جائے ہیں اور ہر جگہ اپنی اہمیت کا پرچار کرتے ہیں جبکہ بے حارہ ارورن شرما کے لیے صرف کوئی کی چھار دلواری مخصوص تھی اس چھار دلواری میں وہ ٹوٹیوں کا کٹنا ہی مظاہرہ کرے تھے اس پر اعتراض نہیں تھا۔ لیکن یہاں سے باہر اسے بہر طور میرا ایک با ادب سیکرٹری بنی رہنا چاہیے تھا۔ بعد از دم میں سیکنڈ کے بعد میں نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا اور وہ بیٹھ گیا۔

”ہاں تو اب بناؤ تمہاری طبیعت کب سے خراب ہے۔ میں نے سامنے بیٹھ کر لے لے لے پھلکے دیورات انا لے ہوئے کہا اور پھر اس کی جانب جھک کر بولی۔

”ارورن ذرا یہ میرے بندو بھول دو اور ارورن نے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کر میری پلٹ پر آ گیا اور میں اس کی انگلیاں اپنی پشت پر رکھتی ہوئی غصہ کرتی رہی بند شاہد کچھ زیادہ ہی سخت ہو گئے تھے۔

بہر طور ارورن شرما انہیں کھڑے کی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ میرا لباس ڈھیلہ ہو گیا تھا اور اس ڈھیلے لباس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے سینچال کر دوڑے حصے میں جا کر دوسرا لباس نکالا اور پھر ارورن سے کچھ لمب کی اجازت لے کر اندر چلی گئی۔ بعد میں میرے خیم پر نا بیٹھی ہی ہوئی چاہیے تھی۔ کیونکہ رات کا وقت تھا اور مجھے آرام کرنا تھا۔

واپس آنے کے بعد میں نے الماری سے شراب کی کچھ بوتلیں نکالیں۔ دو گلاس صاف کیے۔ پھر میں نے ان بوتلیوں سے ٹھنڈی ٹھنڈی شراب انڈیل کر ایک عمدہ کاک ٹیل بنائی اور اس کا ایک گلاس ارورن شرما کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ ہر مرض کا علاج ہے پیو۔“

”دوبی جی۔ میں۔ میں۔ میں۔“

”بکرے کی طرح بولنے کی کوشش مت کرو۔ پی جاؤ۔ اور ارون شرما میرے ہاتھ کی تکیہ شراب کی۔ لیکن شراب کی اسے ضرورت تو نہیں تھی کیونکہ میرے لباس کے بندھنوں سے وہ کی بوتلوں کے ٹٹے میں آگیا تھا۔ شراب پینے کے بعد وہ اپنے جلتے ہوئے ہونٹوں کو خشک کرنے لگا۔ پتا نہیں کیونٹ کائیا کیا جل رہا تھا میں نے اس سے کہا۔

”بہتر یہی ہے کہ بھاری طبیعت کو آرام دینے کے لیے ایک فادر کر لیا جائے، چنانچہ اب تم آرام سے جاؤ اور سو جاؤ صبح کو تمہاری طبیعت بالکل ٹھیک ہوگی اور ارون شرما اب کھڑے قدموں سے باہر نکل گیا اور میں آج کی اس تقریب کے بارے میں سوچتی رہی بہت سی باتیں منہلنے والی تھیں، بے چارے فنانس منسٹر صاحب جی، جو فوراً ہی اربہ کے بابے میں تفصیل بنانے بیٹھ گئے تھے، ان کی بیٹی نے توان کی بھابی بھٹا دی تھی اور انہیں میرا بچا بنائے دے رہی تھی میں ایسے چچاؤں کے بارے میں ابھی طرح جانتی ہوں، بل کہ کی تربیت۔۔۔ اوپر کچل کر پور جی یاد آگئے، اوہ۔۔۔ ویسے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ میرے راہنما تھے۔ انہوں نے مجھے اس دنیا میں جینے کے ڈھنگ سکھائے میرے پتا جی تو مجھے فروخت ہی کر گئے تھے، کل کہو رہی اگر چاہتے تو مجھے اپنی زر خرید کی حیثیت دے سکتے تھے لیکن ان کے دل میں بھی دوسرے تصورات تھے اور انہوں نے ان تصورات کے تحت کلم شروع کیا تھا۔ چنانچہ میری اعلیٰ درجے کی تربیت ہوئے گی، اور جیسا کہ میں آپ کو بتا چکی ہوں، مجھے بلیک میلنگ کے ڈھنگ سکھائے گئے، لوگوں سے ملنے جلنے کا طریقہ، اٹھنے بیٹھنے کا رکھنا۔۔۔ انہوں نے میری شخصیت اپنے آپ سے بالکل الگ کر دی تھی اور میرے ذریعہ وہ بہت سے کام لینے لگے انہوں نے میرے حسن و جمال پر خصوصی توجہ دی تھی، اور اس سلسلے میں بہت سے ماہرین میرے حسن کو سنوارنے میں مصروف تھے اور میں ان سے اس دنیا میں جینے کے ڈھنگ سیکھتی جا رہی تھی، یہ سلسلہ چلنے لگتا تھا کہ ابھی تک جاری رہا، بل کہور جی مجھ پر اپنا تسلط قائم رکھنا چاہتے تھے لیکن اب جبکہ

میں اس دنیا سے واقف ہو گئی تھی تو کیا ضرورت تھی کہ میں کل جی کے ساتھ ہی رہتی اور انہیں اپنا سربراہ تسلیم کرتی رہیں خود بھی یہ سب کچھ کرسکتی تھی، چنانچہ ایک شام ایک کلب میں بیٹھ کر انہوں نے جو شراب پی اس میں زہر کی آمیزش تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس آریش کے سلسلے میں کلب کے افراد۔۔۔ نہی گرفتار ہوئے، انہیں سزا نہیں بھی ہوئی۔ لیکن وہ حقیقت یہ کارستانی میری ہی تھی اور میری کارستانی اور جڑوٹی انگلیوں نے اپنی صفائی سے گلاس میں وہ ٹھونڈا سا شراب شامل کیا تھا جو کل جی کے لیے کافی تھا۔ بہر طور کل جی کے پیہ رو ناکیا منی رکھتا تھا اور پھر اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کیونکہ انہوں نے اپنا وہ سب کچھ دیکھ لیا تھا جو انہوں نے میرے ذریعے آج تک کیا تھا۔ چنانچہ میری اس نئی زندگی کا آغاز ہو گیا اس کے بعد کی گہرائی میں، میں نہیں جاؤں گی۔ پتا جی تھے، مانتا جی مکیش تھیں جو مجھے پن بجی کی موت کا حل ہو گیا اور میں بالآخر ایک دن مجھے پن بجی کی موت کا حل ہو گیا اور میں نے نفرت سے ہونٹ سکھوڑ کر زمین پر پڑھوک دیا جس شخص نے اپنے ہاتھوں سے میری ماں کو ہلاک کیا، اور جس شخص نے مجھے فروخت کر دیا اس کے لیے رونا کرنا ہی رکھنا تھا، لیکن اس دنیا سے انعام لینے کے ڈھنگ مجھے ابھی طرح آگئے تھے اور میں جانتی تھی کہ حسن و جمال کو کس شکل میں استعمال کیا جا سکتا ہے اپنے جذبات کی بذرانی کے لیے اگر انسان چند لحظات میں ہلکا ہو جائے تو پھر وہ اپنی گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے کہ ان گہرائیوں سے ابھرنا اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ اگر اپنے وجود کو ایک پراسرار مسموم بنائے رکھا جائے تو پھر بے شمار افراد کی لگا ہوں اس کی جانب منوجہ رہتی ہیں اور میں نے یہی طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ حالانکہ کل کہو نے ہی بار بار چاہا تھا کہ جو لوگ اس کے لیے بہت زیادہ منافع بخش ہوں میں ان کے لیے نژوالہ بن جاؤں۔ یہ میری اپنی ہی کاوشیں تھیں کہ میں نے بھی تنگ ایسا نہیں ہونے دیا تھا لیکن حیات کی بھی عمر ہوتی ہے اور میرے جذبات کی عمر شروع ہو چکی تھی، میرے ذہن میں بھی بہت سے تصورات پیدا ہوتے تھے۔ اور میں کچھ لوگوں کی قربت کو پسند کرتی تھی۔

لیکن میں یہ جانتی تھی کہ جس دن میں کسی کے سامنے اس انداز میں آئی جس انداز میں کوئی چاہتا ہے بس اسی دن سے میرے زوال کا آغاز ہو جائے گا۔ چنانچہ اپنے ان جذبات کو قابو میں رکھنا میرے لیے بہت ضروری تھا۔ اور میں نے اسی میں کمال حاصل کیا تھا یہ تو دوسری بات ہے کہ دل کی گہرائیوں میں آگ سلگ اٹھی تھی اور میں رفتہ رفتہ اس آگ کی عادی ہوتی جا رہی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس آگ سے میں اندر ہی اندر تپ چکی تھی اور میرے دل میں نفرت کے وہ جذبے بدوان چڑھنے لگے تھے جو اپنی شخصیت کو کھونے کے بعد پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر میں سوچتی تھی کہ اگر مجھے بھی ایک اچھی زندگی مل جاتی اور اسی انداز میں مل جاتی، جس انداز میں نوجوان لڑکیوں کو ان کی جوانی کے آغاز کے بعد زندگی دی جاتی ہے تو شاید میں بھی ایک اچھی عورت ہوتی، جب اس دنیا نے مجھے اچھی عورت بننے سے محروم کر دیا تھا تو پھر کیا ضروری ہے کہ اس دنیا سے محبت ہی کی جائے، بہتر یہی ہے کہ اسے اسی کے انداز میں ہینڈل کیا جائے اور اس سلسلے میں میں نے اپنے آپ پر کافی قابو پایا لیکن اس جذبے کی تسکین کے بعد میرے دل میں جو آگ سلگ اٹھی تھی، اس کی تسکین بھی ضروری تھی اور اس کی تسکین اسی طرح ہوتی تھی کہ میں ہمسایہ لگاؤں کو نڈر پاتی رہوں، اور یہ طریقہ کار میرے لیے بہت ہی بہتر ثابت ہوا۔ میں نے اپنے ذہن میں مافکر کھتہ تراشنا جو میرا محبوب تھا اور جو میری ڈھال تھا۔ پس میں اس دنیا سے روشناس ہوئی اور رفتہ رفتہ اپنی حاوی ہو گئی اس پر کہ اب کوئی میرا کچھ بگاڑنے والا نہیں تھا۔ یہ تمام کارروائیاں کرتے ہوئے میں نے انجمن فورس کے لیے چند ارکان منتخب کیے اور یہ میرے لیے بہت ہی سودمند ثابت ہوئے۔ میں اپنے گرد دولت کے انبار لگاتی جا رہی تھی۔ لیکن پھر میں نے یہ بھی سوچا کہ اس دولت کا کوئی نہ کوئی استعمال تو ہونا ہی چاہیے اور اس کے لیے میں دوسرا طریقہ کار اختیار کیا۔ میں نے شہر میں کئی ایسے آئٹم کھولے جن میں بے شمار انسانوں کو سہارا ملے اور اپنی بات تو یہ ہے کہ اس کے بعد میرے دل کو جو تسکین حاصل ہوئی اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ بہر آئٹم میں نے اپنے نام سے

کھولے تھے۔ بلکہ انتہائی عجیب طور پر کام کرتے تھے اور میں ان کی مالی امداد کرتی تھی۔ یہ مالی امداد جن ذرائع سے حاصل ہوتی تھی میں اپنی ذرائع سے انہیں حاصل کر رہی تھی لیکن آئٹم میں جب ان بے شمار لڑکیوں کو بہرست زندگی گزارنے دیکھتی جن کے ساتھ کچھ نہ کچھ ٹپ ہوا ہوتا تھا۔ تو مجھے یوں لگتا جیسے مجھے وہ تمام کھوئی آسمانی مل گئیں جو مجھے اس دنیا نے نہیں دی تھیں۔ یوں میری آمدنی اور خرچ کا تناسب برابر ہونا گیا۔ میں ملک کے گوشے گوشے میں بے اثرم عام کر دینا چاہتی تھی۔ اور اس کے لیے مجھے کسی نام و نمود کی خواہش نہیں تھی۔ اس سلسلے میں نے ایک باقاعدہ طریقہ کار منتخب کیا تھا۔ اس کی تفصیلات میں آپ کو بعد میں بتاؤں گی۔ ہر کام رفتہ رفتہ ہونا چاہیے چنانچہ کل کہو کی کہانی یہاں آکر ختم ہو گئی، اور اس کے ساتھ ہی میرے ماضی کی داستان بھی، ہاں ماضی کی داستانوں میں اگر آپ ان داستانوں کو قصور کریں جو ان لوگوں کے سلسلے میں تھیں جنہیں میں نے اپنا شکار بنایا تو یہ کہانی میں ختم نہیں کروں گی۔ کیونکہ ابھی تو ایسے بہت سے کردار باقی ہیں، اور میں یکے بعد دیگرے ان کے چہروں سے نقاب اٹھاتی رہوں گی بہت سے لوگوں کا تعارف کراؤں گی آپ سے ملنے سے آپ بھی انہیں جانتے ہوں اور ان کے بارے میں بجائے کیا کیا لفظیات رکھتے ہوں لیکن جب میں آپ کو ان کی اصل شکل دکھاؤں گی تو آپ بھی حیران رہ جائیں گے اور سچے، میرے پاس ہر شخص کے خلاف ثبوت موجود ہیں، یعنی جس کے بارے میں میں سوچ کر کچھ بھی کہہ سکتے ہیں لیکن ظاہر ہے آپ کو کیا پڑی کہ آپ ان لوگوں کے بارے میں تصدیق کرتے ہیں۔ تو پھر آپ میری کہانی جاری رکھیے اور اپنی دہلیسیوں کو اس سلسلے کے چکر میں نہ الجھائیے ہم بھر رہے آجائے ہیں جہاں سے کہانی کا سلسلہ لونا تھا، ایک خوشگوار رات کی صبح بھی خوشگوار ہی ہوئی ہے۔ اور مجھے اس دنیا میں اب کوئی غم نہیں رہ گئے تھے۔ مگر وہ تھا اور ان شرابچسبے بے چارے کو رات بھر کا فادر بنا رہا تھا اور صبح کا ناشتا ابھی دیر میں آنا تھا وہ سنجیدہ سنجیدہ سا میرے سامنے

آیا اور پھر اس نے مجھے ناشتہ کی میز پر باقی دن کی تمام تفصیلات بتائیں جن میں میں نے شام چھ بجے فنانس منسٹر سے ملاقات کے بارے میں بھی اسے بتا دیا اس سلسلے میں چند پروگرام ملتوی کرنے پر غصہ تھا اور یہ پروگرام اتنی اہمیت کے حامل بھی نہیں تھے۔ انے فنانس منسٹر کے پاس جا میں تو ہو سکتا ہے بر شام کی چائے کچھ ٹوہیل ہی ہو جائے، ہاں اس سلسلے میں البتہ ذرا دوسری چیز کا انتخاب اہمیت رکھنا تھا۔ ارون ٹرٹا کا ذکر یہاں بے معنی ہے، کیونکہ ہر کردار کو اس کی جگہ رکھنا ضروری ہوتا ہے وہ اس ان لحاظ کے لیے کارآمد ہو تا ہے جب میرے ذہن میں تشکیکات ابھرتی ہیں اور میں کسی کے دل کو سلگانے میں لطف اندوز ہوتی ہوں اور دن مصر و فیات میں گزرا کچھ حسابات پیش کیے گئے تھے، کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی لیکن ملاقات کا آخری وقت ساڑھے چار بجے ختم ہو گیا اور اس کے بعد ہدایات جاری کر دی گئیں کہ اب کوئی بھی آئے یا کوئی ٹیلیفون، ہونو تھے اس کے بارے میں اطلاع نہ دی جائے۔ بہت بڑی شخصیت سے ملنا تھا اور تمام تر ذمہ داروں کے ساتھ ملنا تھا کیونکہ گزاری نعل جی اس سلسلے میں بہت پریشان تھے اور ان کے کام کو زیادہ بہت نہیں کیا جاسکتا تھا چنانچہ ٹھوڑی سی جلد بازی بھی کرنی پڑی۔ ارون ٹرٹا کو یہ ہدایات دینے کے بعد میں نے ٹھوڑی دیر انتظار کیا اور اس کے بعد ٹیلیفون کا ریسورٹ تھا کہ انجمن فورس کی ایک رکن کو کال کرنے لگی ٹھوڑی دیر کے بعد اس سے رابطہ قائم ہو گیا تو میں نے اس سے پوچھا۔

”ممبر سات۔ نئے انکم ٹیکس کشمر کرپان سنگھ جی کے بارے میں کچھ جانتی ہو۔“

”میدم ابھی چند روز قبل غمخیز بننے کرپان سنگھ جی کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں تو میں بھی ان کے ساتھ تھی۔“

”یہ تو بہت اچھا ہوا۔ میں غمخیز سات ابھی کرپان سنگھ جی کے بارے میں ہمیں مزید تفصیلات درکار ہوں گی۔ چنانچہ تم ان کی مسلسل کھوج میں رہو اور آج تمہیں ٹھیک ساڑھے پانچ بجے کرپان سنگھ جی کو جہاں بھی وہ مل سکیں، ٹیلیفون پر کال کرنا ہے اور فنانس منسٹر کی

پرنٹل سیکریٹری کی حیثیت سے انہیں ہدایت کرنی، میں کرٹیک سات بجے وہ فنانس منسٹر کی کوٹھی پر پہنچ جائیں ایک انتہائی اہم اور ضروری کام ہے، ان سے کچھ دینا کہ اس سلسلے میں مزید کوئی سوال نہ کیا جائے بہت ہی اچھری سلسلہ ہے، کرٹیک سات بجے انہیں فنانس منسٹر کی کوٹھی پر ہونا چاہیے۔“

”بہت بہتر میڈم، غمخیز سات نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے ریسورٹ رکھا ہی تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی دوبارہ بج اٹھی میں نے اس تصور کے ساتھ کہ ہو سکتا ہے غمخیز سات کوئی بات بھول گئی ہو، ریسورٹ اٹھا کر کان سے لگا یا تو دوسری طرف سے نرملا کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو۔ میڈم کوٹھل کاری سے بات کرنی ہے۔“

میں نے خون پر نرملا کی آواز پہچانی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ہیلو۔ نرملا میں ابھی لول ری ہوں۔“

”اوہ۔ دیدی آپ کی گیارہویں ہیں۔؟“

”کچھ نہیں۔“

”بھول گئی کیا ہے؟“

”کیا۔؟ میں نے سوال کیا۔“

”ہم سب آپ کے سواگت کی تیاری کر رہے ہیں۔“

”سب کون۔؟“

”میں، مینا جی اور عمارے دوسرے گھر والے۔“

”تو پوچھ لے کر کرنا چاہیے۔؟“

”آپ کو وقت پر پہنچنا پورا رکھنا چاہیے۔ نرملا نے کہا اور منہ بڑی میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کو پال کو نہیں بلایا۔؟“ نرملا فون پر ہری شرما کی کہنے لگی۔

”کو پال کو کیسے بلا سکتی تھی، مینا میرے ابھی بتا جی سے ان کا کوئی براہ راست واسطہ نہیں پڑا۔“

”واسطہ تو پڑنا ہے نرملا۔“

”مجھے کیا جب میری بڑی دیدی موجود ہیں تو اب سارے مسائل وہ خود ہی حل کر سکیں گی۔“

”ہاں۔ ہاں کیوں نہیں بالکل یقیناً حل کر دیں گی۔“

”بس میرے نے یاد دلانے کے لیے آپ کو فون کیا

تھا۔ دیدی بتا جی بھی آپ کے لیے بہت بے چین ہیں۔“

”میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بولی۔

”ارے ہاں۔ نرملا تمہاری مانتا جی سے بھی ملاقات نہیں ہوئی کیا وہ بہت زیادہ گھر، بلوغاؤں ہیں۔؟“

”نہیں دیدی وہ ہیں کہاں۔؟“

”کرپا مطلب۔؟“

”انہیں فون کرنے ہوئے بھی بارہ سال گزر گئے۔“

”ارے۔ وہ معاف کرنا مجھے بہت معلوم ہی نہ تھی میں نے نرملا سے کہا۔

”تو پھر آپ ٹھیک وقت پر پہنچ رہی ہیں نا دیدی۔“

”ہاں کیوں نہیں۔“ میں نے کہا اور نرملا نے فون بند کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ یوں بہت ہی اچھی بات ہے فنانس منسٹر صاحب کھڑکھڑا کے آوی معلوم ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے ہر طرف پہنچ جاتے ہوں گے ان کی یہ توجہ بھی میرے لیے بڑی قیمتی تھی۔

مقررہ وقت پر میں باہر نکل آئی۔ آج لیے جارہے ارون ٹرٹا کو ساتھ نہیں لیا تھا۔ خواجوا احساس کمزوری کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کے بعد خواجوا نے اس کی اداس صورت پر دشت کرنا پڑتی ہے اس کے چہرے کی ٹھنکی ہی تو میری پسند کا باعث بنی تھی اور ویسے بھی وہ ساڑھے پانچ ماہ گزار چکا تھا۔ دیکھنا یہ تھا کہ کتنے دن تک چل جاتا ہے۔ ویسے ابھی تو اس سے میرا دل نہیں بھرا تھا۔ اس نے کوئی ایسی حرکت بھی نہیں کی تھی جو میرے لیے ناقابل برداشت ہوئی، چنانچہ میں نے اس مسئلے میں اسے کچھ ہی رہنے دیا اور ڈرا بھر کو ساتھ لے لیا، ٹھوڑی دیر کے بعد میری کار فنانس منسٹر کی عالی شان کوٹھی کی جانب جارہی تھی اور پھر میں وہاں پہنچ گئی مین دروازے پر تین تین سمنٹوں کو شاید میرے بارے میں اطلاع دے دی تھی کیونکہ انہوں نے بڑے ادب سے میرے لیے دروازہ کھولا اور میری کار اندر داخل ہو گئی، چائے کا انتظام خوبصورت لان پر ہی کیا گیا تھا اور مجھے اس بات کا یقین تھا کیونکہ یہ لان انتہائی خوبصورت تھا اور اس کے بعض گوشے بڑی رومانی حیثیت رکھتے تھے۔ ایسے ہی ایک گوشے میں چو ایک نصف دائرے کی شکل میں پھولوں سے گھرا ہوا تختہ لکھن میر لگی ہوئی تھی اور وہیں فنانس منسٹر صاحب معز نرملا

کے موجود تھے، دونوں ہی میری جانب بڑھ آئے اور میں کار سے اتر کر ہاتھ جوڑتی ہوئی ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ نرملا نے میرے خسار کو بوسہ دیا تھا اور فنانس منسٹر نے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا۔

”آپ کو ٹھیل دہلیوی یا انہوں نے کہا اور مجھے اس سمت لے گئے۔“

”ارے۔ یہاں تو آپ دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔“

”کیوں آپ نہیں ہیں۔“ فنانس منسٹر نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”صرف میں ہی ہوں۔“

”آپ صرف کہاں ہیں۔ دہلیوی جی۔ آپ تو ایک جسم نرم، میں آپ کے آنے کے بعد چرائوں میں رہتی کہاں رہتی ہے اور میں نے کسی بھی دھندلے چرچے کا بدولست نہیں کیا۔“

”ارے واہ۔ آپ تو شاعر بھی ہیں۔“

”ہوں نہیں میں کبھی کبھی ہو جاتا ہوں، فنانس منسٹر بہترین جملے یاد کر کے بیٹھے ہوئے تھے۔ نرملا نے مجھے کرسی پیش کی اور میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”واقعی مجھے حیرت ہوئی ہے، میرا خیال تھا آپ نے چائے پر دوسرے لوگوں کو بھی بلایا ہو گا۔“

”ذاتی محفلوں میں دوسروں کو تو نہیں بلایا جاتا میں نے یہ ذاتی محفل رکھی ہے آپ سے ملاقات کرنے کے لیے اب ظاہر ہے اس میں دوسروں کی بھلا کہا گنجائش ہوسکتی ہے۔“ میں ہنسنے لگی تھی۔ میں نے کہا۔

”اب لوگوں نے مجھے جواہریت اور عزت دی ہے میں اس کے لیے آپ کی جے شکریہ گزارا ہوں اور کچھ میں نہیں آتا کہ میں اس عزت کی سختی کیسے ہوئی۔“

”یہ آپ کمرٹھی سے کام لے رہی، میں دیدی۔ آپ میری بڑی بہن ہیں کیا سمجھیں۔“

”بھئی یہ رشتے مجھے بڑے عجیب لگتے ہیں۔ بہن وہ ہوتی ہے جو ماں جانی ہو اور کوٹھل دہلیوی تہاری ماں جانی نہیں ہے۔ دوستی کا رشتہ زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔“ فنانس منسٹر جی نے کہا اور میرے پیٹ میں ایک قبضہ بھول اٹھا۔ فنانس منسٹر صاحب اپنی پوزیشن

صاف کر رہے تھے ظاہر ہے نرملا اگر مجھے بہن بنالیتی تو وہ خود بخود دبے بڑے ہو جاتے اور اس معاملے میں وہ ایک دن پہلے ہی اعتراض کر چکے تھے، میں نے ہنسنے کہا۔

”یاں نرملا اس میں کوئی شک نہیں ہے، ہم جذباتی ہو کر رشتے تراش لیتے ہیں، لیکن برائے جوتے محسوس ہوتے ہیں جبکہ دوستی کا رشتہ سب سے بچا لگتا ہے۔ کیوں مر آپ کا کیا خیال ہے؟“

”مر، فنانس منسٹر نے جیت سے مجھے اور نرملا کو گھوسے ہوئے کہا اور نرملا ہنس پڑی۔

”دیدنی آپ میرے پتا کو الکل بابہ کچھ اور کیوں نہیں کہتیں؟“

”بھئی یہ تو زیادتی کر رہی ہو نرملا، منسٹر صاحب شکل سے الکل لگتے ہیں تمہیں ہاچھے خاھے لیوان آدی ہیں تم نے انہی بڑی ہو کر ان کی پوزیشن خراب کر دی ہے ورنہ کوئی ان کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ ایک اتنی بڑی بیٹی کے باپ ہوں گے، منسٹر صاحب کا خون سروں پر بڑھ گیا تھا اور ان کے چہرے پر جوانی کی سرخی جھلکنے لگی تھی نرملا نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں ہے، میرے پتا کو لوگ بالکل جوان کہتے ہیں اور واقعی اس بات پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم دونوں باپ بیٹی ہیں“

”میں بھی یہی کہہ رہی تھی، بہر طور میرے ان الفاظ نے فنانس منسٹر صاحب کو مطمئن کر دیا تھا اس کے بعد وہ کہنے لگے۔

”بھئی نرملا جاؤ جانے کا بندوبست کرو“

”جی ہاں، نرملا نے کہا اور اٹھ کر چلی گئی میں نہیں سمجھتی تھی کہ نرملا فنانس منسٹر کے کسی منصوبے میں بھی شریک تھی یا پھر یہ صرف ایک محسوسیت تھی جس کی وجہ سے وہ خود ہی جانے کا بندوبست کرنے چلی گئی تھی، فنانس منسٹر صاحب نے مجھ سے کہا۔

”آپ نے میرے بارے میں جو کچھ کہا اس میں توجہ نہ آپ کا اپنا احساس بھی شامل ہے یا صرف اخافا ہی“

”میں نے آپ کے بارے میں کہا ہی کیا مر؟“

”پھر مر میں نے تم سے کہا نا کہ میں مر نہیں ہوں

مر ہینک میں دوسروں کے سامنے ہوتا ہوں لیکن بھر وہی بات دہراؤں گا کہ یہ جی محفل ہے“

”تو پھر میں آپ کو کیا کہوں۔؟“

”میرا نام جتندر نام تھا ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ مجھے جتندر جی کہہ سکتی ہیں“

”جھپک ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے اگر آپ کی شان میں گستاخی نہ ہو“

”کوئٹل دیوی۔ بعض لوگوں کے سامنے انسان کی شان کچھ نہیں رہتی آپ ان میں سے ہیں جو ایک ہی نظر میں آنکھوں کے راستے دل میں انرجانی میں بچائے کیوں آپ سے بڑی اپنا جوت محسوس ہونے لگی ہے“

”اس کے لیے میں آپ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ میں نے کہا۔

”آپ نے مشاغل کیا ہیں۔؟“

”بیس سوئٹل ورک کرتی ہوں اور جیتی ہوں۔ کچھ جا بجا دیریں ہیں کام چل رہا ہے“

”تنہا زندگی ہے آپ کی۔ آپ کے بقی دیو؟“

”نہیں ہیں۔؟“

”کیوں۔؟“

”اس لیے کہ میں نے شادی نہیں کی“

”ارے وہ کیوں؟ فنانس منسٹر صاحب نے کہا اور میں مسکرا دی پھر میں نے کہا۔

”یوں لگتا ہے جتندر جی جیسے آپ آج کے بعد مجھ سے کبھی ملاقات نہیں کریں گے“

”وہ کیوں؟ منسٹر صاحب حیرت سے بولے۔

”اس لیے کہ ساری باتیں آپ آج ہی پوچھ لے رہے ہیں۔ کل ہمارے پاس گھٹکھو کے لیے کھانا ہوا تھا، جواب میں منسٹر صاحب نے ایک ہنسنے لگا اور بولے۔

”یہ تو بالکل سچ کہا آپ نے، محفوظی محفوظ رہیں ہوں گیں، تو لطف بھی آئے گا اور آپ مجھ سے ملتی رہیں گے۔

”آپ تہ ہو کر آج کے بعد آپ مجھے بھول ہی جائیں گے“

”آپ بھول جانے کی چیز نہیں ہیں مجھے تو نہیں“ میں نے کہا۔

”اوہ۔ شکر ہے۔ بے حد شکر ہے۔ ویسے آپ اپنے سوئٹل

ورک میں ہمیں متربک کر لیں، کچھ ذمہ داریاں ہم بھی ڈالیں ایسے سب تک، پھر اچھا لگائی داریاں کی زیادہ انگلو نہ ہو سکی نرملا نے بھی شاید واپسی میں کچھ جلد بازی کی تھی اس کے پیچھے آدھے درجن ملازم آ رہے تھے اور اس کے بعد ملازموں نے ناشتے کی میز سجانا شروع کر دی۔

”آپ نے مجھے صرف جانے پر بلا یا تھا جتندر جی“

”تو صرف یہ جانے ہی تو ہے۔ بھئی نرملا تمہاری دوستی

تو بڑے کام کی چیز نہیں سنا ہے بہت بڑی سوئٹل ورک، میں کچھ سوئٹل ورک، ہمارے دل سے بھی کر لیا کرو اور ہاں کوئٹل دیوی آپ سے ہیں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف لفظی نہیں ہے کسی مسئلے میں اچھے جائیں تو مجھے ضرور یاد دہانیے گا“

”کیوں نہیں۔ اب یہ بات دہرانے کی کیا ضرورت ہے، ویسے آپ بہت معروف ہوئے ہیں۔ جتندر جی

ظاہر ہے آپ کی ذمہ داریاں معمولی تو نہیں ہیں ویسے حالات کیوں اگر آپ کو ہریشان کر دیں گی تو مجھے خود بھی اس کا احساس ہو گا“

”پھر وہی خیریت کی باتیں۔ جینا بھی تو ہے میں بھی اور جینے کے لیے بھرا اپنے ضرور درکار ہوتے ہیں“

فنانس منسٹر صاحب نے کہا، باتیں کرنے کرنے کافی دیر ہوئی تھی اور مجھے سات بجے کا انتظار تھا کہ پان سکھ جی واقعی پورے سردار کی تھے، کیونکہ ٹھیک سات بجے ان کی کار آمد آگئی تھی اور فنانس منسٹر صاحب چونک کر بولے تھے۔

”ارے یہ کہ پان سکھ جی اس وقت کہاں سے آگئے؟“

میں خاموش ہوئی تھی، کہ پان سکھ جی اگر فنانس منسٹر صاحب کے سامنے آئے اور انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر بہر نام کیا۔

”آئیے۔ آئے کہ پان سکھ جی بڑے اچھے وقت پر آئے ہیں جانے کیا ہے۔ مگر آپ کا اچھا آئیاری

تھ میں نہیں آیا“

”جی مر اچھا پان سکھ جی تعجب سے بولے۔

”ہاں۔ پہلے سے آپ کی آمد کی اطلاع نہیں تھی“

”بیٹھے ان سے نیلے آپ تو انہیں جانتے ہوں گے“

”جی نہیں۔ تم نہیں نہیں جانتا۔ کل البتہ پارٹی

میں دیکھا تھا“

”بہت بڑی سوئٹل ورک، ہماری اپنی ہیں ہیں سمجھ لیجئے کہ آپ ایک ہی گھر کے افراد سے مل رہے ہیں نام ہے ان کا کوئٹل دیوی آپ سے ہیں یہ کہ پان سکھ جی اگر کوئٹل دیوی آپ سے ہیں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف لفظی نہیں ہے کسی مسئلے میں اچھے جائیں تو مجھے ضرور یاد دہانیے گا“

”کیوں نہیں۔ اب یہ بات دہرانے کی کیا ضرورت ہے، ویسے آپ بہت معروف ہوئے ہیں۔ جتندر جی

ظاہر ہے آپ کی ذمہ داریاں معمولی تو نہیں ہیں ویسے حالات کیوں اگر آپ کو ہریشان کر دیں گی تو مجھے خود بھی اس کا احساس ہو گا“

”پھر وہی خیریت کی باتیں۔ جینا بھی تو ہے میں بھی اور جینے کے لیے بھرا اپنے ضرور درکار ہوتے ہیں“

فنانس منسٹر صاحب نے کہا، باتیں کرنے کرنے کافی دیر ہوئی تھی اور مجھے سات بجے کا انتظار تھا کہ پان سکھ جی واقعی پورے سردار کی تھے، کیونکہ ٹھیک سات بجے ان کی کار آمد آگئی تھی اور فنانس منسٹر صاحب چونک کر بولے تھے۔

”ارے یہ کہ پان سکھ جی اس وقت کہاں سے آگئے؟“

میں خاموش ہوئی تھی، کہ پان سکھ جی اگر فنانس منسٹر صاحب کے سامنے آئے اور انہوں نے دونوں ہاتھ جوڑ کر بہر نام کیا۔

سماٹ لاکھ روپے میں خریدی تھی۔ اور جسے میں فروخت کرنا چاہتی تو اس کے مجھے کروڑوں مل سکتے تھے لیکن پھر بھی یہ اصول کی بات تھی اور کم از کم میں اس قدر بے اصول نہیں کر سکتی تھی کہ کلکاری محل کا کام بھی نہ ہو اور میں اس کی زمین بھی بیٹھا لوں۔ اب مجھے سو فیصدی آمدنی تھی کہ کرپان سنگھ کی کوٹوالوں میں کرپان سنگھ کی چکر آئی۔ بے چارہ بھائی نہیں۔ بے چارہ کہ نہ ملا کی سالگرہ والے دن کرپان سنگھ کی نے مجھے جھنڈا رانٹھ کے ساتھ دیکھ لیا تھا لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ اہمیت نہ دی ہو تو مجھے درکار تھی۔ لیکن آج کے بعد یہ ناگن تھا کہ کرپان سنگھ کی نے مجھے ذہن سے لگاں دیں۔ بس اسی طرح میں اتنا ہی جاہلی تھی۔ اور اب وہ وقت آگیا تھا کہ میں کرپان سنگھ کی سے کلکاری کا کام کر لوں۔ کلکاری محل سے اب فوری ملاقات ضروری تھی شیطان کا نام ذہن میں آئے اور شیطان دور در دورہ جانے لگا تو ایسا نہیں ہونا کوئی بھی داخل ہوئی تو کلکاری محل کی کلکاری ہوئی۔ دیکھی ڈانگ روم میں بیٹھ مجھے ملازم نے اطلاع دی تو میں سیدھی ڈانگ روم میں پہنچ گئی اور پھر کلکاری محل نے مجھے دیکھا پھر اس طرح سہ پھار دیکھا ہو گیا جیسے کوئی بڑا دیکھ لیا ہو اور اس کے۔ مجھ سے اجازت لیے بغیر بیٹھ گئے۔ میں ان کی اس اٹھک بیٹھک کو دیکھ کر دلچسپ لگاؤں سے دیکھتی ہوئی ان کے سامنے بیٹھ گئی اور میں نے مسکرا کر کہا۔

”مجھے کلکاری کی کیا ہو گیا آپ کو خبر بہت سے نہیں؟“
 ”خبر بہت سے ہوتے تو اس طرح پریشان نظر آتے“
 آپ کو ہم تو رسم تو دہلی کی بس؟“
 ”ارے ارے پھر کچھ ہو گیا کیا۔؟“
 ”کچھ نہیں ہوا دن کا چین اور رات کی نیند بس حرام ہیں۔ بہت بڑا معاملہ ہے دہلی کی آپ کے لیے ہوسکتا ہے انی اہمیت کا حامل نہ ہو لیکن آپ سمجھتی ہیں کہ ہم نے اس سلسلے میں جو قربانی دی ہے وہ ہمارا ہی دل جانتا ہے۔“

”کون سی قربانی کی بات کر رہے ہیں آپ کلکاری محل کی۔؟“ میں نے پوچھا۔
 ”ارے دہلی کی اس بارے میں پوچھنا بے کار ہے تمہیں خود بھی اندازہ ہو گا کہ وہ نہیں بھگوان کی سرکند

دل سینے کی جھونپڑی سے باہر نکل گیا ہے۔“
 ”آپ بہت پچھلے آدمی ہیں کلکاری محل کی غلے اننا بڑا کاروبار آپ کیسے چلا رہے ہیں اگر آپ نہیں تو کل میں وہ تمام کاغذات آپ کو واپس کر دوں اس کے بعد آپ جائیں اور آپ کا کام۔“
 ”نہیں دہلی کی، ہمارا یہ مقصد نہیں تھا بس ہم تو اس کے لیے پریشان ہیں کہ اگر وہ انکم ٹیکس کمشنر زمانا نوکریا ہو گا۔؟“
 ”آپ جہنم میں چلے جائیں گے کیا سمجھتے ہیں؟“
 میں نے غصیلے لہجے میں کہا اور کلکاری محل کی منہ پھارے مجھے دیکھنے لگے۔ ان کا سانس تیز تیز چلنے لگا تھا۔

”میری سچ میں نہیں آتا آپ کیسے سودا کاری کرتے ہوں گے آپ تو ہر وقت پریشان ہی رہتے ہوں گے جب میں نے آپ سے کہہ دیا کہ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا تو آپ کو انتظار تو کرنا چاہیے اگر آپ کوئی دوسرا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیں تو مجھے اب بھی اعتراض نہیں ہے۔ میں آپ کے لیے جانی سخت کر رہی ہوں شاید میں نے کبھی کسی کے لیے انی محنت نہیں کی لیکن اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ غلطی کر رہی ہوں آپ تو جانتے کہاں کہاں یہ کہاں نہ منائے پھر میں نے کیا کیا؟“
 ”ارے نہیں ہماری ہی کہاں سے کیا کیا سنائیں گے ایسی بات تو بالکل نہیں ہے دہلی کی منکر بس ہماری پریشانی کا کچھ خیال کریں آپ۔“

”آپ بالکل ہی بے وقوف آدمی ہیں۔ کلکاری محل کی آپ تو بڑے سمجھداریہ نہیں نظر رہا آپ کا کام کونسی ہوں لیکن اب میرا خیال چاہتا ہے کہ میں اس کے دھبے کو خود ہی مٹا دیتے کروں اور ایک بات کا تو میں فیصلہ کر چکی ہوں کہ آئندہ آپ کے لیے مجھے کچھ نہ کروں گی۔“
 ”ناراض نہ ہوں دہلی کی بھگوان کے لیے ناراض نہ ہوں آپ۔ ہوں مجھے لہجے کہ یہ ایک پریشان آدمی کی پریشانی ہے۔“

”تو پھر آپ یوں کریں کہ ایک جتنا بنائیں اور اس میں بیٹ جائیں ساری پریشانی آپ کے ساتھ چل کر جہنم ہو جائیگی۔“
 ”آپ کو بھگوان کا واسطہ بس، میں یہ بنا دیکھ کر ہمارا

یہ کام کب تک ہو جائے گا۔؟“
 ”ایک ہفتہ پچھ جینے اور چھ سال بھی لگ سکتے ہیں اس میں اگر آپ تیار ہیں تو اسے میرے حوالے کریں ورنہ قصہ ختم کریں اور ایک بات اور سن لیجئے آپ کے بارے میں کرپان سنگھ کی کو مفصل معلومات فراہم کر دی جائیں گی اور یہ بتا دیا جائے گا کہ اس سلسلے میں آپ کیا بھاگ دوڑ کر رہے ہیں پھر سے میں عجیب کوئی نہیں آپ مجھ میں نہیں آتا اس قسم کے لوگوں سے آپ کا واسطہ بڑا ہے۔ میں کچھ کوئی اور کلکاری محل کی کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو گیا۔

”آپ تو ناراض ہو گئیں دہلی کی ہم نے یہ کب کہا تھا؟“ وہ لڑنے لہجے میں بولے۔
 ”تو پھر کلکاری محل کی آپ مجھے اگر مزید غصہ نہیں دلا نا چاہتے تو فوراً یہاں سے چلے جائیں اور جب تک میں دوبارہ آپ کو نہ طلب کروں آپ نہ آئیں اور اگر آپ تو اس بات پر بہتر قسم نہیں ہے تو میرے اور آپ کے بیچ تو صرف ایک معاملہ ہے اب اسے جب چاہیں ختم کر سکتے ہیں میں کبھی کسی کا کوئی وعدہ نہیں کرتی۔“

”ارے نہیں نہیں حار ہے، میں ہم بس ذرا سا اطمینان کرنے آئے تھے آپ ناراض نہ ہوں، ہم جارہے ہیں۔“
 ”اور اس وقت تک نہیں آئیں گے جب تک کہ میں خود آپ کو نہ بلاؤں۔“

”نہیں آئیں گے؟“ کلکاری محل کی آٹھ کروڑوں کی جانب بڑھ گئے اور میں نے انہیں بالکل نہ روکا مجھے بھی غصہ ہی آگیا تھا کافی دیر تک میں کلکاری محل کی کے بارے میں سوچتی رہی اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ آئندہ اس سلسلے میں مداخلت نہ رہے گا پھر کام کرنے بیٹ گئی اور اس کے بعد ذہن کو معتدل کرنے کے لیے جھنڈا رانٹھ کے بارے میں سوچنے لگی رات کو گہری نیند سوئی تھی دوسری صبح کے معمولات میں اس کے توں مجھے آج اردن منظر نے بھی کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ پورا دن پرسکون گزرا اور دوپہر کو پورا کا پھیلاؤ آیا اور اس نے پوچھا کہ کیا میں رات کو بھی کلب آئی ہوں کلب جالے گا پھر وگرام مٹا اس لیے

میں نے اس سے کہہ دیا کہ آری ہوں رات کو کلب میں گویا اور مزمل سے ملاقات ہوئی دونوں ہی بڑے خاص نظر آ رہے تھے گویا کو بھی یہ خوشی تھی کہ ان دو ملاقاتوں میں بھی میں نے زملا کو یہ نہیں بتایا کہ گویا کی میرے چکر میں رہ چکے ہیں بہ طور یوں معمولات کرنے رہے اور کئی دن ہوئے اس کے بعد میں نے اس سلسلے میں دوسرا قدم اٹھایا یعنی نے مجھے نئی اطلاعات فراہم کی کہ میں کرپان سنگھ کی کے بارے میں نہیں اس نے مجھے دوسرے ہی دن بتا دیا تھا کہ کرپان سنگھ کی کی تفصیلات کیا ہیں اور یہ تفصیلات میرے دن کی تفصیلات سے مختلف نہیں تھیں ہاں صرف اتنا سا اضافہ ہوا تھا کہ اگست کی سٹائٹس تاریخ کو کرپان سنگھ کی کی بیٹی کا ہجرت نکل آیا ہے۔ یعنی اس کی شادی ہوئے والی ہے با اطلاع عام لوگوں کے لیے تو کوئی اہمیت رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو لیکن میرے لیے اہمیت رکھتی تھی اور فرشتوں کی فوج کو میں نے ہوشیار کر کے ایک نیا پیغام پہنچا دیا۔ اور وہ لوگ اس کام کی انجام دہی کے لیے تیار ہوئے چنانچہ ایک دن سچ میں گزرا اور دوسرے دن صبح کے اخبارات میں، میں نے وہ خبر دیکھ لی جس کے لیے ایجنٹ فورس عمل میں آئی تھی۔ انکم ٹیکس کمشنر کرپان سنگھ کی کے ہاں ڈاکہ پڑا تھا اور ڈاکو ان کی بیٹی تھا سارا جہیز لوٹ کر لے گئے تھے اور ساتھ میں ایک بڑی رقم بھی جو کرپان سنگھ کی کے بڑی زندگی کی کمائی کے طور پر جمع کی تھی اور جو انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے مخصوص کر رکھی تھی۔ یہ رقم بینک میں نہیں تھی بلکہ گھر پر ہی تھی اور اس بارے میں مجھے اطلاع دل چکی تھی۔ ایجنٹ فورس کے ارکان نے مجھے کرپان سنگھ کی کی کوٹھی سے حاصل شدہ تمام چیزوں کی فہرست مہیا کر دی تھی۔ بہ طور یہ خبر اخبارات کے ذریعے جھنڈا رانٹھ کی اور میرے لیے بھی یہ ضروری ہیں مٹا کہ کوئی ایسا کام کرتی جس سے کسی بھی طور مجھ کو کوئی شہ یوتا۔ اس دوران مزمل سے ملاقات ہوئی رہی اور فنانس منظر صاف خوب تھی سے غریب دوسرے پر گئے ہوئے تھے اس لیے ان کے ذریعے زیادہ ذہنی پریشانی کا شکار نہ ہونا پڑا اور صورتحال میرے حق میں کافی بہتر بنی

پھر اسی شام نرملہ سے کلب میں بھی ملاقات ہوئی اور گوبال اور نرملہ بہت دیر تک جگہ سے باہیں کرتے رہے۔ نرملہ نے بتایا کہ اس نے فنانس منسٹر صاحب کو گوبال کے بارے میں تفصیلات بتا دیں ہیں اور اب اس سلسلے میں اس بات کے امکانات ہیں کہ فنانس منسٹر صاحب گوبال کو طلب کریں۔ نرملہ نے کہا۔
 ”ویدی پتہ چاہے غیر ملکی دورے سے واپس آجائیں گے تو آپ کی ان سے ملاقات ہوگی اور میں اس بات پر یقین رکھتی ہوں کہ آپ میرے حق میں راستے ہموار کریں گی۔“

”کیوں نہیں نرملہ کیوں نہیں؟“
 ”اس کے علاوہ ویدی گوبال سے بھری کچھ اور باتیں بھی ہوتی ہیں، میں کیوں گوبال ہٹلے میں کوئی ہرج توڑ نہیں ہے۔“

”اب گوبال جیسے لوگ کھلا سا گہرا پھر لو۔“
 ”نہیں نہیں بھلا کوئل دلو کی گے اور ہمارے درمیان کون سی بات چھی ہوئی ہے جو ہم ان سے چھپانے کے؟ گوبال کے انداز سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اچانک نرملہ کے اس انکشاف سے وہ بدحواس ہو گیا ہو۔ میں بھی گہری نگاہوں سے نرملہ کو دیکھ رہی تھی تاہم میں نے سسکلے ہوتے کہا۔

”کیا انکشاف کیا ہے گوبال جی نے؟“
 ”ویدی یہ بتائیے مانتھ کھتہ کون تھے؟“
 ”اوه میں نے گہری سائنس لی اب اس کے بعد چہرے پر اداسی کے تاثرات طاری کرنا تو ضروری تھے میں نے نرملہ سے کہا۔

”کیوں نرملہ گوبال نے کیا بتایا ان کے بارے میں نہیں۔“
 ”یہی ویدی کہہ رہی تھی کہ آپ کے بچپن کا پیار تھا اور بعد میں مر گئے اور اس کے بعد آپ نے اپنے آپ کو ان کے نام پر مخصوص کر لیا۔“

”نہیں نرملہ میں نے اپنے آپ کو مانتھ کے نام پر مخصوص نہیں کیا بلکہ میرے دل میں وہ ساری امکنگیں مرگئیں جو کسی تصور کو جنم دیتی ہیں۔“
 ”دیکھیے ویدی! میں آپ کے اندر کچھ تبدیلیاں

لانا چاہتی ہوں۔“
 ”نرملہ میری زندگی کا سب سے کمزور پہلو ہی ہے میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہیں اس سلسلے میں معلوم ہو اگر میں چاہتی تو خود بھی تمہیں کچھ بتا سکتی تھی تم اب میرے لیے معمولی چیزیں تمہیں رکھیں لیکن کچھ ایسی پریشانی ہے کہ میں اس سلسلے میں کسی کو بھی اپنا نزدیک کار نہیں کر سکتی گوبال کو یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ اس طرح معلوم ہوئی، یہی تم گوبال ہی سے پوچھ لینا میں یہ نہیں چاہتی کہ یہ عام ہو جائے۔ اب میرے سینے میں مانتھ کھتہ آج بھی زندہ ہے اور جب بھی میں حرکت ہوتی ہوں تو صرف وہی میرے نزدیک ہوتا ہے اس کا تصور مجھے وہ تمام روحانی خوشیاں پیش دیتا ہے جس کی طلب کسی کو ہو سکتی ہے۔ نرملہ میں نے انداز میں تبدیلی پیدا کر کے مانتھ کھتہ کو اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کر سکتی۔ وہ ایک بار مر چکا ہے میں دوبارہ اسے نہیں مارنا چاہتی اور اپنے دوستوں سے میں یہی توقع رکھتی ہوں کہ وہ میرے محبوب کو زندہ رکھنے دیں تمہاری کچھ کوششیں اگر اس سلسلے میں صرف وہی نہیں تو میں سمجھ لو کہ میں مانتھ کھتہ کے قاتلوں کی چیخنت سے یاد کروں گی۔ نرملہ کانپ کر رہ گئی تھی اس نے افسردہ لہجے میں کہا۔

”نہیں دیوی میرے من میں یہ تو نہیں ہے۔“
 ”تو پھر نرملہ اس خیال کو ہمیشہ کے لیے دل سے نکال دو؟ گوبال ہکلائے لگا تھا۔
 ”وہ پس کوئل دلو کی الغافہ طور پر نرملہ ایک بات کہہ رہی تھی تو میں نے انہیں یہ اطلاع دے دی اس میں میرا کوئی دوش نہیں ہے۔“

”کیا بات کہہ رہی تھی نرملہ؟“
 ”ویدی میں آپ کو نہیں بتاؤں گی گوبال تم جی نہ بتانا۔“
 ”ہوں تو یہ بات ہے تھیک ہے میں جا رہی ہوں میں نے کہا۔

”ارے نہیں ویدی بس وہ بہت بڑی بات ہے لیکن اس میں میرا دوش نہیں تھا اس میں بس سچے جذبے تھے ویدی مجھے معاف کر دیجیے۔“
 ”بات کیا تھی؟“

”ویدی میں نے سوچا تھا کہ بیا کی خاموش زندگی میں اگر آپ شامل ہو جائیں تو پھر پھر نرملہ زندہ ہو سکتے ہیں بارہ سال ہو گئے میری ماں کو مرے ہوئے میں بہت چھوٹی تھی اس وقت۔“
 ”سے میں ماں کے سامنے سے محروم ہوں اور ویدی اس کے بعد میں نے یہ سوچا بھی نہیں کہ میری کوئی دوسری ماں آجائے۔ یہاں بھی ہمیشہ فحاشیت پھرتی رہی اور انہوں نے کبھی اس طرف توجہ نہیں دی لیکن ویدی جس طرح بیا کے مل کر خوش ہونے میں میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ اگر بیا کی زندگی میں آپ شامل ہو جائیں تو شاید وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خوشیاں اپنا لیتے، میں خاموشی سے نرملہ کو دیکھتی رہی نرملہ نے بھہر کہا۔

”دراصل ویدی میں اپنے جیون کے بارے میں سوچتی ہوں اگر گوبال سے میری شادی ہو گئی تو اس کے بعد مجھے گوبال کے گھر چلا جانا پڑے گا اور اس کے بعد پھر بالکل الگ رہ جائیں گے بے شک وہ سرکاری ملازم ہیں اور بہت بڑے عہدے پر فائز ہیں۔ بہت مصروف رہتے ہیں۔ وہ کبھی یہاں بھی وہاں میٹنگوں میں کبھی کسی سٹے میں لیکن ویدی میں ان کی سہاٹی ہوں ان کی تنہائی کو بھی محسوس کرتی ہوں۔“

”کیا جنتی جی نے یہ بات کہی تھی۔؟“
 ”نہیں نہیں بالکل نہیں جنتی جی کی سونگند آج تک میں نے پہلے منہ سے ایسی کوئی بات نہیں سنی۔ یہ خیال تو بس میرے من میں آیا تھا۔“
 ”تو تم مجھے اپنی سہیلی کی حیثیت سے ختم کرنا چاہتی ہوں اور اپنی سونگندی ماں کی حیثیت سے دیکھنا چاہتی ہو تو یہ کون دوسری نہ ہوئی نرملہ۔“

”نہیں ویدی اس میں میں سیدھی ہی کہہ چکی ہوں کہ محبت کے جذبے شامل تھے کوئی دشمنی کا انداز نہیں تھا۔“
 ”ایک وعدہ کرو نرملہ۔“

”جی ویدی۔“
 ”آئندہ اس انداز میں کبھی نہ سوچنا اگر اتفاق سے جنتی جی کے ذہن میں کوئی ایسا تصور بھی ہے تو میری دوست کی حیثیت سے تم اس تصور کو مجھ سے کہہ دیجئے کہ میں اس میں میری مجبوری بتا سکتی ہوں۔“

”نرملہ میں ہنسی ہوں مسکاتی ہوں جی رہی ہوں اور بظاہر بہت خوش ہوں لیکن جانتی ہوں کہ میں نے خوشیاں میرے ساتھ صرف اس لیے لے لیں کہ میں نے مانتھ کھتہ کو زندہ کر دیا۔“
 ”اور میں کسی بھی قیمت پر اپنے محبوب کا قتل نہیں چاہتی کیسے مانتھ سکتی ہوں۔؟“
 ”تم خود سوچو میری دنیا تو اسی سے آباد ہے۔“

”آپ بہت عجیب ہیں ویدی آپ کی زندگی میں ایسی بڑا نرملہ کہاں بھی موجود ہے مجھے تو بتائی نہیں تھا۔“
 ”بعض اوقات انسان ایسے معاملات کو اپنی زندگی ہی محدود کرنا پسند کرتا ہے اور میں بھی اس میں حق بجانب تھی تم اس بات کا بالکل برا نہیں مانو گی۔“

”نہیں ویدی میں نے برا نہیں مانا۔“
 ”نرملہ نے کہا اور بات ختم ہو گئی۔ بہر طور گوبال نے جو کچھ کیا تھا وہ کوئی ایسی بڑی بات تھی نہ کبھی بلکہ اس طرح سے ہر ایک فائدہ بھی ہو گیا تھا۔ یعنی فنانس منسٹر صاحب کہ از کم میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں رہیں گے ان سے دوستی قائم رکھا جا رہی تھی ایسے لوگوں کو نہ تو ہاتھ میں رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ اگر کبھی کوئی ایسی بات فنانس منسٹر صاحب کے ذہن میں آئی بھی تو اب نرملہ معاملات ہموار کرنے کی القیہ گوبال جی کی حالت اتنی خراب تھی کہ اس دن رات کو سناڑھے گہرا رہے، وہی وہ میری کو کبھی پرہیز گئے غالباً نرملہ کو اس کی رہائش گاہ پر پہنچ کر آئے تھے ان کا چہرہ سخت ہورہا تھا میں نے گوبال کو کڑی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”گوبال جی یہ وقت کسی سے ملنے کا نہیں ہونا میں آپ کا نام سن کر یہاں ڈر انگ روم میں آئی ہوں ورنہ اس وقت میں اپنے پیڈ روم میں تھی اور سونے کے فریب تھی۔“

”مجھ سے ایک بھول ہو گئی ہے کوئل جی اور اس بھول کی معافی ملنے آیا ہوں۔“
 ”بات دراصل یہ ہے گوبال جی کہ انسان بڑا عجیب و غریب ہوتا ہے اپنے مفادات کے سلسلے میں تو وہ ہمیشہ یہی سوچتا ہے کہ دوسرے اس کا پاس کر دیں گے لیکن وہ

خود جلد بانی ہو کر ایسی باتیں کر جاتا ہے کہ دوسروں کو مٹھتے آجاتا ہے۔
 ”مجھے، پورا دل اور احساس ہے دیوی جی واقعی غلطی ہو گئی تھی اور آپ یقین کریں کہ اس میں کوئی بڑا جذبہ ہی نہیں تھا، میں نے یہ بات نہ ماننے سے مجھ سے بھی گئی۔ چنانچہ میں نے نہ مانا کوئی نہیں روک دیا، ماننا سب سمجھا تھا ورنہ یہ بات بھی میرے منہ سے نہ نکلتی میں جانتا ہوں کہ آپ نے کس طرح میری پاس داری کی ہے اور نہ مانا کو نہیں بتایا ہے کہ میں، یقین ذہنی طور پر آپ سے متاثر ہوں اور آپ یقین کریں کہ مجھ سے بھی — بس بھول ہو گئی تھا کہ میں مجھے“
 ”ٹھیک ہے گویا میں نے اس وقت بھی نہ مانا کو کچھ نہیں بتایا اور وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ بھی کچھ نہیں بتاؤں گی اچھا پھر اجازت میں نے خود ہی گویا سے اجازت مان لی اور وہ سمجھ گیا کہ اب میں اسے وہاں سے بھگانا چاہتی ہوں، چنانچہ وہ بہرام کر کے باہر نکل گیا اور میں اپنے بڈروم میں آئی۔ اب ان تمام چھوٹوں کے ساتھ ساتھ فکری لعل کا مسئلہ بھی حل کر دینا چاہیے وقت آگیا ہے کہ میں اپنے قدم آگے بڑھا دوں۔
 دوسرا دن چھٹی کا دن تھا اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آج ہی کچھ کر لیا جائے چنانچہ منصوبہ یہ بنا کر میں تمام کو جا رہے کہ یہاں سنگھ جی کو کھانسی کی جانب چل رہی ہیں بے وقوف نہیں تھی کہ ایسے ہی اور دھرم کا رخ کر لیتی میرے منامدوں نے مجھے بتایا تھا کہ یہاں سنگھ جی اپنی باتیں گاہ بہرہ ہو کر دینے ہیں۔ دیکھیں جس رات گاہ کو میں نے کوئی بھی کہا ہے اس کا کوئی بھیوں سے کوئی تلفظ نہیں تھا بہت ہی معمولی مکان تھا اور واقعی یہ بات باعث حیرت تھی کہ اگرچہ ٹیکس کا ایک رتنا بڑا فرانس مکان میں رہتا ہے۔ مکان کی وسعت تو کافی تھی اور اس مناسبت سے اسے کوئی کہا جاسکتا تھا لیکن طرز تعمیر بہت ہی عام قسم کا تھا۔ میں نے اپنی کار بارہری روک دی اور اس کے بعد انٹر کمانڈر داخل ہوئی۔
 ایک لوجوان لڑکی نے مجھے دیکھا تھا۔ اچھی شکل و صورت کی مالک تھی، سادہ سے لباس میں ملبوس لیکن چہرے سے تلخ بے بافہ معلوم ہوتی تھی میں اس کے قریب پہنچی اور سر اگرا سے دیکھتی ہوئی بولی۔

”کرپان سنگھ جی یہیں رہتے ہیں نا؟“
 ”جی جی ہاں۔ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”آئیے۔ وہ مجھے گراگے بڑھ گئی جس جگہ اس نے مجھے پہنچا دیا اسے ڈرائنگ روم ہی کہا جاسکتا تھا سادہ فرنیچر، معمولی قسم کا قالین اور کوئی ایسی قابل ذکر چیز نہیں تھی اس ڈرائنگ روم میں، جو کسی انگریز کے آفیسر کے ڈرائنگ روم میں ہوتی تھی، البتہ لڑکی سے میں نے پوچھا۔
 ”تمہارا نام کیا ہے۔؟“
 ”شام کا۔؟“ اس نے جواب دیا۔
 ”کرپان سنگھ جی کی بیٹی ہو؟“
 ”جی“ وہ آہستہ سے بولی۔
 ”کرپان سنگھ جی سے کہو کہ کوشل ان سے ملنے آئی ہے؟ لڑکی باہر نکل گئی، میں نے ایک لمحے میں لڑکی کے چہرے پر اندازہ کیے تاثرات ٹوٹ کر لیے تھے۔ ذرا سی دیر گزری تھی کہ کرپان سنگھ ہائینے کا سینہ اندر داخل ہوئے۔ بہرہ مخصوص انداز کی پگڑی بندھی ہوئی تھی اور دھاری دار ٹیبلٹس اور پا جا رہے ہوئے تھے۔ اندر داخل ہو کر وہ ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گئے۔ غالباً بھول کر بھی نہ سوچ سکتے تھے کہ میں اس کے گھر پہنچ جاؤں گی، پھر وہ میرے لیے فرش راہ ہو گئے۔
 ”آپ دیوی جی آپ۔ بٹے بھاگ ہیں میرے کہ آپ یہاں آئیں۔ میں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی کام تھا تو مجھے بلایا ہوتا۔ ارے مگر میرا جیکبسون کمر بھی تو آپ کے پاس نہیں تھا۔ میں۔ میں دیوی جی آپ آپ۔“
 ”ارے کرپان سنگھ جی آپ اتنے پریشان کیوں ہوئے؟ میرا یہاں آنا کوئی اتنی بڑی بہت تو نہیں ہے عزت کرتی ہوں میں آپ کی۔ اور۔ اور بڑے دکھ کے ساتھ آپ کے پاس آئی ہوں۔“
 ”جی دیوی جی“
 ”جی ہاں، مجھے تو افسوس ہے کہ پہلے مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔“
 ”کس بارے میں دیوی جی۔؟“
 ”آپ کے گھر چوری ہو گئی اور بہت کچھ چلا گیا آپ کا۔؟“

کرپان سنگھ جی کے ہونٹوں پر ایک افسردہ سی مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ بولے۔
 ”ایک منٹ دیوی جی۔ میں ذرا دھرم پٹنی کو آپ کے بارے میں بتا دوں۔ کوئی ہرج تو نہیں ہے اسے بتانے میں۔ آپ اس سے ملنا پسند کریں گی؟“
 ”مجھے تو ڈرائنگ روم میں لا کر بٹھا دیا گیا ہے اور نہ میں تو بڑی اپنا بیٹیت سے آئی ہوں“ میں نے کہا۔
 ”آپ یہاں ہیں کہ آپ نے ہم غریبوں کو بھی اس طرح یاد رکھا۔ آپے پھر آجائے جب آپ اتنی بڑی ہی اپنا بیٹیت دے رہی ہیں ہمیں تو میں آپ کو یہاں کیسے بیٹھنے دے سکتا ہوں۔ آئیے کرپان سنگھ جی بولے اور میں اس ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی، فرشت کی نما چیزیں موجود تھیں لیکن معمولی درجے کی۔ اور کرپان سنگھ جی مجھے لے کر ایک بٹے ہال نکالے میں پہنچ گئے یہاں ان کی دھرم پٹنی سدا اور موٹو تھیں ایک جوان لڑکا بھی تھا اور ایک اور لڑکی بھی لٹا رہی تھی اور سدا اور اس لڑکی سے باتیں کر رہی تھیں جس نے مجھے ڈرائنگ روم میں پہنچایا تھا مجھے دیکھ کر وہ سب کھڑے ہو گئے کرپان سنگھ جی اپنی بیوی سے بولے۔
 ”سدا اور دیکھو کون آیا ہے۔؟“
 ”یاں شام نے مجھے بتایا تھا کہ کوئی دیوی جی آئی ہیں مگر یہ نہ بتا سکی کہ کون ہیں۔“
 ”بہت جہان دیوی ہیں اور لوں سمجھ لو کہ بہت ہی اچھی انسان ہیں ورنہ اتنے بٹے لوگ، ہم جیسے غریب کے ہاں کہاں آتے ہیں۔“
 ”سدا اور جی، میں نے آپ کا نام کرپان سنگھ جی کی زبان سن لیا ہے یہ کرپان سنگھ جی بڑے عجیب آدمی ہیں، ایسے باتیں کر رہے ہیں جیسے بہت ہی معمولی حیثیت رکھتے ہوں حالانکہ ان جسے لوگ جتنے بڑے ہوتے ہیں میں جانتی ہوں۔ خبر کرپان سنگھ جی آپ نے مجھے اپنے گھر میں یہ عزت دی اس کے لیے میں آپ کا احسان مانتی ہوں، آپے سدا جی آپ سے کچھ باتیں ہو جائیں۔ میں دراصل یہ خبر سن کر آئی ہوں کہ آپ کے ہاں چوری ہوئی ہے۔ کرپان سنگھ جی سے فنانس مندرجہ صاحب کے ہاں ملاقات ہوئی تھی دو دو ملاقات ہو چکی ہے اور انہوں نے کرپان سنگھ جی کی کئی

تعمیر بغیر کی تھیں کہ میرے دل میں ان کی بڑی عزت پیدا ہوئی۔ اور مجھے افسوس ہے کہ کئی دن کے بعد مجھے آپ کے ہاں کے واقعے کا پتہ چلا۔“
 ”سدا اور جی، میرے چہرے پر ایک غم آلود مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے کہا۔
 ”بھگوان جانے کہ میرے کیا بھول ہو گئی بڑی ہی مصیبت میں پھنس گئے ہیں دیوی جی، ہم ویسے آپ کا پورا اعتراف نہیں ہو سکا۔“
 ”لوگ مجھے کوشل کمار کی نام سے یاد کرتے ہیں بس۔ یوں سمجھ لیجئے کہ چھوٹی موٹی سوشل ورکر ہوں اور زندگی بھر ہی گزرتی ہے، اچھے انسانوں سے ملاقات کی خواہشمند رہتی ہوں کرپان سنگھ جی کی کچھ ایسی باتیں سنیں کہ میرے دل میں ان کی بڑی عزت پیدا ہو گئی اور اب جب میں نے ان پر یہ دیتا سنی تو افسوس کرتے آئی، کرپان سنگھ جی بھی بیٹھ گئے تھے۔ سدا اور جی نے اپنی بیٹی سے جانے کے لیے کہا تو کرپان سنگھ جی کہنے لگے۔
 ”ارے کیا خالی جانے پر بڑھا دو گی۔ ذرا ہنمام کرو محفوظ رہنا۔“
 ”دیکھ کرپان سنگھ جی، آپ نکلتے کی فضا پیدا کر رہے ہیں حالانکہ سدا جی اچھی انسان ہیں کہ وہ مجھے اپنا بیٹیت دے رہی ہیں۔ میں اپوں کی طرح یہاں آئی ہوں نکلتا کے لیے نہیں۔ سدا جی آپ صرف جائے بنو آپے میرے لیے اس سے آگے کچھ ہوا تو مجھے پسند نہیں آئے گا کہ یہاں سنگھ جی، نیلا مندوں جیسے مسکرانے لگے تھے۔ سدا جی کی بیٹی شام کو دوسری لڑکی کے ساتھ رسوئی میں چلی گئی تھی۔ سدا اور میرے پاس آئی تھی، کرپان سنگھ جی بھی کچھ فاصلے پر تھے۔ اور ہاتھ مل رہے تھے۔
 ”مجھے تو جواب میں بھی کبھی یہ خیال نہیں آیا تھا، دیوی جی کہ آپ ہم پر اتنی مہربان ہو جائیں گی۔“
 ”انسان انسانوں ہی سے دوستی کرتا ہے کرپان سنگھ جی ایسی کیا بات ہے۔“
 ”پھر کبھی یہ آپ کی بڑائی ہے۔“
 ”آپ میری ہی تعریفیں کیے جا رہے ہیں میں تو آپ کے دکھ میں شریک ہونے کے لیے آئی ہوں ذرا

بننا ہے تو ہی مجھے کر سکا کہا جلا گیا۔
 ”یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارا فخر لیکن کمال ہے کوشل جی،
 دراصل بڑی مصیبت میں پھنس گئے ہیں ہم لوگ اپنی
 سمجھ لیجئے کہ جہاں پر آئی ہے۔ سدھا کو رے غزوہ پہلے
 میں کہا۔

”وہ دراصل دہلوی جی، اگلے مہینے کی تاریخ بیٹی کی
 شادی کے لیے طے ہوئی ہے، کچھ روپیہ مختار ہو بیگ
 سے لکھو یا مختار ہو میں رکھ لیا مختار اس کے علاوہ
 زیورات وغیرہ منظر ہیں۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اب ہمارے
 پاس بیٹی کو بیاہنے کے لیے کچھ نہیں رہ گیا اور سب
 اس پریشان کا شکار ہیں کہ کیا کر سکا؟ ابھی ان لوگوں
 سے کوئی بات نہیں ہوئی ہے ویسے خیر تو بیٹی دلی
 ہے انہیں اس چوری کی اب دیکھیں کہ ان کا کیا رویہ
 ہوتا ہے اب کچھ نہ کچھ نوکرنا ہی بڑے کا کسی سلسلے میں
 دن رات سوچ رہے ہیں۔“

”آہ افسوس بہت بڑا حادثہ ہے آپ کے لیے“
 ”ہاں دہلوی جی بیٹیوں کا معاملہ کچھ ایسے ہی ہوتا
 ہے اپنی بیٹی پر بیاہنے جلا فتنہ اور گورونے پر ہٹنا ڈال
 دی یا کر بان سنگھ جی افسردگی سے بولے۔

”معافی کیجئے گا کہ بان سنگھ جی بہت ہی باتیں
 ایسی ہوتی ہیں جو انسان کو کسی سے نہیں کرنی چاہئیں۔
 لیکن ایک درد مند دل رکھتی ہوں اپنے میں جو سب
 کے لیے رکھتا ہے آپ کے لیے اب اس کی دھن کچھ اور
 بڑھتی ہے کہ بان سنگھ جی آپ کا جو عہدہ ہے، آپ
 کا کھ اس عہدے سے مطابقت رکھنا نظر نہیں آتا۔“

کر بان سنگھ جی ایک سرور کا بھر کر بولے یہاں دہلوی
 جی دراصل ابتدا ہی سے دل میں کچھ ایسے خیالات
 تھے کہ کبھی برائی کی طرف نہیں بڑھا۔ پتا چلی حکمت انجمن
 میں تھے۔ ان کی موت کے بعد مجھے ان کی جگہ مل گئی
 اور کچھ ایسے سرپرست ملے جنہوں نے میری ایمانداری
 کو سراہا سو عہدہ بڑھنا چلا گیا لیکن میں صحیح معنوں میں
 وہ نہ بن سکا جو اس حکمے میں رہ کر لوگ بن جاتے ہیں
 پتا نہیں کیوں رشوت کی کمانی مجھے زہریلے ناؤں کی
 طرح لکھی ہے جو پہلے ہاتھوں کو اور پھر من کو ڈھونڈتی ہے۔
 ”دراصل کر بان سنگھ جی کو تو کسی پہاڑ کی چوٹی پر
 پہنچ کر نہیں لگائی چاہیے تھی۔ بلاوجہ اس سند میں رہ

گئے۔ نہیں سمجھتے ہر کوشل جی، نہیں سمجھتے کہ سندھ روہ
 نہیں ہے جو وہ اسے سمجھتے ہیں، سندھ کو سندھ کی
 آنکھوں سے دیکھا جائے تو پھر۔ یوں سمجھ لیجئے کہ پریشانیاں
 ہی پریشانیوں ہوتی ہیں، میں یہ نہیں سمجھتی زبان
 سنگھ جی سے کسی کی گردن کا لڑکھن اتنا لڑ کر کہ
 بچے بد دعائیں نہ دیں۔ اب دیکھو دہلوی جی نہ صبح تعلیم
 پڑھے ہیں ہمارے بچے نہ صبح زندگی گزار رہے ہیں
 بھلا یہ بھی کوئی جیون ہے جو معیار مقرر ہو گیا ہے کہ از
 کم اس کے آدھے ہر روز نڈی ہونی چاہیے لیکن یہ کھر
 دیکھ لیا آپ نے اتنے بڑے افسر کا یہ کھر آپ، بقیہ
 کیجئے دہلوی جی کہ ہمارے بہت ہی کم لوگوں سے تعلقات
 ہیں جو ہمیں جان گئے ہیں وہ ہم پر ہلکتے ہیں اور جو
 نہیں جانتے وہ ہمیں غصے کی نگاہ سے دیکھتے ہیں
 اور سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے مستقبل کے لیے سب کچھ چھپائے
 ہوئے ہیں۔“

”ارے کوئی سمجھتا ہے تو سمجھتا رہے برآمد کر لے ہمارے
 کھر سے۔ کیا رکھا ہے ہمارے پاس، جو بے سہ سے س۔“
 کر بان سنگھ جی چھلپائے ہوئے انداز میں بولے۔

”جو بے وہ مشک نہیں ہے کر بان۔ یہ سمجھنے کی
 کوشش کیوں نہیں کرتے تم۔“
 ”اب تو یہ کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی سدھا، کیا کوشل
 دہلوی کے سامنے بھی روئے گی۔“

”میرا سن تو چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو آگ میں جلا
 کر بھسم کر لوں اب رونے بھی نہیں دو گئے مجھے بدھلے
 کہا اور اس کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے میں نے
 اس کے شائے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں سدھا، ہم رونے سے دنیا کے کام سمجھی
 درست ہونے میں تو صلے سے کلمہ لو۔“

”کما تو صلے سے کام لوں کوشل دہلوی تم خود سوہو
 اگلے چینی کی تاریخ میں دن ہی سکتے رہ گئے ہیں اور
 ہمارے پاس جو کچھ مختار وہ لٹ گیا چھوٹی کوڑی نہیں
 رہی ہمارے پاس اور دوسرے لوگ کیا جائیں وہ تو صرف
 یہ دیکھتے ہیں کہ کر بان سنگھ جی انکم ٹیکس افسیر ہیں اتنا
 بڑا نام اور اتنے چھوٹے کام۔ نام بڑے اور درجن چھوٹے
 اسی کو لو کہا جاتا ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب
 کیا کریں۔“

”تو دہلوی جی کے سلسلے رونے سے تیری سمجھ میں
 سب کچھ آجائے گا۔ کر بان سنگھ جی نے جھجھلایے ہوئے
 بچے میں کہا۔

”آپ سدھا کو بولنے تو دیکھیے کر بان سنگھ جی۔ کہنے
 سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔“
 ”اب یہ مجھے رسوا کرنے والی بات نہیں ہے۔؟“
 ”اگر آپ نے اتنا ہی غبر سمجھتے ہیں تو مجھے فکوس
 ہے لیکن غیر غبروں کے کھر نہیں جاتے۔ اپنا بیٹ ہی
 ہوتی ہے۔ مختاری بہت جو کوئی کسی کا دکھ بانٹے اجلا
 ہے۔“

”معافی چاہتا ہوں کوشل دہلوی معافی چاہتا ہوں
 دراصل میں خود بھی ذہنی طور پر اتنا پریشان ہوں کہ
 آپ سے بیان نہیں کر سکتا۔ واقعی کوئی راستہ نہیں
 رہا ہے ہمارے پاس۔ سدھا بھی جیون بھر روتی رہی
 ہے مگر میں اپنے آپ کو بیکاروں سمجھ رہے سب کچھ میں
 آتا۔ مجھے یہ سب کچھ کرنا نہیں آتا۔ مجھے کیوں تھے یوں
 لگتا ہے جیسے میں اس سندھ میں رہنے کے قابل ہی
 نہیں ہوں۔“

”اتنے دہر دشت نہ ہوں کر بان سنگھ جی۔ آپ کے
 دوران تو ہیں۔ میں یہ نہیں سمجھتی کہ آپ کسی عذیب کی گردن
 پر چھری بھر رہے ہیں۔ لیکن وہ جو لاکھوں اور کروڑوں میں
 کھیلے ہیں اگر آپ ان میں سے کسی کو دیکھ کر یوں لڑکھیں
 بڑی بات نہیں ہے۔“

”بس اچانک نہیں مانتا دہلوی جی۔؟“
 ”ہاں اپنے من کے لیے ہی جیتے ہونا، بال بچوں کو
 بھلا دینا جھونک دو اور اپنے من کے لیے جیتے نہ ہو۔“
 ”سدھا، سدھا، دیکھو کچھ تو سوچ، کوشل کی یہ سیال
 ہمارے کھر آئی ہیں، یہ تو نے کیا غور لوں والی باتیں کر لیں
 کر دیں۔ کوشل جی آپ بھی کیا سوچ رہی ہوں گی ہمارے
 بارے میں۔“

”نہیں کر بان سنگھ جی ایسی کوئی بات نہیں ہے
 آپ کو شاید میرے بارے میں تفصیل نہیں بتائی گئی۔
 میں موشل ورکر ہوں۔ حالانکہ بھوان کی دیا سے میرے
 پاس سب کچھ موجود ہے اور میں بڑے ستیوں سے زندگی
 گزار سکتی ہوں۔ لیکن میرا دل جھینڈ دوسروں کے لیے ٹھٹھکا
 ہے اپنی اس ٹپڑ کو میں کوئی نام نہیں دے سکتی، بس

اندھے آواز ابھرتی ہے کہ انسانوں کے لیے کچھ کرو اور
 میں دلی انسانوں کی خدمت کے لیے لکل پڑتی ہوں
 اس وقت بہرے یہاں آنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ
 میں آپ کے کھر بلو معاملات میں دخل اندازی کروں
 لیکن کیا ہی ابھی بات ہوئی ہے کہ اچانک ہی مجھے آپ
 کے کھر بلو معاملات جلنے کا موقع مل گیا۔ اب کیا
 سمجھتے ہیں کر بان جی، کیا میں آپ کی بچہ کی اچھائی بھون
 گد نہیں اس بات کو دل سے نکال دیں انسان بھی
 انسان کو رسوا نہیں کرتا، ویسے جو بچہ نے کے لیے کوئی
 خاص کام نہیں ہوا شاید آپ کے تعلقات بھی کام نہیں
 آئے، کر بان سنگھ جی نے بدستور دکھ بھری مسکراہٹ کے
 ساتھ کہا۔

”دہلوی جی جو کہیں بچہ چلے ہیں؟ بڑی بڑی
 سفارشیں، بچہ جی، میں بس پولیس والے آجاتے ہیں
 کھر چکر لگانے کے لیے، شکیاں دے جاتے ہیں اور
 اپنے جھوٹے موٹے کام بھی بتا جاتے ہیں بس اس کے
 علاوہ اور کچھ نہیں ہو رہا میں جانتا ہوں مجھے یقین ہے
 اور میرا بڑ بے کہ کچھ بھی نہیں ہو گا۔ بچو کیا سب کچھ اب
 بھلا وہ کہاں پائے آئے گا۔“

”بات اگر شام کو دلی شادی کی نہ ہوتی تو مجھے درالہار
 فکر نہ ہوتی، میرا ایسا کون سا معاملہ مختار جو میں کسی بھی
 مصیبت کا شکار ہوتا، لیکن بس ذرا سا یہ احساس ہے
 کہ کھر کر بان سنگھ جی گہری گہری سانس لے کر خاموش
 ہو گئے۔

”تو پھر ایک بات آپ بھی سن لیجئے کر بان سنگھ جی
 آپ چاہیں کچھ بھی کہیں، کچھ بھی سوچیں میرے پاس
 میں۔ لیکن میں آپ کے لیے کچھ کرے کہ ہوں کی سدھا
 بہن آپ انہیں سمجھا دیے جو کچھ میں کہوں اس سے انحراف
 نہ کریں۔“

”آپ۔ آپ خود ہی سمجھ لیں کوشل دہلوی اتفاق
 سے ہمارے معاملات آپ کے سامنے آ گئے۔ یہ کیا کہا
 جائے دل دکھا ہوا ہے۔ زبان روکی بھی تو نہیں جانتی
 اب جب آپ جلی جائیں گی تو یہ نجائے مجھے کیا کہا کہیں
 گئے یہ کر بان سنگھ جی پہلی بار کھل کر کہنے اور بولنے۔

”یہ سدھا تو مجھے اپنا دشمن سمجھتی ہے آپ خود ہی بتائیے
 کیا میں اپنے گھر لے کر آؤں ہوں بس، یہ سب کچھ مجھے

”کیا کیس ہے آپ کا گلزاری لعل جی۔“
 ”وہ ہمارا جی۔ بس وہ آپ سے محبت میں تھا کہ نوزل
 کے کھانے پیش کریں، ہم تو مرتے مٹے لہذا جگہ لے
 رکھتے کہاں ہیں اسے دن ہم۔ یہ کاغذات پیش کیے
 تھے، ہم نے۔“

”ہوں، کیا حساب بڑا لیا ہے آپ نے؟“
 ”جی ہمارا جی۔“
 ”آؤٹ سٹیفیکٹ ہے۔“
 ”جی ہمارا جی۔“

”پھر رہنمائی کی کیا بات ہے۔ آپ اطمینان ہی
 رکھیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے
 گلزاری لعل کا چہرہ بھلا اٹھا تھا۔ جب ہم وہاں سے
 چلے تو کرپاں سنگھ جی نے ہمت سے کہا۔
 ”میں ابھی اپنی کشتی کی شادی کا کالہ دھو رہا ہوں گا آپ
 کو خوشل جی آنا۔ بھولے گا اور باپ کوئی اور ضرورت مند
 آپ کے پاس آئے تو اسے نراں نہ کریں ہم آپ کا کام
 نہ مانیں گے تو کس کا مانیں گے ست کرو، انہوں نے
 ہاتھ جوڑ کر مانتے سے رکھے۔ اور میں مسکرائی ہوئی
 گلزاری لعل کے ساتھ باہر نکل آئی۔“

شنا سنا تو ہزاروں ہوتے ہیں شناسائیاں ہزار
 رکھنی چاہیں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کسی پر کوئی
 احسان کرو اور پھول چاؤ جیٹنا، نہیں ہی اور تا ضرورت
 پڑے۔ یہ شناسائی باوا جانی چاہیے نہ ضرورت شناسائی
 دوستی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ دوستانہ گفتنی تھیانی چاہیں
 بہرہ نشائیاں بڑھ جاتی ہیں۔ یہ اقوال اسطو یا افلاطون
 کے نہیں بلکہ کل پوروی کے ہیں میرے استاد محترم، جو
 بالآخر میرے ہی ہاتھوں فنا ہوئے اور اس لیے فنا ہوئے
 کہ استاد دیکھنے سارے گڑبگڑ چکے تھے لیکن اس سے قبل کہ
 جھگڑا کر دھت، ہر جڑھ جالتے ہیں نے، انہیں زمین کی
 گڑائیوں میں مٹا دیا۔ یہ الگ کہانی ہے جس کی جھلک
 میں نے پیش نہیں کی تھی۔ یوں تو لاتعداد کہانیاں ایسی
 ہیں جن کی کوئی جھلک میں نے آپ کو نہیں دکھائی وقت
 آنے دیں اپنے بارے میں سب کچھ سنا دوں گی۔ ماضی ملگا
 ہوتا ہے اور پھر مجھ جیسی کسی ہستی کا ماضی۔

میں پھر الفاظ کے بہاؤ میں بہر گئی۔ بات ہو رہی
 تھی شناسائی کی۔ تو کرپاں سنگھ جی سے اب میری دوستی ہو
 چکی تھی اور وہ جو کہتے ہیں کہ بعض اوقات کسی کی دوستی
 بھی انسان کو بہت کچھ دے دیتی ہے تو میری دوستی نے
 بھی کرپاں سنگھ جی کو بہت کچھ دے دیا تھا۔ جن کا لکھنا
 ذرا بعد میں ہوا۔ انہوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ
 ضرورت مندوں کو ان کے پاس بھیج دیا کروں مجھے تو تیر
 بہت دن سے کوئی ضرورت مند نہیں ملا تھا لیکن ایک
 دن کرپاں سنگھ جی سے ملاقات ہو گئی تو انہوں نے بڑی
 عاجزی سے مجھے ایک بیانی چلنے کی دعوت دے دی اور
 بتایا کہ ان کی بیٹی بھی آئی ہوئی ہے۔ وہ چچی جس کے ہاتھ
 میری مہربانی سے بیلے ہوئے تھے۔

اس وقت درجائے کی حاجت تھی اور نہ کرپاں سنگھ
 جی کی بیٹی سے ملاقات کی خواہش۔ مگر کرپاں سنگھ جی کی
 حیثیت سے انکار نہیں کر سکتی تھی، کھڑے پیسے کی طرح کسی
 بھی وقت کام آسکتے تھے۔ اس لیے یہ دعوت قبول کر لی اور پھر
 یہ دعوت قبول کر کے خوشی ہوئی تھی کیوں؟ یہ فرادہ میں
 سناؤں گی کرپاں سنگھ جی کے گھر میں داخل ہوئی تو انھوں
 کو یقین نہیں آتا کہ تو وہی تھی لیکن۔ وال تو ال فائین
 کچھ ہوئے تھے۔ فوج بیل دی ورن فریئر سب بہت شاندار
 شہد جا اور ایک خوبصورت ساراھی میں ملبوس۔

میں نے مسکرائی نظروں سے کرپاں سنگھ جی کو دیکھا تو
 وہ مسکرا کر بولے۔ ”سب آپ کی مہربانی ہے دلوی جی۔“
 ”غلط۔ کرپاں سنگھ جی۔ میری تو آپ سے ہی مہربانی تھی
 یہ باقی مہربانیاں کس کی ہیں۔؟“
 ”لکھنئی دلوی نے گھر میں پاؤں رکھے تو کاپا بیلٹ گئی۔
 واہ۔ گروئے سب کچھ دے دیا ہے۔ پاؤں تو آپ کے ہی
 تھے۔ دلوی جی۔“

”ہاں بہن جی۔ آپ نے ان کی کھوپڑی سے مجھ سے
 نکال بیٹھنا۔ سنسار میں رہ کر سنسار کی باتیں کرنی پڑتی
 ہیں۔ لوگ ہر لوگ تو آکاش پر جا کر سامنے آتے ہیں شہد جا
 کورنے کہا۔“

”اب دیا ہے واہ کو کی؟“ کرپاں سنگھ جی ہاتھ جوڑ
 کر بولے۔
 ”چلیے جھیک ہے میرے لیے کوئی خدو سے۔“
 بتا رہی۔ ”میں نے کہا۔“
 ”ضرور آپ تو دلوی سماں میں ہمارے بچے خدائیں

منسٹر سے تو ملاقات ہوئی رہتی ہوگی۔“
 ”ہاں۔ وہ بے چارے قلیبیون کرتے رہتے ہیں مجھے
 فرصت کہاں ہوتی ہے۔ ویسے فی الحال میں ان سے ملنا
 بھی نہیں چاہتی۔ کچھ کام ہیں ان کے جو میں ابھی تک
 نہیں کر سکی ہوں۔ یہی فرصت ملی تو ان سے ملوں گی بڑی
 شکایت کرتے رہتے ہیں فون پر۔ میں نے فوراً ہی حفاظتی
 اقدام کیا۔ یہ خیال آیا تھا میرے دل میں کہ میں کرپاں سنگھ
 جی کی کوئی ٹوٹ تو نہیں چھین گئی فنانس منسٹر سے اور وہ
 سکتا ہے وہ میرے ذریعے ہو کر ٹکنا لانا چاہتے ہوں ایسے
 قہقہے کے سوسے میں نہیں کر سکتی تھی، اگر کرپاں سنگھ
 سے براہ راست کوئی کام پڑا تو دوسری بات ہے اس ہاتھ
 دے اس ہاتھ لے۔ اس وقت ان کے کام پر توجہ دی جا
 سکتی تھی ابھی نہیں مگر شکر ہے کہ کرپاں سنگھ جی نے ایسی
 کوئی بات نہ کی۔ اور دوسرے موضوع پر آگئے۔ میں بھی
 معنوں میں اندازہ نہیں لگا سکی تھی کہ فنانس منسٹر کا تذکرہ
 کرنے سے کس کا کیا مقصد تھا۔ پھر شکایت ختم ہو گئی اور میں
 جانے کے لیے اجازت مانگنے ہی والی تھی کہ ایک نچے نے
 آکر اطلاع دی کہ کوئی آیا ہے۔ مجھے آنے والے سے بھلا کیا
 دلچسپی ہو سکتی تھی، لیکن وہ کوئی بے لکھن، ہی ادنی تھا۔
 جو سیدھا ڈرائنگ روم میں چلا آیا اور کرپاں سنگھ جی اجازت
 بھی نہ دے سکے۔

میں پہلو ہل کر کُڑھے کے لیے تیار ہی ہوئی تھی کہ
 آنے والے پر میری نگاہ پڑی اور میں اسی پہلو ہل گئی
 میرا مہیا حسن جاگ اٹھا تھا۔ مجھے بھرے بدن کا تقوینا
 جھٹ لیا تو جوان جس کا چہرہ شغاف اور بے دماغ تھا۔
 رخساروں پر مٹی کی ہلکی سی مٹلاہٹ، بہت زیادہ سفید
 رنگ اور اس کے چہرے پر جو سب سے خوبصورت چیز تھی
 وہ اس کی بلی جبین انھیں نہیں، جنہیں دیکھ کر انسانی
 قدم خود بخود ٹک جاتی ہیں۔ ہونٹوں کی نراں میں بھی ایک
 ایسی ندرت تھی، جو صرف محسوس کی جاسکتی تھی، اس کے
 انداز میں جھجک تھی کہ کرپاں سنگھ جی نے اس کا کوئی خاص
 استقبال نہیں کیا۔ بلکہ شاید وہ اس بات پر بے چین ہوئے
 تھے کہ وہ شخص اس نے لکھن سے اندر گھس آیا۔ میں گہری
 نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ ساوہ سا لباس پہنے ہوئے
 تھا، جو بالکل فنی تھا، لیکن بدن کی سجاوٹ نے اس
 لباس کو بھی حسن بخش دیا تھا۔ کرپاں سنگھ جی کسی قدر تنگ
 رہے ہیں بولے۔

”عجب بے وقوف ہیں یہ لوگ۔ مجھے ہمارے بارے
 میں اطلاع بھی نہیں دی تھی۔“ شخص نیاز مندی سے بیٹھ
 گیا۔ ”میں نے زہرا کھینکے ہوئے کہا۔“
 ”یہ کون ہیں کرپاں سنگھ جی۔ پہلے کہیں دیکھا ہے،
 انہیں۔“

”اوہو ہاں دلوی جی، جیون کمار ہیں، ہر رسک لعل
 کے ہاں تو کڑی کرتے ہیں، ہو سکتا ہے آپ نے رسک لعل
 کی فرم میں، اسی ان کو دیکھا ہو۔“
 ”انہیں نہیں اور انہیں دیکھا ہے، جہر میں نے ایسے
 ہی دیکھا تھا۔ بعض لوگ اس طرح باؤ کرتے ہیں کہ ذہن
 سوچ میں ڈوب جاتا ہے، سواری جیون کمار جی، میں نے
 آپ کے بارے میں کھوج کی۔“

وہ بے چارہ منہ سے کچھ بول بھی نہ سکا تھا اس دوران
 ہاتھ جوڑ کر سر کو خم کر رہ گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”کتنے عرصے سے آپ رسک لعل کے ہاں ملازم ہیں؟“
 ”تقریباً تین مہینے ہو گئے۔ دلوی جی، اس نے گزرتے
 ہوئے لمحے میں کہا۔“

”کیا کام کرتے ہیں آپ؟“
 ”جی بس وہاں اکاؤنٹس میں ہوں بلوکر ہوں۔“
 ”ہوں، کیا تعلیم ہے آپ کی؟“
 ”جی میں نے ایم کام کیا ہے۔ دلوی جی۔“

”اوہ مائی گاڈ۔ ایم کام اور صرف اکاؤنٹس کلرک؟“
 میں نے کہا۔ کرپاں سنگھ جی مڑھن ہوئے تھے۔ سوچ کر کہ میں
 نے اس شخص کی اچانک آمد کا برا نہیں منایا ہے۔ چنانچہ
 وہ بھی میری گفتگو میں دلچسپی لینے لگے پھر بولے۔

”یہ ہمارے دلین کا بہت بڑا المیہ ہے۔ دلوی جی،
 اعلیٰ قسم کے تعلیم یافتہ نوجوان بھی جب ڈگر ہاں سے کالوں
 سے لگتے ہیں تو ان کے سینے میں عزم ہوتا ہے اور ان کی
 اعلیٰ طوفانی ہوتی ہیں۔ لیکن حالات کے بھرپور انہیں
 بتاتے ہیں کہ دنیا ان کے خوابوں سے کتنی مختلف ہے۔ اس
 لیے چارے کو تو رسک لعل جی کی فرم میں اکاؤنٹس کلرک
 کی تو کڑی مٹی بھی گئی ہے، بجائے کتنے ایم کام اور کتنے
 ایم ایس سی ڈگر ہاں ہاتھوں میں لیے جوتے چلتے پھرتے
 رہے ہیں، مہر حال ہمارے پاس تعلیم دینے کے لیے
 ادارے تو ضرور موجود ہیں، لیکن تو کرپاں سنگھ جی ہیں۔
 بہت دکھ بھری بات ہے یہ۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے، اچھا کہ پانچ گھنٹہ جی آپ اپنے ہمان سے بائیں کریں۔ میں چلتی ہوں، میں نے کہا۔“

”بڑی تقدیر ہے، دہلی جی ہماری بھی آپ نے میری دعوت قبول کر لی ہے۔“

”نہیں نہیں آپ بہت اچھے انسان ہیں اور مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔“

”کہاں مجھے مجھے باہر تک چھوڑنے آئے تھے، میں نے مسکرا کر کہا۔“

”دلیہ کہ پانچ گھنٹہ جی اب تو بہت سے لوگوں سے آپ کے براہ راست تعلقات ہونگے، میں میری طرف سے مبارکباد قبول کیجئے، کہ پانچ گھنٹہ جی شرمندہ ہو گئے تھے انہوں نے آہستہ سے کہا۔“

”بہت کوشش کی دہلی جی اپنے آپ کو ان جھگڑوں سے بچانے کی، مگر مزاج سکامات ایک ایسے مرحلے پر آگئی تھی کہ دوسری بائیں جھیل پانچ گھنٹہ سے دہلی پانچ دسے دہلی۔ سو جان دوسے سکاء اور عزت دسے دی کہ پانچ گھنٹہ جی کے لیے کا دکھ میں نے ابھی طرح محسوس کیا تھا۔ لیکن میرا اندازہ ان سے مختلف تھا۔“

”میں ان سے رخصت ہو کر راتھی کار میں آ بیٹی اور

میری کار کو بھی کی جانب چل پڑی۔ دل میں ایک عجیب سی کیفیت ابھر رہی تھی۔ اتنا حسین آتما خوبصورت اور اتنا تعلیم یافتہ نوجوان اور صرف اکاؤنٹس کلرک۔ نہیں نہیں ہر اس کے خوشی کی تو ہیں ہے۔ بنائے بخت میرے پاس کیوں نہیں آیا۔ اُسے تو میرا سکرٹری ہونا چاہیے تھا۔ میرے ہونٹ خود بخود مسکرا اٹھے تھے۔ اردن شرمندہ کے ممبر صحت گئے تھے۔ جن دہلی میں اردن شرمندہ اور بیرون کا کا کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا۔ راستے بھر میں گہری سوچوں میں ڈوبی رہی تھی، رسک لعل اسے دلچسپی بھی ایک معرکہ ہونا تھا۔ کیونکہ وہ شاندار بیرون جوں کے گڑھا ری لال سے حاصل کی تھی۔ رسک لعل کی اولین طلب تھی اور یقینی طور پر رسک لعل اس سلسلے میں پہلے نہیں ہٹ سکتا تھا۔ لیکن اس کا یہ اکاؤنٹس کلرک یا بار میرے ذہن میں گھس آتا تھا اور کوئی واپس پہنچنے کے بعد میں نے اس کے بارے میں بہت پیچیدگی سے سوچا۔ میرے پاس پر سنل سکرٹری کی جگہ خالی ہوتی چاہیے۔ اردن شرمندہ بہت وقت گزار چکا ہے۔ دلیہ اردن شرمندہ کے ساتھ

میرا جو ہے۔ ملی کابھیل کافی طوالت اختیار کر چکا ہے اور اردن شرمندہ ایک حد میں رہنے کا عادی تھا۔ بلاشبہ اس کی چھوٹی چھوٹی حرکات میری اس پیش کو ٹھنڈا کرتی تھی جو میرے وجود میں ہر وقت رہتی تھی۔ لیکن وہ ابھی طرح شرمندہ ہو گیا تھا اور جانتا تھا کہ میں کہاں سے کہاں تک ہوں، وہ ابھی طرح جانتا تھا کہ اسے اس ناچنے سے کس حد تک دلچسپی ہوتی چاہیے جو میرے بدن پر ہوتی ہے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ میری دلچسپی کی بوجھ میں اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک ضرور مل سکتی ہے لیکن مجھے اس کے قدموں کی چاب سنا ہی نہیں دینی چاہیے۔ اس وقت تو سلگتی ہوئی پیش اس کے چہرے پر نظر آنی تھی یہی میرا انعام تھی اور میں اس سے کافی منافع حاصل کر چکی تھی بہت سے لوگ جو میرے سکرٹری رہ چکے تھے، خود ہی میرا پیچھا چھوڑ دیتے تھے۔ پہلے میں انہیں مالی طور پر مطمئن کرتی تھی، ناکہ ان کے چہروں پر دھندلاہٹیں نہ ابھرنے پائیں، ابھی چہرے تو میری طلب تھے اور جب وہ مالی مشکلات سے نکل آتے تھے تو ذہنی مشکلات کا شکار ہو جاتے تھے اور انہیں فیصلہ کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوتی تھی کیا تو اپنے آپ کو اس چنالی سے نکال لیں یا پھر پھر میری قوت حاصل کریں۔ لیکن دوسرا کام ان کے لیے موت سے زیادہ مشکل تھا۔“

رسک لعل، بیرون کہاں اور اردن شرمندہ۔ یہ رات میرے ذہن میں اسی مشقت کی حامل تھی اور میں بڑی گہرائیوں میں سوچ رہی تھی۔ دوسرے دن میں فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو گئی۔“

رسک لعل کا معاملہ ابھی اتنا جلد بازی کا نہیں تھا لیکن اردن شرمندہ کے بارے میں فیصلہ کرنا ضروری تھا اور بہتر تو یہ تھا کہ میرے اس فیصلے میں معاون بن سکتا تھا، چنانچہ اس دن میں نے اپنے سارے پروگرام ملتوی کر دیے، اردن شرمندہ نے مجھے تفصیلات بتائیں تو میں نے اس سے کہا کہ آج کچھ زیادہ ہی تھکن محسوس کر رہی ہوں اس لیے آرام کروں گی، ہاں اگر وہ چاہے تو ٹھوڑی دیر کے بعد میرے بیڈ روم میں آجائے اس کے کچھ وکشن کرنا ہے۔“

میرے برسنل سکرٹریوں کو صرف اتنی ہی معلومات حاصل ہوتی تھیں میرے بارے میں جتنی ان کے لیے جائز ہوں اور میں نے اپنے ہر پہلو کو ہمیشہ مضبوط رکھا تھا،

میں جانتی تھی کہ یہ سکرٹری آتی جاتی چیز میں اور جانی والی چیز پر بھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ میرے صرف دن بھر کے پروگراموں سے آگاہ ہوتے تھے، میری ذاتی زندگی سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ وہ انجیل فورس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ سوائے اس کے کہ میرے کچھ سکرٹریوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں، میرے لیے کام کرتے ہیں۔ انجیل فورس کے ارکان کے بارے میں مختصر تفصیل آپ کو بتا چکی ہوں۔ یہ سب وہ ذہین ترین لوگ تھے، جو تمام شے میں اپنا مقام حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ جس کے وہ طلب گار تھے، ہو سکتا تھا کہ ان کی یہ جھجھلاہٹ انہیں گھٹیا قسم کا جرم بنا دیتی، وہ جو رڈ اوپا فائل ہوتے لیکن میں نے انہیں جرم بننے سے روکا تھا۔ میرے پاس ایک مخصوص بٹ تھا ان لوگوں کے لیے اور یہ ان لوگوں کے لیے اتنا تھا کہ وہ اپنی طلب پوری کر سکتے۔ اور اپنی بہتر زندگی گزار سکتے، بہت ہی اعتماد سے میں نے ان کا سیکشن کیا تھا اور وہ میرے اعتماد پر بڑے اُترے تھے۔“

بہر طور یہ سب ثانوی باتیں ہیں، میری زندگی ایک ڈگر پر چل رہی تھی اور میں نے اپنی فطرت کے مطابق اپنے لیے راستے بنالے تھے، کبھی یہ نہ سوچا تھا میں نے کہ میرا مستقبل کیا ہو گا اور جن حالات سے گزر رہی ہیں اس منزل میں داخل ہوتی ہوں اس کے کھڑے بہت راز دار آپ بھی بن چکے ہیں۔ ہو سکتا ہے آپ مجھے کوئی نفسیاتی مریضوں کا بھی ایک ہیں منظر ہونا ہے اور میرا پس منظر آہستہ آہستہ آپ کے سامنے آ رہا ہے۔ میں خود بھی بہ بات سمجھتی ہوں کہ لوگ مجھے نہ پر ملی کٹاری کیوں سمجھتے ہیں۔ کیوں سمجھتے ہیں۔ لیکن یہی تو انسان کی خوبی ہے جس جگہ اسے کھلا جائے وہی جگہ اس کے قدموں تلے پڑتی چاہیے میرا لقب العین اس کے سوا اور کچھ نہیں تو بات اردن شرمندہ کی، یہی ہے جس کے نوال کا آغاز اس وقت ہو گیا تھا جب بیرون کا کہ پانچ گھنٹہ جی کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تھا اور اب کس طرح میں بیرون کا کہ اپنے بیرون میں شامل کروں گی۔ اس بارے میں سوچنا بے کار تھا کیونکہ سوچا ان لوگوں کے بارے میں جانتا ہے جو اپنے طور پر کوئی مستحکم حیثیت رکھتے ہیں۔ جو بے چارے پرائیویٹ اداروں میں اکاؤنٹس کلرک ہوتے ہیں جہلان کے بارے میں بھی سوچنا کوئی معنی رکھتا ہے میں جانتی

تھی کہ بیرون کا کہ بڑی آسانی سے میرے قدموں میں اُگرے گا۔ پتا نہیں اس سلسلے میں قدرت کا معیار کیا ہے، جہاں لوگ دونوں منہ بھڑک نہیں ہوتے، حالانکہ انہیں ہونا چاہیے تاکہ ان کا اپنا ایک معیار ایک ہوا ان کی مشنات بائیں الگ بن جائے۔ بعض جگہ پر میں پھول لٹا آجاتے ہیں، میں نے اردن شرمندہ کے لیے بالکل معقول بندوبست کیا تھا اور اس گرمی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے آج اور بھی بہت سی کوششیں کی تھیں، بدن پر گلابی رنگ کا گون اور لیس۔ میری عزت تھی اور اس عادت کو بھی ہی غلط رنگ نہیں دیا جاسکتا تھا کیونکہ کوئی ایسا رنگ میری زندگی میں شامل ہی نہیں تھا جو کسی کے لیے انگشت نمائی کا موقع فراہم کرے اس سلسلے میں مجھے ناک آؤٹ، سوچنے کے۔ اردن شرمندہ میری بدلیت کے مطابق جب میرے کمرے میں داخل ہوا تو میں نے ایک ہی نگاہ میں اس کے چہرے

نی تیکا

عمران ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلوں میں سے ایک اور زبردست سلسلہ ایک دل ملا دینے والے سفر کی حیرانگیز داستان ایک لالہ الی اور حساس نوجوان کی آپ بیتی، اس کا سفر جاری تھا کہ ایک رات قیام کے دوران اُسے عجیب غریب حیلے کا ایک بوڑھا نظر آیا۔

اور پھر۔۔۔

قدم قدم پر رونگٹے کھڑے کرنے والی ایک عجیب کہانی ایک حصے میں مختل

حقیقت، روتھے، ڈاکھ خوج، روتھے، منگوانے کا پتہ،

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

۳۰، اردو بازار — کراچی

بہر پہل جانے والی دھشت کو محسوس کر دیا: بہر حال میں
میں نے سزا و ناز میں اس کا استقبال کیا اور اسے
بیٹھنے کی پیشکش کر دی۔

”بہت سے ایسے سٹے ہیں ارون شرمہا جن کے لیے
مجھے تم سے گفتگو کرنی ہے۔ مجھ میں نہیں آتا کہ میری کب
بیچھا چھوڑے گی۔ باہر نکلو تو دھوپ کی شدت ہاتھ کو پڑی
ہے، گھر کے ایرکشنڈیشننگ مکروں میں بیٹھ کر دھشت گزارہ
جاسکتا ہے لیکن باہر نکلتا تو بہت ضروری ہے۔“ میں
نے کر دھت بدلی اور مہری کے دوسری جانب سے کوئی
چیز اٹھانے لگی، حالانکہ وہاں کچھ نہ تھا، بس یہ ایک
انداز تھا ارون شرمہا کی ڈگری ختم کرنے کا اور واپس بیٹھ
تو ارون شرمہا کو سر پکڑے ہوئے پایا، اس نے اپنا ایک
ہاتھ ملنے پر رکھا اور اٹھا اور اس کے ہونٹوں کو چمکے

تھے میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی اور ایک بناؤز
بنانا، جو میری توقع کے عین مطابق تھا، ارون شرمہا
کے گہرے گہرے سانس بھر رہے تھے۔ میں نے سگریٹ
نکال کر ہونٹوں میں لگا لی اور ارون شرمہا سے لاشعظمت
کے لیے کہا جو میرے ہاتھ کی ہانچ سے دوڑ رہیں تھیں لیکن
ارون شرمہا کے لیے اس کا اٹھانے کا ضروری تھا ارون
شرمہا نے لاشعظمت اٹھا کر سگریٹ مسلک دینی تھی، لیکن وہ خود
جس طرح سلگ رہا تھا اس کا اندازہ اس کی شدید گرم
سانسوں سے ہو رہا تھا۔ چند لمحات میں سگریٹ کے
گہرے گہرے کش لینی سگریٹ کا یہ کش ایسے ہی موتوں
پر میری ضرورت بن جاتے ہیں۔ جب مجھے اہم فیصلے کرنے
ہوئے تھے، میں نے ارون شرمہا کو دیکھتے ہی ہمت ہار لی۔
”کیا بات ہے؟ تم شاید کچھ بہاؤ لڑا کر رہے ہو؟“
”نہیں دہلی دہلی جی ہیں۔ دہلی جی ہیں،“ اس نے

ہاتھ میں بڑی ہونی کو لی اور پیش رکھ دی اور اپنی
جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔
”ارون شرمہا کیا بات ہے؟“

”میں۔ میں واپس جانا چاہتا ہوں دہلی جی۔“
”وجہ۔ وجہ نہیں بتاؤ گے؟“

”نہیں دہلی جی میرا۔ میرا ذہنی توازن درست
نہیں رہا ہے۔“

”ارے آخر ہو کیا؟“ اور اس سوال کے جواب میں
جو کچھ مراد میرے لیے انتہائی کارآمد تھا۔ بے شک

ارون شرمہا بہت دن سے ذہنی سہجاء کا شکار تھا لیکن
میری ضرورت پر وہ اپنے ذہنی سہجاء کا مظاہرہ اس
طرح کر دے گا اس کا مجھے بھی یقین نہیں تھا۔ بہر طور میں
نے ارون شرمہا کے گل پر ایک زوردار پتھر پھینک دیا
اور بہت دیر میں یہ آواز گونج کر رہ گئی۔ ارون شرمہا یہ
پتھر کھانے کے بعد پیچھے ہٹ گیا تھا۔ میں نے خود کو
سنبھالنے پر مجبور کیا۔

”تم نے اس بد نظری کی جرأت کیسے کی ارون شرمہا۔“
”میں مر رہا ہوں دہلی جی، میں مر رہا ہوں بہت
دنوں سے مر رہا ہوں دہلی جی، آپ۔ آپ نے میری
زندگی تباہ کر دی ہے۔ میں۔ میں پاگل ہو چکا ہوں آپ
کے لیے۔“

”ارون شرمہا میں نے تمہیں گھر کا ایک فریڈ کھانا
ایک ایسا سا بھیجے، پورے اعتماد کے ساتھ اپنے ساتھ
رکھا جاتا ہے لیکن تمہاری اس بد نظری نے یہ ظاہر کیا
کہ تم پُر اعتماد و درست نہیں تھا۔ اپنے اور میرے درمیان
فرق کو جاننے ہو۔“

”دہلی جی سارے فرق ان قدر فی چیزوں کے
بعد برت جاتے ہیں جو انسان کو انہیں سے تحدید نہیں
پڑتی بلکہ اس کی ذات میں پیدا ہوتی ہیں۔ میں دہلی
جی میں آپ کے لیے پاگل ہو چکا ہوں، میں ابھی طرح
سمجھتا ہوں کہ میں آپ کے چروں کی دھوپ بھی نہیں
ہوں، لیکن ان ساری باتوں کے ساتھ ایک انسان
بھی ہوں۔“

”اور ان ساری باتوں کے بعد کیا تم اس بات کی
توقع رکھتے ہو ارون شرمہا کہ انہیں دوبارہ میرے پاس
آنا انقباض ہو سکے گا۔“

”دہلی جی میں مجبور ہوں،“ پاگل ہو گیا ہوں میں
مجھے اپنے پاگل بن کا اعتراف ہے، میں خود بھی ادنیٰ اس
حرکت پر بہت شرمندہ ہوں، لیکن دہلی جی اسے انسانی
فطرت سمجھیں، میں نے کوئی غیر فطری قدم نہیں اٹھایا،
”جدا ارون شرمہا واپس چلے جاؤ، تم جوان ہو،
بلکہ جوان ہو۔ ابھی تم نے زندگی کا آغاز کیا ہے۔ میں
نہیں چاہتی کہ تمہاری بقیہ زندگی تنہائی کے گوشے میں
جا پڑے اور نہ میں تمہاری اس حرکت کو معاف کر سکتی
ہوں، جدا ارون شرمہا چلے جاؤ، انہیں میرے اعتماد کا

اس طرح مذاق اڑانا نہیں چاہیے تھا۔ چلے جاؤ ارون
شرمہا، اس سے پہلے کہ میرے من میں تمہارے لیے آخری آگ
سلگ اٹھے کہ میں انہیں اس آگ میں جلا دوں، تمہارا
بہاں سے چلے جانا بہتر ہے۔ گیت آؤٹ۔ گیت آؤٹ۔
میں دہلی جی۔ اور ارون شرمہا کے بدن میں کھنکھارہٹ
پیدا ہو گئی۔ ایسے لمحات بعض اوقات خطرناک بھی ثابت
ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں ماہر نفسیات نہ ہونے کے باوجود
نفسیات پر پورا زور رکھتی ہوں اور ان خطرناک
لمحات سے بچنے کے لیے بھی میرے پاس ذرائع موجود ہیں
ارون شرمہا اگر دہلی جی کی خدشہ میں داخل ہو جاتا تو دہلی جی
اُسے ہسپتال پہنچا سکتی تھی لیکن بہت کم جرأت ہوتی ہے
ایسے لوگوں کی، وہ تو جنونی اقدام کرنے سے گریز کرتے
ہیں، ارون شرمہا میں اپنا مستقبل سنبھالے ہوئے میرے
بہتر روم سے نکل گیا۔ میں ابھی جگہ سے اٹھی اور میں نے
دروازہ بند کر لیا۔ میرے حلق میں جھٹکے چل رہے تھے اور
میں اپنی ذہانت پر نازاں تھی، وہ کام جس کے بارے
میں میں نے سوچا تھا کہ ممکن ہے کہ ایک دو کوٹھڑیوں
میں ہو جائے بہت معمولی سی کوٹھڑیوں سے ہو گیا تھا اور
اب میرے پاس کوئی سگریٹ نہیں تھا مجھے ایک سگریٹ
کی شدید ضرورت تھی اور جیلا جیون کا ریزر سگریٹ کیوں
نہیں بتاتا۔ یوں ہی تھے اس کے اور میرے درمیان حال
تھی۔ لیکن جلد بازی میں ضروری نہیں تھی۔ کام آہستہ آہستہ
ہی ہو تو زیادہ پائیدار ہوتا ہے اور مجھے اس سلسلے میں
کوئی تکنیک نہیں تھی جو کام میرے سگریٹ کی ضرورت
میں خود بھی کر سکتی تھی۔ آپ سمجھتے ہیں کہ سگریٹوں کا
مصروف کیا ہے برے پاس۔ بار بار اس کی تشریح کچھ مناسب
نہیں لگتی۔ بس اب اسے میرا جیون سمجھ لیں، میری دہلی جی
سمجھ لیں، میری شخصیت کا اولا جان سمجھ لیں، کچھ بھی سمجھیں
لیکن یہ سب بے فائدہ نہیں، میرا وجود اٹنا چکا گیا تھا۔ میرا
مان مجھ سے اس قدر جھجکا تھا کہ ایک زمانے میں میں نے
خود کو سوانیت کا مذاق بھجی تھی، خود کو دیکھ کر کہے ہنسی
آئی تھی کہ میں بھی عورت ہوں۔ ایک احساس میرے
دل میں ہمیشہ ناگ کی طرح کندہ کی مار سے بیجا رہتا تھا۔
وہ کہ جب بھی کوئی موقع ملا تو میں اپنی چمکی ہوئی شخصیت
کا انتقام لوں گی۔ اور یہ وہی لمحات تھے۔ یہ دہلی جی دن
تھے جو میرے گھر میں مطلق النان تھی اور میرا کام

شروع ہو چکا تھا۔
اس بات کا کوئی خدشہ نہیں تھا کہ ارون شرمہا دوبارہ
یہاں آنے کی جرأت کرے گا اس لیے میں نے اپنی ذہنی دہلی جی
خود سنبھال لیں۔ میں جادو کی گزرتے ان دنوں میں
میری مصروفیات کچھ گڑبگڑ تھیں اس لیے کسی اور کام پر
توجہ نہ دے سکتی۔ پھر ایک دلچسپ شہرے میری توجہ اپنی
جانب مبذول کر لی۔ میرے خصوصی میسر جانے لگے کہ میری
دلچسپی کے حامل کون کون سے لوگ ہیں، چنانچہ وہ مجھے حالات
سے مطلع کرنے لگے تھے۔ بار بار یہ تذکرہ کہے کہ میں اپنے
الفاظ کو دہرائتا نہیں چاہتی کہ میں نے اپنے ارد گرد جن
لوگوں کو رکھا تھا وہ ذہنی طور پر بہت برتر تھے اور میرے
تمام معاملات میں پوری طرح تربیت یافتہ۔ چنانچہ مجھے
یہ اطلاع خصوصی طور پر دی گئی۔

”دہلی جی گودھاری محل اور رسک محل جی آج
کل گہرے دوست بنے ہوئے ہیں۔“
”کیا۔؟“ میں چونک پڑی۔

”جی دہلی جی، کچھ بارچہ چھ دن سے ساتھ دیکھے
جارہے ہیں اور دونوں میں گڑبگڑ چھ دن سے رہی ہے میں
مزید تفصیلات معلوم کر رہا ہوں اور میں نے اور بھی
چند افراد کو یہ معلوم کرنے میں مصروف کر دیا ہے کہ ان کی
دوستی کی وجہ کیا ہے۔“

”اس سلسلے میں، میں نہیں زیادہ وقت نہیں دے
سکتی مجھے یہ معلومات بہت جلد درکار ہیں۔“ میں نے
کہا۔

”جی دہلی جی میں جانتا ہوں اور اسی لیے میں نے
نہایت برقی رفتار سے کام شروع کر رکھا ہے۔ دوسرے
تقریباً چاروں سے دونوں بہرہ اداؤں تک میں دیکھتے
جارہے ہیں، ساتھ بیٹھے ہیں، ساتھ بیٹھے ہیں، ساتھ
ہی گفتگوات کر رہے ہیں۔“

”ہوں تمہیں بے یقین میں انہیں بہرہ اداؤں
میں چیک نہیں کروں گی، کیونکہ انہیں یہ علم نہیں ہونا
چاہیے کہ میں ان کے اس گھٹ جوڑے واقف ہوں۔“

”جی بہت بہتر دہلی جی، آپ چنانچہ ذکر کی گئی چیزوں
بند ہو گیا لیکن میرے لیے بہت سی سوچیں چھوڑ کر ایک
محل اور گودھاری محل جی آگ اور پانی تھے۔ کون آگ
تھا اور کون پانی یہ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ دونوں میں

کچھ پیسے میرے خیال میں اپنا خون ایسی ہی رہے تھے
خون پینے کے بعد دھوا گئے۔
”جواب کہ دیں گی دہلی جی“
”دو دن کے بعد“ میں نے کہا۔
”جیسی آپ کی مرضی“
”آپ خود بھی غور کریں رسک لعل جی، چھوٹی موٹی بات نہیں ہے بہت بڑا کام ہے“
رسک لعل جی چلے گئے۔ واقعی میرے شیروں نے مجھے خوب راستہ دکھایا تھا۔ وہ نہ مرنے کے لحاظ سے یہ زمین چار پارچہ کوڑے میں بچ دیتی، بیشک یہ منافع بھی کم نہ تھا۔ لیکن موجودہ صورت حال تو بہت ہی شاندار تھی۔ رسک لعل کم از کم چودہ پندرہ کوڑے خرچ کرے گا اور میرے اصولی طور پر ساٹھ لاکھ روپے لگے گئے۔ اگر باسٹھ سات کروڑ کی بل شریعت مالک بن جاؤں گی اور پھر ایک کروڑ اسیار ہونے کی مالک۔ معمولی بات نہیں تھی۔
رات کی تہما بڑی تھی۔ جیون کمار باوا بانیل تھوڑے سے روشنی نکل رہی تھی۔ میں نے مسکاکر ڈٹ بدل لی ان نیلی آنکھوں کی روشنی تاریک نہ کروں تو نام نہیں ہے۔
”تاریکی پھیل گئی، پھر جالا بجھوٹ آیا، رات ٹھوڑی دیر کے لیے ہوتی ہے اور صبح ہو جاتی ہے ایک لاشنا ہی سلسلہ مصروفیت، کم از کم دل تو لگا رہتا ہے۔ راتیں سوئی رہتی ہیں، آدھی اور دوسری (نہانی) لیکن پتہ نہائی میری اپنی خرید ہے اور دوسرا ہے۔ میں کام دو طریقوں سے لیتی ہوئی غور کرتی ہوں۔
صبح کو سب سے پہلے خون رسک لعل کا ملا تھا۔ پہلو رسک لعل بول رہا ہوں۔
”خیریت رسک لعل جی، میرا خیال ہے آپ نے کوئی مناسب فیصلہ کر لیا، میرے خیال میں رسک لعل آپ کا یہ فیصلہ درست ہے۔“
”کون سا فیصلہ؟“
”بہر پروچیت بہت بڑا ہے، واقعی دولت آپ کسی اور کام میں صرف کریں تو آپ کو زیادہ منافع دے سکتی ہے۔“
”میرا فیصلہ اس کے برعکس ہے وہ دہلی جی“
”بہن جی۔“
”میں بہ بھول ضرور مناؤں گا چلے اپنا سارا جیون واؤپر کریوں نہ لگانا پڑے۔“

”جیون“ میرے حلق سے سسکی سی نکل گئی۔
”ہاں جیون۔ بہر پروچیت بڑوں پرانا خواب ہے میں نے ہانکا اہل پر اپنا ہونٹ دیکھا ہے۔ معاف کیجیے گا دہلی صبح صبح آپ کو اسی لیے فون کیا ہے کہ ایک بار پھر ایک منٹ کروں۔ آپ سے کہوں کہ فیصلہ میرے حق ہی میں رہا۔ میں آپ کی ہر شرط پوری کر کے لیے نہا ہوں۔“
”ہوں آپ تو جذباتی ہو گئے ہیں رسک لعل جی۔“
”ہاں دہلی جی جیون میں پہلی بار ایسا ہوا ہے۔“
”بہر جیون“ میرے منہ سے نکل گیا۔
”جیون ایک بار ہی تو ملتا ہے۔ پھر اپنی خوشبو کو دبا یا کیوں جلتے؟“ رسک لعل نے کہا۔
”ہاں رسک لعل جی، خواہشوں کو دبا یا کیوں جالتے؟“
”دہلی جی آپ فیصلہ جلد کیوں نہیں کر لیں کیا آپ کسی کے دباؤ میں ہیں۔“
”یہ آپ جانتے ہیں رسک لعل جی ایسا کام میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا۔“
”اچھی طرح جانتا ہوں۔ سچی تو کہہ رہا ہوں۔“
”اوکے رسک لعل جی، آپ معروف تو نہیں ہیں میں وکیل برلاس جی کو نے کر آپ کے پاس آ رہی ہوں وکیل صاحب کی موجودگی میں ہمارے درمیان تمام شرائط طے ہو جائیں گی۔ اور ابھی کے مطابق وکیل صاحب کا غلات تیار کر لیں گے۔ معاہدہ ہونے کے بعد آپ جب چاہیں تعمیر کا کام شروع کر سکتے ہیں نقشوں وغیرہ کے سلسلے میں تمام کارروائی کر لی جائے گی۔“
”آپ آرہی ہیں دہلی جی، آپ آرہی ہیں۔ اس سے زیادہ خوشی کی بات میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی اگر آپ کو آئے میں دقت ہو تو میں آ جاؤں۔“
”نہیں رسک لعل جی میں آرہی ہوں۔“ میں نے کہا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ بہر حال اس کے بعد میں نے برلاس جی کو فون کیا۔ اور انہیں فوراً اپنے پاس طلب کیا۔ برلاس جی اتفاق سے فارغ ہی تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ مزہ منٹ کے اندر آئندہ وہ میرے پاس پہنچ جائیں گے، میں نے اپنے ڈرائنگ روم کے اندر ان کا سواگت کیا تھا اور پھر میں نے برلاس جی کو ساری تفصیلات بتا دیں۔ برلاس جی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی تھی۔ انہوں نے

”دہلی جی خیریت ہوتی ہے، آپ ایسے ایسے انڈوں کو مار لیتی ہیں جن کے بدلے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ رسک لعل بڑا ہی شاطر ہے۔ بہت سے واقعات سن سنا ہوں اس کے بارے میں۔ مگر آپ کے سامنے کچھ نہ کرنا میں گردھاری لعل پر میری جرات بھٹا واقعی آپ نے کروٹوں بنالے، میں مسکرا کر خاموش ہو گئی۔ چند لمحات کے بعد میں نے کہا۔
”ایک ایک پہلو پر نظر رکھنا ہے۔ برلاس جی نہیں میری ہوں لی یا ایک بہتر شرح نہیں کروں گی اگر مسئلے میں ان تمام شرائط کو بڑی تفصیل کے ساتھ طے کرنا ہے اور اسی طرح آپ کو قانونی کارروائی مکمل کرنی ہے۔“
”بالکل ہو جائے گی دہلی جی، آپ تو چنتائی نہیں کریں۔ مگر؟“
”ہاں ہاں میں جانتی ہوں، آپ کا کیشن تو ہمیشہ ہی آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ اور کیشن ہمیشہ کی طرح ایک بہر منٹ ہو گا۔“
”ارے نہیں دہلی جی، بہر ایہ مقصد ہرگز نہیں تھا۔ بہت بہت شکر ہے۔“ برلاس جی نے کہا۔
سیٹھ رسک لعل کے عالیجنان دفتر میں داخل ہونے کے بعد میں ادھر ادھر نظر ڈالتی ہوئی بالآخر اس کیمین میں داخل ہو گئی جہاں سیٹھ رسک لعل بہر اسٹاک کرنے کے لیے تیار تھے۔ میری نگاہوں نے اپنا مرکز نہیں پایا تھا۔ یعنی میں نے جیون نہ کرنا نہیں دیکھا تھا۔ مجھے لگے کہ اس شخص کے لیے دل میں کتنی بڑھتی جارہی تھی۔ غالباً اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اسے پسند نہ کرنے کے بعد اتنے دن ہو گئے تھے لیکن میں اسے حاصل نہ کر سکی تھی اور یہ سب کچھ میری فطرت کے خلاف تھا۔ میں تو ابھی پرہیزگار بن رہی تھی کہ اپنے ذہن میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھی۔ اس وقت میں نے اپنے دل میں یہ سوچا کہ اب اس کے سلسلے میں جو کچھ بھی کرنا ہے جلد ہی کر ڈالاجائے۔ دیگر کو نامناسب نہیں ہو گا کافی وقت گزر چکا ہے۔ بہر طور رسک لعل جی نے میرا اور برلاس جی پر تباہ کن فیصلہ کر لیا اور ہم دونوں ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ رسک لعل جی نے دروازے بند کر دیا۔ پھر

کہہ رہا تھا کسی کو اندر نہ آنے دیا جائے۔ انہوں نے انٹرکام پر اپنی سرکیری کو بھی یہ ہدایت کر دی تھی کہ اس وقت وہ کوئی خون بھی لیکو نہیں کریں گے تمام ہیضامات ٹوٹ کر لے جائیں۔ رسک لعل جی اس سارے کام میں جس طرح کھپے لے رہے تھے وہ میرے لیے بھی حیرت ناک تھی۔ بہر طور اس سے کوئی نقصان بھی نہیں تھا، جتنا بڑا نہیں بھی ہدیٰ طرح اس طرف متوجہ ہو گئی۔ کاروباری لنگھ کے وقت صرف کاروباری لنگھ کوئی چاہیے اور کوئی بات مناسب نہیں ہوتی رسک لعل جی نے وکیل برلاس جی کو دیکھتے ہوئے کہا۔
”وکیل صاحب آپ کو تفصیل بتانا پڑے گی یا دہلی جی نے آپ کو سب کچھ بتا دیا ہے۔“
”تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سیٹھ رسک لعل جی، تفصیل تو مجھے معلوم ہو چکی ہے، بس آپ کی جانب سے سروس کی تیاری کے سلسلے میں پلانٹ ٹوٹ نہ کرنا چاہتا ہوں۔“
”ضرور ضرور کیجیے کیجیے۔ میں تو پہلے ہی دہلی جی سے کہہ چکا ہوں کہ میں ان کی ہر شرط قبول کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اور میری طرف سے ان شرائط کی تعمیل میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔“
”زمین کو شل دہلی کے نام ہی رہے گی یا اسے آپ اپنے نام منتقل کرنا پسند کریں گے۔“
”زمین کا مسئلہ مسئلہ نہیں رہے گا۔ زمین دہلی جی کے نام ہی رہنے دیجیے، لیکن ہونٹ کی پارٹر مشین ہم لوگ ساتھ رہیں گے۔ اور اگر بھی ہمیں یہ ہونٹ بچانا پڑا تو اس کی تمام قیمت میں سے آدھا آدھا دونوں کا حصہ ہو گا۔ اس کی جو کچھ بھی آمدنی ہوگی اس کا حصہ بھی آدھا آدھا ہو گا۔“
”بھیک ہے کوشل دہلی آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔“
”ہاں۔“ میں نے جواب دیا۔
”دوسری بات یہ ہے رسک لعل جی کہ اس کے لئے دفتر کی تعمیر میں آپ کا کوئی نظریہ۔“
”نہیں۔ میں جانتا ہوں کوشل دہلی بہت بھگدار ہیں اور ہم دونوں ایک دوسرے کے مشورے کے ساتھ ہی سارے کام کریں گے۔“
”گڈ فری لک۔“ میرا خیال ہے یہ بھی خوش آمدت بات ہے۔ اخراجات کے سلسلے میں تجویز لگایا جائے گا اور ترقیاتی

شکل میں ہوگی جس شکل میں نقشہ بنا یا جائے گا میرا مطلب ہے اس سلسلے میں ہر کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔
 رسک لعل جی نے تقریباً تمام ہی شرائط تسلیم کر لی
 مبین اور ان کے بوائے برلاس جی نے نوٹ کر لیے تھے۔
 چنانچہ برلاس جی بولے۔
 ”جیکب کے کوئل دلی اب کوئی کام ایسا نہیں رہ
 گیا جس کے لیے میری یہاں موجودگی ضروری ہو۔“
 ”سب سے اہم کام ذرا ہی جگہ ہے۔“ رسک لعل جی
 بولے۔

”کہا۔“ میں نے رسک لعل جی کو دیکھا۔
 ”جائے۔“ رسک لعل جی نے بہت خوش تھے اور
 انہوں نے برلاس جی سے درخواست کی تھی کہ جس قدر جلد
 یہ کام مکمل ہو سکے اچھا ہے۔ انہوں نے اپنے اس وعدے
 کا اظہار یہی کر دیا تھا کہ ہو سکتا ہے کوئی اور اس سلسلے میں
 کوشش شروع کر دے اس لیے وہ اس معاہدے کی تکمیل
 کر لینا چاہتے ہیں۔ میرے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی
 واپس آئے ہوئے بھی ہیں نہ جیون کمار کو تلاش کرنے کی کوشش
 کی تھی، لیکن وہ غلط تھیں آپا تھا۔ برلاس جی کو لگتا ہے
 سے رخصت کر دیا گیا اور اس کے بعد میں اپنے دوسرے بھائی
 میں مصروف ہو گئی۔ لیکن ذہن میں جیون کمار یا سنا
 رہا تھا اور مجھ میں سہانے کھڑکنے کے بعد اب بھی فورس سے
 مدد لینے کا فیصلہ کر لیا۔ کئی دن پر میں نے انجیل فورس کے
 ایک نمائندے کو ہدایت دی کہ رسک لعل جی کے دفتر میں
 ایک شخص جیون کمار نامی ہے۔ اکاؤنٹس کلرک کی حیثیت
 سے کام کرتا ہے۔ اس کا نام دفتر خلیہ تانے کے بعد میں نے
 اس شخص کو ہدایت کی کہ جیون کمار کے بارے میں تمام
 تفصیلات درکار ہیں اور اس کے لیے آئے زیادہ وقت نہیں
 دیا جاسکتا۔ انجیل فورس کے نمائندے جلتے تھے کہ میں
 ہمیشہ اجنٹ کام ہی ان کے پیرو کرتی ہوں، چنانچہ وہ
 اس معاملے میں مستعد ہو گئے اور اسی رات مجھے جیون کمار
 کے بارے میں تفصیلات معلوم ہو گئیں۔
 انجیل فورس کے نمائندے نے بتایا کہ وہ پھر کے ایک
 معمولی سے فلیٹ میں رہتا ہے اور اس کے اہل خاندان میں
 چار افراد ہیں، دو بہنیں اور ایک چھوٹا بھائی اور ایک
 ماں، اس کا باپ نہیں ہے، اپنے گھر کا واحد ذیلی ہے
 بہت ہی اچھی فطرت کا مالک بتایا جاتا ہے۔ ابھی مختصر ہے

عرصے پہلے آئے بیٹھ رسک لعل کے ہاں لوگری ملی ہے۔“
 ”اور کوئی خاص بات؟“
 ”بہنیں دلیوی جی اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔“
 ”جیکب ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ اس کے بعد اب
 غے فیصلہ کرنا تھا کہ کچھ کرنا چاہیے۔“ جیون کمار کے گھر
 کا نمبر میں نے لے لیا ہے، جس نمبر تک میں اس کا فلیٹ تھا
 وہ بہت اسی معمولی نمبر کے لوگوں کی تھی اور اسے کچھ دیر
 کے لوگوں کی رہائش گاہ تصور کیا جاسکتا تھا۔ کیا طریقہ کار
 ہونا چاہیے، بہر طور اس سلسلے میں، میں بھی چھوٹے چھوٹے
 کام کرتے رہے کہ بہنیں کئی تھی چنانچہ دوسرے ہی دن
 صبح میں اس وقت اس علاقے میں پہنچ گئی جس وقت
 میرے اندازے کے مطابق جیون کمار اپنے دفتر جانے
 کے لیے نکلتا ہوگا۔ پس اسٹاپ کے بارے میں، میں نے
 اندازہ لگا لیا تھا، چنانچہ مقررہ وقت پر میں آہستہ آہستہ
 اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس اسٹاپ کے قریب پہنچ گئی
 مختصر سا انتظار کرنا پڑا تھا اس کے بعد میں نے جیون کمار
 کو دیکھا جو معمولی سے لباس میں ملبوس اس جانب آ رہا
 تھا۔ راستہ میری ہی سمت تھا اور میں کار ڈرائیو کرتی
 ہوئی اس کے پاس پہنچ گئی۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھی
 اور پھر میں نے کار روک دی۔ گھر کی سے گردن نکالی
 اور جیون کمار کو لنگھی سے اشارہ کیا۔ وہ تقریباً دوڑتا
 ہوا میرے پاس پہنچا تھا۔
 ”ہیلو۔“ میں شاید نہیں پہچانتی ہوں۔“ میں
 نے کہا۔
 ”جی کوئل دلیوی۔“ میرا نام جیون کمار ہے۔ ایک
 دن کرپاں تھے جی کے گھر آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔“
 ”اور ہو،“ اچھا اچھا۔ آؤ کہاں جا رہے ہو؟“ میں
 نے کہا۔
 ”جی وہ دفتر جا رہا تھا۔“
 ”آؤ کچھ کام ہے تم سے۔“ میں نے کہا اور اپنی کار
 کی دوسری سمت کا دروازہ کھول دیا۔ جیون کمار کا منہ
 ایک لمحے کے لیے حیرت سے کھلا اور پھر وہ کمری سانس لے
 کر گردن جھکاتے ہوئے نزدیک آ گیا۔ اس پر سمیت سی
 طاری ہو گئی تھی۔ میں نے خاموشی سے کار کے بڑھادی
 اور مختصری دور لنگھنے کے بعد اس سے بول چال۔
 ”دفتر کس وقت پہنچنا ہوتا ہے؟“

”جی۔“ میں نے آگے بڑھے، کبھی تو بھی سوچ جاتے ہیں۔“
 ”ہوں۔“ نے کچھ میں تو ابھی کافی دیر ہے۔ لیکن اگر کچھ
 تم دفتر جانا تو کوئی حرج ہے؟“
 ”جی، وہ فون کرنا پڑے گا۔“
 ”جیکب ہے۔“ میں نے بہنیں اپنے گھر لیے چل رہی ہوں
 وہاں سے فون کر دینا۔ بہنیں کوئی وقت ہوئی تو میں فون
 کر دوں گی۔“
 ”جی بہن ڈلیوی جی؟“ اس نے جواب دیا۔ اور میرے
 ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلنے لگی۔ مختصری دیر کے بعد میری
 کار اپنے گھر میں داخل ہو رہی تھی۔ جیون کمار پر بحر سلاطی
 تھا، ہو سکتا ہے کہ کرپاں تھے جی نے اسے میرے بارے میں
 کچھ بتایا ہو۔ یہ حال میں اسے لے ہوئے ڈرائنگ روم میں
 داخل ہو گئی۔ جیون کمار کچھ جھجکا تو میں نے کہا۔
 ”کہا بات ہے جیون کمار؟ تم کچھ پریشان ہو۔“
 ”پریشان، نہیں ہوں دلیوی جی، بس پر سوچ رہا
 ہوں کہ آپ کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئی ہیں۔ میں اس بارے
 کا آدمی نہیں ہوں جتنی عزت آپ مجھے دے رہی ہیں۔“
 میں یہ سوچتا ہوں کہ اگر آپ کو میری تمام تر اہلیت معلوم
 ہو گئی تو اس کے بعد آپ کا رویہ بدل جائے گا اور خواہ
 میری بے عزتی ہو جائے گی۔“ جیون کمار نے کہا۔
 ”کسی کے بارے میں یہ اندازہ لگانا جیون کمار کہ
 وہ کسی کی اہلیت سے واقف ہو کر اس کے ساتھ برائے سلوک
 کرے گا کیا اس کے ساتھ زیادتی نہیں ہے؟“
 ”بہنیں دلیوی جی کو ان کی سوگند میرا مطلب ہے کہ بہنیں
 ہے بس میں اپنی حیثیت سے پریشان ہوں، آپ مجھے میری
 اوقات سے بڑھ کر عزت دے رہی ہیں۔“
 ”کہا بہ عزت نہیں قبول نہیں ہے۔“
 ”عزت کے قبول نہیں ہوتی دلیوی جی؟“ وہ آہستہ
 سے لولا۔
 ”تو آرام سے بیٹھ جاؤ میں اس دن بھی حیران تھی کہ
 تمہاری صورت مجھے شگافا کیوں محسوس ہو رہی ہے اور
 آج بھی میں اتنی ہی حیران ہوں، بہنیں اچانک دیکھ کر
 پھر میرے ذہن میں وہی خیال ابھرتا تھا کہ میں نے بہنیں
 کہاں دیکھا ہے۔“
 ”میں نے بھی بہت یاد کیا دلیوی جی، مگر مجھے یاد نہیں
 آیا پتا نہیں کیوں؟“

”خیر چھوڑو، بعض شکلیں ایسی ہوتی ہیں جو ایک
 نگاہ دیکھتے ہی جانی پہچانی محسوس ہوتی ہیں، کیا بلاؤں
 مبین اس وقت؟“
 ”جی وہ ناشا کے نکل تھا۔“
 ”پھر بھی میرا خیال ہے جائے بی لو۔“ میں نے کہا اور
 ملازم کو طلب کر کہا ملازم کو بلا کر میں نے اس سے جائے
 کے لیے کہا تھا پھر میں آرام سے صوفے پر دراز ہو کر لوٹی۔
 ”جیون کمار نے اس دن کرپاں تھے جی کے ہاں
 چند ہی الفاظ کہے تھے، لیکن میں نے ان الفاظ میں کچھ
 ہرے کرب کو محسوس کیا تھا اور بہت دیر تک اس کے
 بارے میں سوچتی رہی تھی۔ واقعی تمہاری تعلیمی حیثیت
 بہت زیادہ ہے لیکن بہنیں اس کے مطابق ڈگری نہیں
 مل سکی۔“
 ”دلیوی جی، بعض اوقات انسان کو اپنی سطرے بہت
 نیچے کرنا پڑتا ہے۔ اندر ہمارے ذہن کی مجبوری ہے اور
 میں بھی ذہن کی مجبوریوں میں حصہ دار ہوں اور یہ جانتا
 ہوں کہ ہماری مشکلات کیا ہیں۔ تعلیمی عمل فطری ہے
 ماں باپ بچے کے پیدا ہونے کے بعد اس کے مستقبل کے
 متنبہرے خواب دیکھتے تھے، میں اور ان خوابوں کی تکمیل
 کے لیے اپنی ہر کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ وہ اپنی اہلیت
 کو تسلیم لانے کے بعد کشتہ زنی کے خواب دیکھتے ہیں کئی
 افسر بنانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ لیکن ان خوابوں کی
 تکمیل کہاں سے ہو دلیوی جی کتنے کشتہ زکار ہیں اس
 ملک کے لیے، اس شہر کے لیے کتنے افسرانہ اور کلکٹر اس
 ملک کے لیے درکار ہوں گے جبکہ اس کے خواہش مند
 بے پناہ ہیں۔“
 ”تمہارا کہنا بالکل درست ہے جیون کمار۔“
 ”پہلے میں ایام کام کرنے کے بعد کسی جگہ فنانس منیجر
 بننے کے خواب دیکھنے لگا۔ خلیہ کیا کیا خواب دیکھنے میں نے
 اور بالآخر جب ان خوابوں کی تعبیر نہیں نظر آئی تو میں نے
 یہ طرکی قبول کر لی۔ پتا چلی کہ انتقال ہو چکا ہے۔ گھر کے چار
 افراد کی کفالت کرنا پڑتی ہے۔ پہلے پتا چلی، انہیں بہتر زندگی
 دینے کے بارے میں سوچتے تھے اب یہ فوٹہ واری کچھ بڑی
 ہے لیکن بہتر زندگی اتنی ہی ہو گئی ہے کہ وہ بھی بری طرح
 پڑھ لکھ جائیں اور اس کے بعد شہر میں جوتیاں بچھانے
 پھریں۔“

”تم بہت کرب زدہ اور بیچارہ لڑکے“
 ”نہیں دیوٹی جی۔ اب میں نے اس کرب کو خود ہر
 سے چھٹک چھین لیا ہے۔ کیونکہ انہی کے شمار انسان میں سے
 ایسے ہوتے ہیں جنہیں کسی دوسری بات کی بھی نہیں مل سکتی“
 ”ہوں۔ یہ رسک لیں جی نہیں تھی خواہ دیتے ہیں“
 ”اٹھا سو روپے۔ سب کچھ ملا کر اٹھا سو روپے“
 ”اوہ مائی گاؤ۔ اٹھا سو روپے میں تمہارا گزارا ہو
 جاتا ہے۔“

”جی دیوٹی جی، ہم اپنے بچوں کے مطابق چلتے ہیں
 اس بچہ میں سال میں ہر شخص کے لیے چلنے والے
 کپڑے ہیں اور وہ وہی وقت کا کھانا ہے۔ اس کے علاوہ
 ہم نے اپنی زندگی کو وہ دیکر لیا ہے باقی اور کوئی کام
 ہم نہیں کر سکتے“

”ہوں کیا تمہیں بہتر ملازمت کی تلاش ہے؟
 رفتہ رفتہ اپنے مقصد کی جانب بڑھ رہی تھی بیچون
 کما چوک کر مجھے دیکھنے لگا پھر بولا۔
 ”کیوں نہیں دیوٹی جی میں بھی اسی آدھ کمانڈار
 کر رہا ہوں جو میرے حال بد بھی رزم کرے۔ میرے بارے
 میں سوچے۔ ابھی تو لڑکی کے درکار نہیں ہوتی۔“

”میرے پاس ملازمت کرو گے۔“
 ”دیوٹی جی آپ کے بارے میں اس دن کرباں
 سمجھ جی سے بائیں ہو رہی تھیں کرباں سمجھ جی نے
 بتا دیا کہ آپ وہ ہیں جو تقدیر میں بنائی ہیں۔ میں نے
 دل نہیں سوچا تھا کہ آپ سے ملوں لیکن پھر ایک اور
 خیال ذہن میں آیا۔“

”وہ کیا۔“
 ”بڑے آدمی بڑے آدمیوں کے دوست ہوتے ہیں
 چھوٹے آدمیوں کے نہیں، میں رسک لیں جی کے
 ہاں کام کرتا ہوں آپ میرے لیے یہ کوشش نہیں کر سکتیں
 کیونکہ آپ کو خطرہ ہو گا کہ رسک لیں جی ناراض ہو جائیں
 گے“

”رسک لیں جی تم سے کوئی خاص دلچسپی رکھتے
 ہیں۔“
 ”نہیں دیوٹی جی میری تو ابھی تک ان سے
 براہ راست بات چیت بھی نہیں ہوئی۔ بس چیف
 اکاؤنٹنٹ صاحب ہیں جن سے میرا رابطہ ہوتا ہے۔“

انہوں نے ہی مجھے اپنا ٹنٹنٹ لیٹر دیا تھا
 تو چیف اکاؤنٹنٹ سے کوئی حرج نہیں ہے
 اور ویسے بھی رسک لیں جی کو اگر میں چاہوں تو رسک لیں
 ہوں کہ تمہیں میں نے رکھ لیا ہے۔“
 ”دیوٹی جی اگر میرے بیچون تم سے لیے آپ کچھ کر سکتی
 ہیں تو یہ آپ کا بچہ بری نہیں بلکہ ایک خاندان کا بڑا
 احسان ہو گا۔“

”ہاں۔ کیوں نہیں تمہیں تمہاری ضرورت کے
 مطابق ہر چیز مل جائے گی، جتنا تم کروا ویسے تم اور
 سوچ لو، اس بارے میں ہمیں یہ نہ سوچنا کہ تم نے یہ
 ملازمت چھوڑ کر غلطی کی ہے۔“

”دیوٹی جی بات یہ ہے کہ میرا اپنا تو کوئی فیصلہ ہی
 نہیں ہے۔ یہ تو لڑکی بڑی تلاش کرنے کے بعد مل سکتی
 اور بس مل ہی گئی تھی۔ مجھے اگر اس سے بہتر کوئی دوسری
 مل جاتی ہے تو میں تو اسے اپنی خوش قسمتی ہی تصور
 کروں گا۔ سوچنا کیا معنی رکھتا ہے۔“

”میں نہیں جی اعمال یا پھر ہزاروں پے ماہوار دیوں
 گی اور اس کے بعد تمہاری قابلیت کے مطابق یہ رقم
 بڑھانی بھی جاسکتی ہے۔ یہ تو یہاں کا دیواری معاملہ اور
 دوسری بات۔ یہ کہ تمہاری جو ضرورتیں ہوں گی وہ اس
 ہمدردی کی بنیاد پر بروری کی جائیں گی بیچون کرباں
 سکتے سا طاری ہو گا پھر خاندانہ شدت حیرت بگھ بول
 بھی نہ سکا میں نے پھر کہا۔“

”نہیں میرے سیکرٹری کے فرائض انجام دینے
 ہوں گے پچھلے دنوں آرون شرمانا کی ایک شخص میرے
 پاس سیکرٹری کی حیثیت سے ملازمت کرتا تھا پچھلا
 گزرا۔ اور اس کے بعد سے اتفاق ہوا ہے کہ مجھے اب تک
 کسی سیکرٹری کے لیے اشتہار دینے کا وقت نہیں
 مل سکا تمہاری کہانی سننے کے بعد میں نے دل میں
 سوچا کہ کیوں نا تمہیں اس کے لیے مقرر کر لیا جائے۔
 ویسے اس دن کرباں سمجھ جی کے پاس کیوں تھے؟
 ”جی وہ دیوٹی جی کچھ انکم ٹیکس کے معاملات تھے
 چیف اکاؤنٹنٹ صاحب نے بھیجا تھا۔“

”خیر خیر خیر اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے نہ
 ہی میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ رسک لیں جی کرباں
 سمجھ جی سے کیا معاملات چل رہے ہیں ہاں نہیں

وہ ملازمت چھوڑنے میں کوئی دقت تو نہ ہوگی“
 ”ایک ماہ کی خواہ چھوڑنی ہو کی دیوٹی جی بیچے
 کا آخر ہے۔“

”اوہ۔ اس کی فکرت کرو۔ میں تمہیں یہ خواہ
 دوں گی۔ تم اپنا یہ کام کرو میری طرف سے یہ پیشکش
 جتنی بیچون کما چکا ہے۔“

ہر کام کرنے سے ہوتا ہے بیچون کما کر کے بارے
 میں کئی دن سے سوچ رہی تھی عمل نہیں کیا تھا اصل
 کما اور وہ بیچے سے گئے ہوئے کچھ بچل کی طرح میرے
 آنگن میں آکر۔

اگر خیر کریں تو میرے بارے میں اندازہ لگانے
 میں آپ کو شک نہ ہوگی۔ فطرت کی محرومیاں کسی کو
 اذیت دے سکتی ہیں کسی کو اذیت پہنچا دیتی ہیں تو
 خود کوئی کر لیتا ہے کوئی باطل ہو جاتا ہے میں تو کچھ
 ہوں انہی محرومیوں کا نشانہ ہوں لیکن میں نہ کسی
 تمہیں بلکہ کرنے والوں میں سے ہوں۔ اور میری تقدیر
 نے مجھے اس کا موقع دیا ہے۔ مردوں کو اپنے خراب کے
 نظارے سے فیضیاب کر کے فتنہ چھوڑ دینا میری ہائی

ہے اور اس کے لیے مردوں کی تفصیص نہیں ہے یہ
 ہر اس شخص کے لیے ہے جو میری طرف متوجہ ہو اس
 سلسلے میں میرا تجربہ بے حد وسیع ہے آپ آئے دن
 اخبارات میں بڑھتے رہتے ہیں گئے ستر سالہ شخص
 نے ستر سالہ نوجوان لڑکی سے شادی کر لی۔ کیا یہ
 شادی لڑکی کی پسند سے ہوئی ہوگی؟ یہ سوال آرزوں
 کا منہ ہوتا ہے ہر دو میں خواہش جیت لیتی ہیں؟
 لیکن اس کے لیے راسخہ منتخب کرنے والے دوسرے
 ہوتے ہیں۔ کیوں؟ آپ نے ہم پر فیصلہ کیوں جاری رکھا
 ہے۔ پیدا ہونے سے پہلے ہم آپ سے مطابقت نہیں
 کرتے تو آپ ہمیں اس دنیا میں لائیں۔ یہ آپ کا
 عمل ہوتا ہے۔ ہم کچھ نہیں ہوتے ہیں آپ ہمیں
 سن کر دیتے ہیں۔ مسائل تو آپ کے حل کرنے کے لیے
 ہوتے ہیں۔ ہمارا اگر قصور ہوتا ہے۔ آپ کی کچھ ضرورتیں
 ہمیں دنیا میں لاتے کا باعث بنتی ہیں تو آپ ہم
 سے اتنا کہیں جاتے ہیں۔ ہمیں بوجھ کیوں سمجھتے
 لگتے ہیں۔ ہمیں ہماری فطرت سے اتنا دور کیوں کر
 دیتے ہیں۔ یہ حق آپ نے کیوں اپنا لیا ہے۔ آپ

بلائیگ کر کے نہیں۔ آپ فیصلہ کر کے نہیں کہ آپ اولاد کی
 فیصلہ برداشت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اسے اس دنیا میں
 لا کر اس کا حق ملے کہ میں۔ یہ راز اگر آپ یہ کر سکتے ہیں
 تو آگے قدم بڑھائیے ورنہ۔ آپ۔“

اور اس کے بعد اگر معاشرہ میں بڑیاں جنم لیتی ہیں
 تو آپ بڑی فراخ دلی سے ہیں اس کا جرم قرار دے دیتے
 ہیں۔ یہ نہ بدادلی آپ کی ہے۔ میں نے آپ کے خلاف محاذ
 بنایا ہے اور میں ہر امن طور پر اس کے لیے کام کر رہی ہوں
 میں نے خود پر قابو پا لیا ہے۔ ایک طرف دولت کے حصول
 کے لیے میں کارنامے انجام دے رہی ہوں تو دوسری طرف

آپ کی ہوس پرست فطرت کے لیے میں نے اپنے ہتھیار تیار
 کیے ہیں کہ میں گے تو لڑنا نہیں سکے۔ اس معاشرے کے لائق
 گھناؤنے کردار میری نگاہ میں ہیں۔ بڑی تفصیل سے
 میں نے وقت کا تجربہ کر لیا ہے۔ بڑی فتنے سے ان کے بارے
 میں رہنمائی کر رہی ہیں۔ میں آپ کا آپ کی ایک ایک
 کہانی سناؤں گی میرا یہی شوق ہے اور اس شوق کی تکمیل
 کے لیے میں نہ بہت کچھ خرچ کر رہا ہے اور خرچ کرتی رہتی
 ہوں۔ یہ تو ناز ہے کہ تمہیں کے ساتھ گھٹی بھی میں جانا

ہے۔ چہاں بچاؤن شرما اور بیچون کما جیسے لوگ تو بچاؤ
 محض ہی ہوتے ہیں بعض اوقات بڑے دلچسپ واقعات
 بھی ہو جاتے ہیں جیسے بیچون کما۔ یہ شخص میری زندگی کا
 ایک بہت ہی دلچسپ تجربہ ہے، جلد بازی کی کیا ضرورت
 ہے اس تجربے کے بارے میں سننے کے لیے کہ سناؤں گی۔
 زندگی میں بچوں کے ہوا کیا ہی کیا؟ بڑے بڑے تجربے
 کیے ہیں، بڑے بڑے آندھوں کو مارا ہے۔ ان آندھوں
 سے مقابلہ کرنے میں بہت لگن آتا ہے۔ میں آپ کو سن

ساہی کے بارے میں سناؤں جس کے ساتھ ایک اور نام
 بھی آتا ہے۔ یعنی کنور بلراج سن ساہی سے میری پہلی
 ملاقات، پھر اس کے متعلق پھر اس کا کلب میں ہوئی تھی اور
 ہومون ہونے کے سلسلے میں اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
 بات صرف ہومون کی نہیں تھی بلکہ سن ساہی کا سن جہاں
 سوز بھی اس میں نمایاں تھا۔ یہ سب کے سب بچوں کی
 مانت دیکھنے تھی۔ گلاب کی کسی گھنٹی میں کبھی کا تصور کر لیں
 وہی شادابی دی کو ملتا سن ساہی کی تھی۔ ایک بار نظر
 پڑ جائے تو دوبارہ دیکھو کچھ چلے۔ یہ اس سے نفارت
 کوئی مشکل نہ ہو اور چند گھنٹوں میں ہم کسے دوست بن

گئے تھے۔ سن ساہی نے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ ایک ایسے باپ کی بیٹی ہے جو اس کے لیے بہت کچھ چھوڑ کر گیا ہے اور وہ اس دنیا میں تنہا رہ گئی ہے، کوئی سرپرست نہیں ہے اور ابھی سرپرست وہ خود ہی ہے۔ مجھے اس کے یہ منے بہت پسند آئے تھے اور میرے بس ہیں ہماری کئی ملاقاتیں ہوئی تھیں واپس آنا تھا لیکن وہ چند روز وہاں رہنا چاہتی تھی چنانچہ میں اسے چھوڑ کر آئی۔ یہاں آنے کے بعد میں سن ساہی کو بھول گئی، لیکن ایک دن ایک خوبصورت کار میری کوکچی میں داخل ہوئی اور اس سے سن ساہی نیچے اُترتی تو میں خود سے کھل گئی۔ یہ لڑکی مجھے پیرس میں بھی پسند آئی تھی اور یہاں بھی میں اسے پسند کرنا چاہتی تھی۔ میرے دوستوں میں ایسے ہی جیسے لوگوں کی ضرورت تھی۔ سن ساہی مجھے بہت محبت سے ملی اور ہمارے درمیان جہاں بھری گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے سن ساہی سے اس کے بارے میں پوچھا اور وہ مجھے بہت کچھ بتاتی رہی، شادی کے لیے اس کا نظریہ ذرا مختلف تھا۔ اس نے کہا کہ اس کے دوستی میں بہت سی چیزیں شامل ہیں وہ کسی ایسے دولت مند شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے جو اس کی آرزوں کی تکمیل کرے۔ اس نے کہا۔

”بیشک پتاجی کا چھوڑا ہوا بہت کچھ ہے میرے پاس۔ لیکن اس بہت کچھ کو نہ زیادہ کچھ بنانے کے لیے مجھے ایک پائیدار شخص کی ضرورت ہے۔ لیکن صرف کاروباری نہیں نہ ہو۔ میں تاریخ سے دلچسپی رکھتی ہوں، ملک ملک کی تاریخ اور ثقافت کو پڑھنا میری بانی ہے اور میں اپنے شوہر کو ایک ایسے انسان کی حیثیت میں دیکھنا چاہتی ہوں جو میرا ہم ذوق ہو۔ میں مسکرا کر کہتی۔ پائل لڑکی لفظ بات کا تاج علیٰ تیرے لیے ہوتی تھی، ظاہر ہے کسی بھی شخص کو اس کا آئینہ دیکھ کر نہیں مل سکتا۔ صرف ناخبر کاری ہے جو الفاظ کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ عرض کر اس طرح میری سن ساہی سے دوستی ہو گئی۔ ہمارے میٹرو مشاغل بچا گئے۔ لیکن میں اپنے ذاتی معاملات میں کسی کی مداخلت ہمیشہ سے نا پسند کرتی رہی ہوں۔ سن ساہی کو بھی میں نے ایک حد تک ہی کچھ ایسا ہی وی تھی اور اس کے آگے کارائے بند کر دیا تھا، البتہ جب بھی مجھ سے اس کی ملاقات ہوتی وہ اپنی داستانیں ضرور سناتی تھی، شہر کے بہت سے رئیس زادوں سے اس کی دوستی چل رہی تھی۔ پیراماؤٹ

کلب کے لوگوں کے لیے وہ بہت ہی دلچسپی کی حامل تھی اور اکثر زبانوں پر اس کی کہاں کہاں گردش کرتی رہتی تھیں اپنی دلوں اس کی اور عمل راج کی دوستی کے چرچے ہوتے۔ بمل راج ایک بہت بڑے کاروباری کا بیٹا تھا۔ عام چھپوے نو جوانوں سے بہت گراں مناسب مزاج کا انسان جو ان اچھے کے باوجود وہ مختصر سی سیجی ہوئی طبیعت رکھتا تھا۔ میں نے دیکھی ہے ان دونوں کی دوستی کو بچھا اور دل میں سوچا کہ کم از کم سن ساہی اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہتی ہے۔ بمل راج سے اس کی دوستی چلتی رہی، اس نے اس میں بہت زیادہ دلچسپی نہیں لی تھی، وہ بے بسی بمل راج میرے لیے ایک اجنبی آدمی تھا اور بلاشبہ اس کی شخصیت میرے لیے کسی طور دلچسپی کی حامل نہیں تھی۔ وقت گزرتا رہا میں پھر کسی کام سے ملک سے باہر چلی گئی اور تقریباً تین ماہ کے بعد میری واپسی ہوئی۔ کاروباری دورہ تھا اور مجھے اس سلسلے میں خاصی بھاگ دوڑ کرنی پڑی تھی، چنانچہ پیرس ماہ باہر ہی صرف ہونے والے اس کے بعد بھی میں کافی مصروف رہی تھی اور کاروباری امور کی وجہ سے دوسرے کاموں سے دلچسپی نہ لے سکی تھی۔

کئی دن کے بعد پیراماؤٹ کلب گئی اور پیراؤٹ دونوں سے ملاقات کر کے بہت خوش ہوئی۔ کلب کی تقریباً معمول کے مطابق تھی، سب اپنے آپ میں مست تھے، تب میری ملاقات کلا بھارتی سے ہوئی۔ ہر شخص ایک الگ کہانی ہے۔ سب کی کہانیاں منسلک پیچھے جاؤں تو نہ جاتے۔ گناہ سے بیت جاتے۔

”بہت دن ملک سے باہر رہیں، اُکلائے لہا۔“

”ہاں، بس کاروبار۔“

”مجھے بھی بیرونی دنیا کا بہت شوق ہے، ملک ملک کی سیر میں گناہ مڑا نا ہوگا۔“ کلا نے کہا اور میں مسکرا دی۔

”سن ساہی سے شادی کر لی، اُکلائے لہا۔“

”اوہ گڈ۔ کرنا ہی تھی اسے۔ لیکن بڑی جلدی اس نے یہ قدم اٹھا یا خوش ہیں دونوں؟“

”یقیناً خوش ہوں گے، یہی مون کہتے ہیں ریڈر نے یہ نہیں پوچھا کہ اس نے کس سے شادی کی؟“

”بمل راج سے اور کس سے؟“

”نہیں بمل راج سے نہیں بلکہ کنور راج سے۔“

”اس نے میں اچھل پڑی۔“

”ہاں کنور راج کو تو جانتی ہو؟“

”اُسے کون نہیں جانتا، کس کیسے ہوا؟“

”ہو گیا، بھگوان جلنے۔“

”ناقابل یقین بات ہے۔ میں محنت جرت زور ہوں۔“

”اس شادی میں شریک ہر شخص حیرت زدہ تھا اُکلا بھارتی نے کہا۔ اور میں گون گھٹنے لگی، سن ساہی یہاں ہوئی تو میں اس سے ضرور اس بارے میں پوچھتی، لیکن وہ یہاں نہیں تھی۔ بات آئی تھی ہوئی کسی کے معاملے میں کون سا ناک اڑنے کا طویل عرصہ گزرا اور میں سن ساہی کو بھول گئی۔ تقریباً دوڑھ سال گزر چکا تھا مجھے لندن جانا پڑا اور میں اپنے پسندیدہ ہوٹل میں قیام پذیر ہوئی۔ لندن کے شہر وروز میرے لیے اجنبی تھے یہاں میں اپنے کام میں مصروف رہی۔ ایک صبح کسی کام سے اپنے ہوٹل کے کمرے لکھی تو میں نے سانسے دوسرے کمرے سے ایک لڑکی کو باہر کھینکے ہوئے دیکھا۔ وہ اپنا بوس خلتا ہوئی آہستہ قدموں سے اس کے پیچھے تھی۔ گزری رات کی کڑھاس کے کونے وجود پر کھچی ہوئی تھی۔ لیکن ایک لمحے میں مجھے اس کا چہرہ شناسا محسوس ہوا اور دوسرے لمحے میں اسے پہچان گئی اور پہچان کر کشمکش رہ گئی۔ وہ سن تھی۔

”سن۔“ میں نے اسے آواز دی اور وہ ٹھٹھک کر گڑ گئی۔ اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور عجیب سی نگاہوں کا شکار ہو گئی۔ ”آؤ سن، یہ میرا کمرہ ہے آؤ۔“ میں نے اس کی کیفیت کا اندازہ کر کے کہنے لگا۔

”میرا نام سن نہیں ہے۔“

”تمہارا نام کچھ بھی ہے آؤ۔ میں نے گشت بچے میں کہا اور وہ میرے نزدیک آ گئی۔ میں اسے اندر لے کر گئی۔

”ہاں اب بناؤ تمہارا نام کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا اور وہ ہلکے ہلکے کر دوڑ پڑی۔ میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی رہی تھی۔ پھر میں نے اسے اپنے ساتھ ناشائستہ لایا اور بولی۔

”کہاں رہتی ہو؟“

”لیکن اسکاڑے کے ایک فلیٹ میں۔“

”تہا؟“

”ہاں۔“

”وطن چھوڑ دیا؟“

”ہاں۔“ اس نے کہا۔

”تم نے شادی کر لی تھی؟“

”منت تذکرہ کریں اس شادی کا۔ منت بات کریں اس کے بارے میں۔“

”تم نے عمل راج کو چھوڑ کر کنور راج کے ساتھ شادی کیوں کر لی تھی۔ مجھے بات سننے کے لیے تم سے ہمدردی ہے۔“

”دہدی دہ پھر روئے تھی اور وہ ہرنگ رہی رہی۔ میں اسے دلا سے دیتی رہی تھی، ہمارا کئی خوشگفتہ تھی اب خراس کے بھول کی شکل میں نظر آ رہی تھی اور مجھے اس پر شدید حیرت تھی ایک حیرت اس بات پر کہ وہ تھی کہ اس نے بمل راج کے لیے کنور راج سے شادی کر لی تھی۔ دوسری حیرت آج اسے اس حال میں دیکھ کر ہنسی تھی۔ بمشکل شام میں اسے زبان کھلنے پر آمادہ کر سکی۔

”سن نے ساہی نے جو کہانی سنائی وہ اس کی زندگی کے لیے ایک ایسا المیہ تھی جس کے بعد اس نے لغو کر لیا تھا کہ اب اس سنسار میں آہوں اور آسوں کے علاوہ اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ زندگی ایک بوجھ ہے جو ایک گھناؤنا سفر ہے جسے سانسوں کے ساتھ کھینچنا ہے اور بالآخر مر جانا ہے۔ بے وقوف ہمیں کی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ تو ایک اڑیل گھوڑے کے لیے پہلا چابک ہے جو اس میں روانی پیدا کرنا ہے اس کے بعد ہی تو دوڑنے کا مڑا آنا ہے۔ پھر میں اس بارے میں اپنے نظریات کا اظہار کر کے سن ساہی کی کہانی پس منظر میں نہیں ڈالنا چاہتی کہانی کو وہیں سے شروع کیا جاتے جہاں سن سن ساہی کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہوئے تھے ہر چند کہ مجھے دوسری کہانیوں سے اس وقت تک دلچسپی نہیں پیدا ہوئی تھی تب تک کہ میں خود بھی اس کہانی میں شامل نہ ہو جاؤں بھلا میرے سوا اس سنسار میں اور رکھا ہی کیا ہے۔ بیڑ پ سوچیں گے کہ میں بھی موقع ملے تو میں آپ کو اپنے بارے میں بتانا شروع کر دوں گی، میں کیا کروں اگر آپ مجھے خود بند کہنا چاہیں تو کیسے رہیں گے کہا اعتراض ہو سکتا ہے سن ساہی روتی رہی ہیں جس قدر اس کی دلجوئی کر سکتی تھی میں نے کی اور کچھ کہا۔

”دیکھو سن میرا تم سے صرف اتنا ہی واسطہ ہے کہ تم پہلی بار مجھے نہیں ملی تھیں اور دوسری بار تم خود میرے گھر کی چائیں اور تم نے مجھے اپنی کہانیاں سنائی

میں میرے بہت سے شناسا ایسے ہیں جو مجھ سے ملتے رہنا چاہتے ہیں۔ تم نے تو مجھے اپنی شادی میں بھی شریک نہ کیا اور دوسروں سے ہی میں نے منہاری شادی کی کہاں تھی، لیکن اس وقت تم مجھے جس روپ میں نظر آ رہی ہو اس کے بارے میں، میں تم سے صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ اس کا ایک پہلو مجھے نے کہاں سے میرے بدن سے جدا نہ کیا اور وہی پہلو مجھے جو کر رہا ہے کہ میں تم سے منہاری داستان سنوں، لیکن اس کے لیے بھی میں بھی نہیں مومنہ دوئی ہوں کہ اگر تم اپنے آپ کو کوئی سربستہ راز نہ کھانا چاہو تو بات ختم کرو دیکھتے چلا کر آؤ۔ اس میں ہوسکتا ہے۔ تم جس طرح مجھے نظر انداز کرے اور اپنے آپ کو من سا بھی تسلیم نہ کرے واپس چارہائی نہیں اس پر مجھے غصہ آتا تھا لیکن اب بات کہانی ذات تک پہنچی ہے تو مجھے حق نہیں ہے کہ میں ہمارے وجود کو کہہ دوں، لیکن سناہتی نے رونی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا بھر لیں۔

”میرا بھی کوئی وجود ہے ویدی؟“

”ہوں“ ویدی بھی کہہ رہی ہو اور یہ سوال بھی کر رہی ہو۔“

”ہاں ویدی کبھی میں نے اپنا بھی ایک بہت نراش رکھا تھا اور خود ہی اس کی بلو جاکر تھی۔ نہ جانے کہا گیا سمجھتی تھی خود کو ذہن، چالاک اور ہوشیار اور ویدی میں نے سوچا تھا کہ دنیا بہت آسان ہے اس میں ہنسنے کی سی دیانت سے اپنے لیے وہ جگہ بنائی جاسکتی ہے جو کہ بے وقوف لوگ حاصل نہیں کر سکتے، لیکن فرق ہے ویدی فرق ہے کوئی بے وقوف نہیں ہوتا اس لیے کہ لوگ اپنے آپ کو دوسروں سے منفرد سمجھتے ہیں اور ایسی جھوٹ کھاتے ہیں جیسی میں نے کھائی ہے۔ آج ویدی اگر کوئی مجھے سے کہے کہ منہارے سامنے بیٹھا ہوا شخص بے وقوف ہے تو میں اچھی کروں گی کہ پہلا بے وقوف میرے سامنے آیا ہے جو دوسری کو اتحق سمجھتا ہے۔“

”منہارے پر تجھ پر بالکل درست ہے سمن، لیکن میں منہاری داستان سننا چاہتی ہوں۔“

”کہاں سے ویدی؟ کیا اس جگہ سے جہاں سے میں نے اپنے آپ کو اس دنیا سے برتر سمجھا تھا یا اس جگہ سے جہاں سے میرے ہونے کا آغاز ہوا تھا؟“

”یہ تم پر منحصر ہے۔“

”ویدی ایک سگریٹ پی لوں؟“ اس نے اپنا پرس کھولتے ہوئے کہا۔

”کب سے پیتی ہو؟“

”کچھ سال گزرتے۔“

”نہیں، سگریٹ نہیں پیو گی تم۔ سگریٹ مجھے دے دو۔ میں اگر مناسب سمجھوں گی تو یہ سگریٹ تمہیں واپس کر دوں گی۔ میں نے ہاتھ بڑھائے ہوں کہ کہا اور میں سناہتی نے سگریٹ کا وہ سگریٹ میرے حوالے کر دیا چند لمحات پہنچی رہی مجھ پر لوی۔

”لو! یہ ایک بوجھ ہے ویدی آج ہلکا ہو جائے تو کیا حرج ہے؟ کہاں کا آغاز اس وقت سے مناسب ہوگا جب میری ماما جی اس سنسار سے رخصت ہو گئی تھیں اور پتا جی نے مجھے سینے سے لگا کر کہا تھا کہ میں تنہا کہاں ہوں وہ جو اب میرے لیے ماں اور باپ کاں! انہوں نے یہ کمر دکھایا۔ میرے پتا جی ایک سرکاری افسر تھے رشوت لیتے تھے اور رشوت سے انہوں نے ایک اچھی عمارت بنا رکھی تھی رشوت ہی کی کارروائی تھی ہمارے پاس لیکن بس اتنا تھا کہ ہم لوگ ایک روشن زندگی گزار سکتے تھے۔ پتا جی کے ملے جلنے والوں میں بہت سے بڑے بڑے لوگ تھے لیکن جانتی ہیں ویدی کہ بڑے لوگ کون تھے وہ جو جلتے تھے کسی اہم مسئلے میں انہیں پتا جی کا سہارا لینے کی ضرورت پیش آئے گی وہ ہمیں اپنی بارہوں میں مدد کو کرتے تھے اور پتا جی کے لیے ہمارا سناوار کر کے جلتے تھے کہ احساس ہی نہ ہو کہ میں کوئی معمولی شخصیت ہوں اور ملنے جلنے والوں نے مجھے یہ احساس دلایا کہ میں واقعی کوئی معمولی شخصیت نہیں ہوں۔ میرے بارے میں ایسے ایسے افواہ کہے گئے کہ میں جبران رہ گئی بے شک میں نے اپنے گھر میں ایک فراغت کا ماحول بنایا تھا۔ گاڑی بھی تھی گھر بھی تھا، مزدوریات زندگی کی دوسری چیزیں بھی تھیں، لیکن جب میں نے اپنے سے شناسا لوگوں کے گھر دیکھے تو مجھے اپنے اس گھر کو دیکھ کر بڑی نرم آئی میں نے سوچا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، البتہ وہ لوگ جو مجھے اندر دلوں کا ایسا لکھتے تھے کبھی اکاٹھ سے اتری ہوئی کسی ایسے سناہتی کے خلق جہاں میں ہی جن جھگڑا ہوا تو میں سوچتی تھی کہ میں وہ کیوں نہیں ہوں جو وہ سمجھتے ہیں میرا گھر اس بات کی نفی کرنا تھا اور میرا ذہن اس طرف راغب ہونا تھا وہیں سے میرے دل میں یہ نہال پیدا ہوا کہ میرے پتا جی تو مجھے میرا صحیح مقام نہیں دے سکے اور نہ ہی اس بات

کی کوئی امید رہے لیکن اگر میں اس تنہا کی مالک ہوں تو خود اپنا جیون بنانے کے لیے کو مشق کیوں نہ کروں اور میری سوچ کے وہاں سے بدلنے لگے۔ پتا جی کی آمدنی اب بھی وہی تھی اور انہوں نے ہر طرح سے میری مصیبتوں پر کڑی نظریں میں نے ان کے تمام اخراجات کو اپنے اپنے اپنے قیمتی لباس سولہ تھ جو کسی بھی طرح ان اعلیٰ درجے کی کویتوں میں نہ ہوں والوں سے کم نہیں تھے اپنے ہر وہ چیز نہایت گری جان لوگوں کے پاس تھی، لیکن پتا جی کی کدیاں میرے ان اخراجات کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ وہ بھی پریشان رہتے تھے اور میرے رعبے سے کچھ بدولت بھی تھے۔ میں نے کار بدلی کی تھی گھر کا تو میں کوئی انتظام نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اس کے لیے بہت بڑی رقم درکار تھی، میری مرضی کی کار پتا جی نے مجھے دلا دی تھی، لیکن اب انہوں نے رشوت بھی زیادہ لینا شروع کر دی تھی۔ وہ پریشان سے پریشان تر ہوتے چلے گئے۔ ایک دوبار انہوں نے میرے رہنمائی کی بات بھی کی اور اس موقع پر میں نے پتا جی کو تھوک دیا میں نے ان سے کہا کہ وہ میرا رشتہ نہ بنے کہ نہ چاہتے ہیں کسی سیکشن آفیسر کے سی فرم کے منجیسے، بس اتنی ہی آڑاں سے نا ان کی جب کہ میں کسی ایسی شخصیت سے شادی کرنا چاہتی ہوں جو بہت اعلیٰ ہو جو میرے مزاج کے مطابق ہو اور جس سے پاس دولت کی کمی نہ ہو، پتا جی میری ان خواہشوں کی تکمیل بھلا کہاں سے کر سکتے تھے۔ وہ درج نہیں کر سکتے تھے کوئی ایسا رشتہ میرے لیے تلاش کر دے، البتہ ان کی کوششوں نے انہیں یہاں ضرور ڈال دیا تھا۔ انہوں نے ہمیں لاکھ روپے کا بیمہ کر لیا ہوا تھا بے شک اس کا پرہیز بھی بہت ضرور تھا، لیکن پتا جی ابھی اس مسئلے کو آسانی سے سمجھائے ہوئے تھے، پھر ان کی بہاری جڑ بڑھتی چلی گئی اور پتا جی یہ ہوا کہ ایک دن وہ مجھ سے چوڑے کر چلے گئے۔ وہ کوئی بہت ہوا تھا لیکن پتا جی سے ٹھوڑا سا اختلاف بھی تھا وہ مجھے وہ مقام کیوں نہیں دے سکے جو میرا مقام ہے پتا جی میں نے اپنے آپ کو خیال کیا اور اب میری سوچوں کے دائرے وسیع ہونے لگے۔ ویدی میں نے اس کو نہا کہ بہت قریب سے دیکھا اور یہ اندازہ لگا یا کہ میری قیمت تو بہت زیادہ ہے۔ لوگ مجھے میری قیمت نہیں ادا کر سکتے تھے، اپنی قیمت خود ہی حاصل کرنا ہو گی، پتا جی میں نے اس مسئلے میں عملی

اقدامات بھی شروع کر دیے اور سب سے پہلے میں نے اپنا وہ مکان بیچ دیا، پتا جی کے بیچے کی رقم میں لاکھ بیچے مل چکی تھی چنانچہ مکان جس قیمت میں لکھا اس میں کچھ اور رقم ڈال کر میں نے ایک بہت ہی خوبصورت کویتی خرید لی، میری کار بھی بہت خوبصورت تھی، البتہ ملازم و غزوہ کے مسئلے میں، میں نے ذرا احتیاط سے کام لیا تھا کیونکہ یہ لوگ گھر کے بھیدی ہوتے ہیں اور گھر کے بھیدی ہی لٹکا ڈھالتے ہیں چنانچہ ان نہ لٹکا ڈھالنے والوں کو میں نے خود سے دودھ کھا اور ایک دوسرا ایسے ملازم رکھے جو بالکل نئے اور اجنبی تھے اور میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے ویدی اس طرح میں نے اپنا ایک ماحول بنا لیا میں بہت احتیاط سے ایک ایک قدم چھونک چھونک کر رکھ رہی تھی جو رقم ان تمام معاملات کے بعد بھی تھی وہ بھی اتنی کافی تھی کہ میں بڑے عیش کر سکتی تھی لیکن میں جانتی تھی کہ رقم کچھ بھی نہیں ہے مجھے اس کے ختم ہونے سے پہلے کچھ مغفل بندوبست کر لینا چاہیے چنانچہ میں نے اس بارے میں اپنے ذہن میں منصوبہ بندی کر لیں اور اس کے بعد ان بڑی بڑی جگہوں پر گئے، بیٹھے، کھائے، جہاں مجھے اعلیٰ پائے کے لوگ مل سکتے تھے اب ان کا واسطہ پتا جی سے نہیں تھا کیونکہ پتا جی قلاب اس سنسار ہی میں نہ رہے تھے اسی دوران کی بات ہے ویدی کہ میری ملاقات آپ سے پہلے لندن میں اور پھر شاہد پیرس میں ہوئی یا پتا جی پیرس ہی میں میری آپ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔“

”ہاں آگے بڑھو۔ میں نے سردیوں میں کہا۔“

پشت و بال دے لیکن اس کی پسند نہیں اور آخری پسندیری ہوئی ہے۔ ہومسکا ہے دیدی آپ بیری اس بات سے متفق نہ ہوں، لیکن میرا اپنا یہی خیال ہے بل راج میرے ہی معیار پر اور اتنا متاخر تھا وہ قابل بھی تھا اور پتی بات یہ ہے کہ تاریخ میں بھی اچھی خاصی سوچہ ہو چکا تھا۔ اگر ہم تاریخ کے اہم ترین کرداروں کی تشبیہ کیا کرتے تھے۔ اور اس میں بل راج نے ہیبتہ مہری مودی بھی ہیں۔ بل راج کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ وہ مجھے بہت متاثر ہو گیا تھا اور مجھ پر اپنی حیثیت سے زیادہ بڑھ کر خراج کرتا تھا گو وہ بھی ایک اچھے کاروباری باپ کا بیٹا تھا۔ اور اس کے دماغ میں کئی نئے، لیکن اس قدر نہیں جتنے میں نے تصور کر رکھے تھے۔ اگر کبھی بھی بل راج کے لیے دل میں کوئی پہل پیدا ہوتی تھی تو نصف آبی ہی کر کہا وہ بعد میں میری خواہشات کی تکمیل کر پائے گا؟ لیکن اُس وقت تک وہ میرے ذہن سے دور نہیں ہوا تھا جب تک کہ کنور بلراج میرے سامنے نہ آ گیا۔ پیرا ماؤنٹ کلب ہی ہیں اُس سے ملاقات ہوتی تھی۔ میں نے بارہا اُسے دیکھا تھا اچھی شخصیت کا مالک تھا۔ آپ نے بھی اُسے دیکھا ہوگا دیدی۔ بلاشبہ وہ دوسروں کو اپنی جانب متوجہ کرنے میں حیرت رکھتا تھا۔ لیکن میرے لیے وہ کوئی خاص حیثیت اختیار نہ کر سکا۔ ہاں اُس دن صورت حال بدل گئی جب میں اور بل راج ایک اہم تاریخی مسئلے پر گفتگو کر رہے تھے اور ہمارے درمیان کافی گرمی گرمی ہو رہی تھی۔ مسئلہ مال چندنامی ایک سہ سالہ کا تھا جس کے نام سے مالوہ مشہور ہے جب ہمارے درمیان کافی دیر تک بائیں ہوئی تو دفعتاً کنور بلراج نے رخ بدل کر ہماری طرف منہ کیا اور کہنے لگا۔

”دو شریف آدمی جب کسی مسئلے پر بات چیت کر رہے ہوں تو بیشتر آدمی اگر واقعی شریف ہے تو اس مسئلے میں اُسے دخل نہیں دینا چاہیے۔ لیکن تاریخ ایک ایسا موضوع ہے جس میں کوئی گنو بڑے تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ آپ لوگ کینور راج کے بارے میں اُجھی ہوئی بائیں کر رہے ہیں حالانکہ کینور راج کا مسئلہ صرف اتنا سا ہے کہ اُس کے پتا جہاں راج نے سات سو سال کی عمر پائی اور اس کے جوہر بیٹے تھے جن میں سے بڑا کینور راج اپنے باپ کا جانشین ہوا کینور راج نے اپنے جہد حکومت میں اپنے برکھانی حکومت کے کسی نہ کسی حصے میں بھیجا اور خود گاہی سے

گو نڈوارانک آیا اور وکن سے منگی دیب کا سفر کیا اس سفر میں اس نے سرکش راجاؤں سے خراج وصول کیا اور تحفے حاصل کیے اور اپنی رعایا کے ساتھ بوری بوری بہتری کی کوشش کی جب وہ اس سفر سے واپس ہوا تو وکن کے زمینداروں نے اُس میں منگی دیب کو کس کے خلاف غارتگری کا علم کیا اور کینور راج کی قوت بہت زیادہ بڑھ چکی تھی اور وہ کینور راج سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اس وقت کینور راج نے یہ شخص کیا کہ اس میں ان کوشش کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ لہذا انھوں نے اُسے ان سے صلح کرنی پڑی۔ اس کے بعد وہ اپنے وار السلطنت واپس آیا اور پیش قیمت تحفوں کے ساتھ ایک خط شاہ ایران منوچہر کی خدمت میں ارسال کیا اور اس سے مدد مانگی۔ منوچہر نے ایک زبردست فوج سام بن نریمان کی ماتحتی میں ہندوستان کی طرف روانہ کی۔ کینور راج نے جانبدار پہنچ کر اس فوج کا استقبال کیا اور اُسے اعلیٰ پوسٹ پر اس کی تہان داری اور خاطر قاضی پھر اس نے فوج کو لے کر وکن کی جانب رخ کیا۔ وکن کے زمینداروں نے جب اس فوج کی آمدنی کو دیکھ کر ہلکا ہلکا اُٹھے اور اس طرح وکن پھر کینور راج کی ماتحتی میں آ گیا۔ آپ لوگ غائب وکن کے مسئلے میں غلط فہمیوں کا شکار نہیں۔ میں آپ دونوں کی گفتگو سن رہا تھا اور میں نے یہ اندازہ لگا کر شاید اُس وقت کے وکن کے بارے میں آپ کو تفصیلی معلومات نہیں ہیں۔ میں جبران رہ گئی تھی کنور بلراج کے بہت سے رُوب میرے سامنے آئے تھے۔ لیکن یہ رُوب میرے لیے انتہائی اُلٹھا اور اجنبی تھا۔ اُس نے تاریخ کا یہ مسئلہ اس طرح بیان کیا تھا کہ نہ صرف میں بلکہ بل راج بھی جبران رہ گیا اور اس کے بعد ہمارے درمیان بہت سی گفتگو ہوئی رہی، مجھے اندازہ ہوا کہ کنور بلراج کو علم کا سمندر ہے تاریخ پر گفتگو کرو تو ذرا بھی تاریخ اُس کے ذہن میں محفوظ تھی کسی بھی مسئلے پر بات چیت کر دو اور کنور بلراج اس پر اپنی معلومات کے خزانے لٹا دیتا تھا یہ ہماری پہلی ملاقات تھی۔ لیکن اس کے بعد میری اور کنور بلراج کی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ بل راج کی حیثیت اپنی جگہ تھی لیکن کنور بلراج بھی جب سامنے آ جاتا تو میں اُسے نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ مجھے اُس کی بہتر شخصیت کا اعتراف تھا وہ جس موضوع پر گفتگو کرتا تھا علم کے سمندر میں وزن ہوتے تھے۔ ایسی ایسی بائیں بتاتا تھا کہ وہ میں جبران رہ جاتی

حالانکہ ابھی میرے دل میں کوئی اور تصور نہیں جا کا تھا بل راج کو میں اپنے بیٹوں سانچی کی حیثیت سے منتخب کر چکی تھی۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی اس بات کا اندازہ تھا کہ میں نے ان کی شادی کا فیصلہ کیا تو بل راج ہی سے کر دی گئی میرے ذہن میں ایک اور تصور بھی تھا وہی تھا جس کے بارے میں میں آپ کو بتا چکی ہوں، یعنی یہ کہ میں اپنے شخص سے شادی کر دیں جو حیثیت میں بہت آگے ہو بل راج کے بارے میں تو مجھے تفصیلات معلوم ہوئی تھیں، لیکن کنور بلراج کے بارے میں کم از کم اس حیثیت تک تفصیلات نہیں معلوم ہوئی تھیں کہ وہ کس حیثیت کا مالک ہے۔ وہ ایک شاندار کاروبار آنا تھا۔ اُس کے جسم پر قیمتی لباس ہوا کرتے تھے۔ وہ شاہ خراج بھی تھا اور پیرا ماؤنٹ کلب میں خوب دولت لٹا کر رہتا تھا۔ لیکن اس کا باقی حصہ تاریخی میں تھا اور شاید یہ بات کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ اُس کا ذریعہ آمدنی کیا ہے یا وہ کتنا بیک بیلنس رکھتا ہے۔

”تو دیدی اس طرح میں بل راج سے محبت کرتی رہی اور کنور بلراج سے متاثر ہوئی رہی۔ رفتہ رفتہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے بل راج کنور بلراج سے میری ان ملاقاتوں کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتا ہو۔ پہلی بار مجھے اس کا احساس اُس وقت ہوا جب پیرا ماؤنٹ کلب ہی کی ایک تقریب میں دونوں ایک ساتھ ہی میرے نزدیک پہنچ گئے۔ بل راج نے میرا بازو ختم کیا تھا اور کنور بلراج جو میری جانب بڑھ رہا تھا تنگ کر کر گیا تھا۔ میں نے اُس کے چہرے پر ایک حسرت، ایک بے بسی سی دیکھی۔ نہ جانے کیوں مجھے احساس ہوا کہ وہ افسردہ سا ہو گیا ہے۔ میں بل راج سے بازو چھڑا کر اُس کے پاس پہنچی۔

”ہیلو کنور؟“

”ہیلو سنی! کہیں میرا ج ہیں؟“

”مجھ تک ہوں۔ تم میرے پاس آئے آئے دوک کیوں مجھے؟“ میں نے سوال کیا۔ اور کنور بلراج کے ہونٹوں پر ایک افسردہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس نے منہس کر کہا۔

”مجھے اپنی حد کا احساس ہے سنی۔“

”میں سمجھتی نہیں۔“

”انہ مجھ تو بہتر ہے۔ وہ آہستہ سے لولا۔

”اسی وقت میں نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔

”اؤ سنی کچھ بات کر رہی ہے تم سے۔“

”ابھی آتی ہوں۔ ذرا کنور جی سے کچھ بات کر دی ہوں۔ میں نے سادگی ہی سے کہا تھا۔ میں واپس پڑ گیا اور اس کے بعد کنور بلراج کافی دیر تک مجھ سے بائیں کرتا رہا پھر اُس نے معدنت اُبھر لی۔ میں کہا۔

”سنی جی! آپ شاید کسی دفعتی جذبے سے متاثر ہو گئی ہیں۔ میں راج آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“

”میں سمجھتی نہیں کنور بلراج۔“

”میرا مطلب ہے میں جی ناراض ہو جائیوں گے۔“

”کیوں؟“ میں نے سوال کیا اور وہ مددگار مگر اٹ کے ساتھ لولا۔

”اس لیے کہ آپ پران کا حق ہے۔“

”میں نہیں کنور بلراج ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھ پر بھی کسی کا حق نہیں ہے۔“

”تھوڑی دیر کے بعد میں بل راج کے پاس آ گئی تھی گمان بھی نہیں تھا کہ وہ اس بات سے متاثر ہوا ہوگا میں اس کی نیزہ برہمی تو اس نے سر موہری سے میری طرف دیکھا پھر لولا۔

”فرصت مل گئی۔؟“

”ہاں مجھی۔ پتا نہیں تھا راموڈ خراب سا ہے۔؟“

”میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔“ اس نے یہ کہہ کر مجھے مائل دیا۔

لیکن وہی خاص بات تھی بلراج کچھ افسردہ سا رہنے لگا تھا۔ اور کنور بلراج سے میری انفاقہ طور پر ایسی ملاقاتیں ہوئیں جو پیرا ماؤنٹ کلب سے باہر تھیں۔ اس نے مجھے کئی دفعہ ہونٹوں میں بیخ کر لیا اور پھر ایک دن اس نے ایک چھوٹا سا خوب صورت کارڈ میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

”میں اس قابل تو نہیں ہوں لیکن اگر آپ میری عزت افزائی کر دیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ میں کتنی شرمین ہوں۔“

”اس کی سائیکس کا کارڈ دیکھا جو دوسرے دن شام میں تھی۔“

”ارے کنور بلراج جی اتنی خاموشی سے آپ نے اپنی سائیکس کر ڈالی۔؟“

”مگر کہاں ڈالی۔ کر دیں گا۔ اُس نے جواب دیا۔

”ہاں۔ میرا مطلب ہے کوئی شور مچا کر ڈال دینا کہ میں نہیں ہوا تو پھر کلب کا پروردگار تو نہیں رہے گا۔“

”یہ تو آپ پر منحصر ہے سنی جی۔ اس نے کہا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں ضرور اُس کی۔“ میں نے جواب دیا۔

پر کنور ملراج کی کوٹھی کا پتا بھی درج تھا۔
 کوٹھی بہت شاندار علاقے میں تھی۔ میں نے دوسرے
 دن کنور ملراج کے لیے ایک حسین سا تختہ خرید لیا۔
 تختہ گوشت کے تمام معجزات اس سالگرہ میں مدعو ہوں گے
 بل راج سے بھی ملاقات کی نہیں ہوئی تھی ورنہ میں اس سے
 پوچھتی کہ کیا اسے بھی کنور ملراج کا کارڈ ملا؟
 لیکن بہر طور میں اپنے طور پر تیار ہوئی اور شام
 کو وقت غرضہ پر کنور ملراج کی عاید نشان کوئی پرزہ
 مٹی۔ کوٹھی باہر سے دیکھنے میں بہت عمدہ تھی، مہر کی کار
 اندر داخل ہوئی لیکن میں نے کوٹھی کو سنسان ہی
 پایا تھا۔
 مجھے حیرت ہوئی کہ سالگرہ کا وقت تو وی ہے
 لیکن میرے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آ رہا۔ پھر صدر
 دروازے پر کنور ملراج نے میرا استقبال کیا۔ بہت
 خوبصورت لباس میں تھا اور بہت سمارت نظر آ رہا
 تھا حالانکہ اس کی عمر ابھی خاصی تھی مگر وہ ہمیشہ خوش
 لباس رہنے کا عادی تھا اس نے مسرت سے جھوٹے ہونے
 میرا استقبال کیا وہ میں نے حیرت سے کہا۔
 ”یہ سب کیا ہے؟“
 ”یہیوں دیکھی تھی تعجب ہو رہا ہے آپ کو؟“
 ”مجھے میرا مطلب ہے کوئی اور زمانہ نہیں ہے؟“
 ”جہاں تو سب آگئے۔“
 ”ارے اچھا کیا انداز منظم کیا ہے سالگرہ کا۔؟“
 ”جی ہاں۔ اس نے جواب دیا اور اس کے بعد وہ مجھے
 جس ہال میں لے گیا وہ ابھی مثال آپ تھا چھتہ میں دھڑول
 فالوں لگے ہوئے تھے گول ہال تھا دروازے چھتہ سے لے کر
 زمین تک پھروں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ زمین پر لٹائی
 آرائش قابلین بچھا ہوا تھا۔ دواڑے ہی کی شکل میں صوفے
 پر بٹے ہوئے تھے۔ درمیان میں ایک بہت حسین میز لگی
 ہوئی تھی اور اس میز پر بریک رکھا ہوا تھا جس کے ارد گرد
 موم بتیاں روشن تھیں۔ لیکن پورے ہال میں ایک بھی
 آدمی نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر خیر آواز لگا دی کہ ہوں سے
 کنور ملراج کو دیکھا اور بولی۔
 ”کہاں ہیں آپ کے وہ جہاں؟“
 ”سمن جی۔ کچھ دُور بائی ہو رہا ہوں اگر میرے الفاظ
 ناگوار گزریں تو برا نہ مانجیے گا کچھ بھی کرنا ہوں گی
 میں تعجب سے اسے دیکھتی رہی اس نے کہا۔

”سب جہاں آچے ہیں، میں نے بھی کہا تھا نا۔
 جس انسان کی کائنات کسی ایک شخصیت تک محدود
 ہو جائے اس کو پھر کسی اور کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔“
 ”میں بھی نہیں۔“
 ”میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں سمن جی۔“
 ”میں اسے دیکھتی رہی اس نے کہا۔“
 ”میرے لیے یہی ایک عجیب و غریب حقیقت تھی ہے
 یوں سمجھ لیجئے کہ مجھ میں سے تنہا اور ایسی ان تنہا میں
 کو دور کرنے کے لیے جیسے سہارے حاصل کرتا رہا ہوں
 سہارا میں کو تلاش کیا تو وہیں کچھ نہ ملا۔ دوستانہ انسان
 رفائیتیں سب عجیب و غریب چیزیں ہیں، کوڑے دل کی گہرائی
 میں نہیں جھانکنا اور اگر کسی کو اپنے اندر کی گہرائی
 دل ہی دل میں سکھاتوں گے علاوہ اور کچھ نہیں سنا۔
 پتا نہیں کیوں سمن جی آپ کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے
 کہ شاید آپ کے اندر محبت کی ایک کائنات پوشیدہ ہے۔“
 میں کنور ملراج کی باتیں سن رہی تھی اور اسے فری
 ہوں رہی تھی۔ اس سے میں نے تھوڑی دیر کے بعد کہا۔
 ”گویا تم نے میرے علاوہ کسی اور کو نہیں بلوایا؟“
 ”نہیں بلوادی جی، سچائیوں کی تلاش تھی۔ آج تو میرا
 جنم دن ہے اور تم دن کے وقت میں اپنے اسی لمحے کو یاد
 کرنا چاہتا ہوں، جب اس دنیا میں آیا تھا۔ تنہا تھا اور
 شاید دنیا ہوا کسی کی تلاش تھی تھی، اور سمن شاید آپ
 وہ تلاش مکمل ہو گئی ہے۔ وہ مل گیا ہے مجھے جسے میں پاتا
 چاہتا تھا۔“
 ”کون ہے وہ؟“ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 ”آپ سمن جی آپ۔ آپ یقین کیجئے۔ میں نے صرف
 یہی ایک کارڈ بنوایا تھا جو آپ کو پیش کر دیا میں نے اپنی
 تقدیر کو ایک کسوٹی پر لا رکھا تھا آپ آؤنگی ہیں اور میں
 نے آپ سے دل کی ساری باتیں کہہ دی ہیں لیکن لیکن“
 میں کسی سوچ میں ڈوب گئی تھوڑی دیر تک میں
 خاموش رہی، پھر میں نے ہلکتے ہوئے کہا۔
 ”اچھا تمہیں ہے بھی، چلو ایک ٹوکنا جا لے۔ اور
 کنور ملراج نے میرے ساتھ مل کر ٹوکنا کاٹا۔ اس کے بعد
 ہم نے ایک خوبصورت سے ریستورنٹ میں ڈنکا۔ کنور
 ملراج بہت زیادہ ضرور نظر آ رہا تھا اور میں ابھی ہوئی تھی
 بل راج کو اور کنور ملراج کو پرکھ رہی تھی۔ دونوں میں
 سے کون زیادہ بہتر ثابت ہوگا میرے لیے؟ کنور ملراج

کی کوٹھی، اس کی اعلیٰ گاڑ، اس کا طرز زندگی، اس کے کچھ دیکھنے
 کے قابل تھا۔ میں نے ملراج کو بھی اندر سے پرکھ لیا تھا سب
 سمجھا۔ اب میرے اندر ایک دہرا چیل شروع ہو گیا تھا۔
 چنانچہ میں نے اس سالگرہ کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کیا اور
 ایک دن پوری باتوں باتوں میں بل راج سے اس کے
 بارے میں تفصیلات پوچھ ڈالیں۔ دیے تو بل راج کے
 بارے میں مجھے سب کچھ معلوم تھا لیکن وہ کبھی ہمت نہیں
 کر سکا کہ مجھے اپنے گھر لے جائے۔ میں نے زبردستی اس سے
 اس کا گھر دیکھنے کی ضمانت لی اور اس نے یہ فرمائش پوری
 کر دی، مکان اس کا بھی برا نہیں تھا۔ لیکن کنور ملراج
 کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا۔
 اور پھر ان دنوں بل راج مجھے کچھ بھی اچھا سا رہنے
 لگا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ دونوں چہروں
 میں سے ایک کا انتخاب کر لینا چاہیے۔ ایک ایسا نوجوان
 جو محبت کی گہائی میں انسان ہے لیکن عمل کی دنیا میں اتنا
 دُور نہیں ہے جتنا کنور ملراج۔ وہ کنور ملراج جس کا اس
 دنیا میں کوئی نہیں ہے اور اس کی ہر شے کی مالک میں
 بن جاؤں گی۔“
 جبکہ بل راج کا پورا خاندان اس چھوٹے سے گھر میں
 موجود تھا جہاں مجھے وہ لگتا تھا، میں بین دن تک
 کشمکش کا شکار رہی اور جسے دن میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ
 بل راج کے بجائے کنور ملراج میری زندگی کا بہترین ساتھی
 ثابت ہوگا۔ میں اس دن جب پیرا ماؤنٹ کلب میں
 داخل ہوئی تو کنور ملراج اور بل راج دونوں ہی موجود تھے،
 میں کنور ملراج کی میز کی جانب بڑھ گئی اور اس نے مسکراتے
 ہوئے میرا پیر مقدم کیا۔
 ”یہیوں سمن جی۔ کہیے کیسے مزاج میں آپ کے؟“
 ”تھک چکی ہوں۔ آپ سنا ہے؟ کنور جی۔“
 ”یہ بل راج کہاں جا رہے ہیں؟“ کنور ملراج نے
 پوچھا اور میں نے چونک کر بل راج کی میز کی طرف دیکھا
 وہ آٹھ گھر باہر نکل گیا تھا۔
 ”میں کہاں باتوں کہاں جا رہے ہیں؟“
 ”کچھ ناراضی ہے ان سے آپ کی؟“
 ”نہیں کیوں؟ آپ کو یہ احساس کیوں ہوا؟“
 ”کچھ نہیں۔ پچھلے دنوں سے شوش کر رہا ہوں۔“
 ”اس کی وجہ ہے کنور جی۔“
 ”کیا؟“

”یہ کہ بل راج سے وہ میری ملاقاتیں پسند نہیں کرتے؟“
 ”اوہ کچھ پہلے ہی احساس تھا کہ میں میں پچھلے دنوں
 کے پچھلے دنوں میں جاؤں گی۔“
 ”نہیں کنور ایسا نہ ہو۔ اب ہم ہم دونوں کے پچھلے نہیں
 بلکہ وہ ہم دونوں کے پچھلے۔“
 ”کیا؟“ کنور ملراج کا چہرہ مسرت سے جگمگا رہا۔
 ”ہاں کنور ملراج۔ اس دن تم نے اپنے جنم دن کی بات
 میں مجھ سے جن الفاظ میں بات کی تھی میں نے اس پر ہمت
 کچھ سوچا ہے۔“
 ”آہ سمن جی۔ اپنی اس تقدیر پر میرے نازاں ہوں
 اور آپ کے اس فیصلے کا تو مجھے کب سے انتظار کر رہا تھا“
 ”دیکھو کنور۔ میں نہیں جانتی کہ تمہارے دل میں
 میرے لیے کیا ہے لیکن میں نے اپنی زندگی کے لیے نہیں
 منتخب کر لیا ہے، کنور ملراج نے انہیں بند کر دی تھیں
 اس کے چہرے پر جذبات کے سداے نظر آ رہے تھے پھر اس
 نے تھوڑی دیر کے بعد انہیں کھول کر کہا۔
 ”دیکھا میں اپنی خوش کوئی کوئی جان لوں؟“
 ”ہاں۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔“
 ”تو پھر ایک بات کہوں سمن۔ برا تو نہیں مانو گی؟“
 ”نہیں بالکل نہیں۔“
 ”ہم کل شادی کر لیں گے۔“
 ”کل۔؟“
 ”ہاں۔ ہم کو رٹ میرج کر لیں گے۔“
 ”مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ میں نے مسکرا کر
 جواب دیا۔
 کنور ملراج خوشی سے دواڑہ ہو گیا اور اس کے بدن کی
 ہوا۔ دوسرے دن ہم نے ایک وکیل کی معرفت تمام کاغذات
 تیار کر لے اور جب ہم عدالت سے نکلے تو ایک دوسرے کے
 میاں بیوی بن گئے تھے۔ کنور ملراج مسرت سے دواڑہ پوریا
 تھا اس نے اپنے گھر کے ایک خوبصورت کمرے میں مجھے پہنچانے
 ہوئے کہا۔
 ”کچھ میں نہیں آتا کہ اپنی خوشیوں کا اظہار کس طرح
 کروں۔ کہا دوں نہیں سمن اپنا دواڑہ آسمان سے تارے توڑ کر
 لانے کی باتیں کرنے والے جھوٹے بولتے ہیں میں زمین کی
 ہر شے نہیں سمجھتا کہ سمن ہوں، اپنی پسند کا اظہار کرو۔“
 ”میں سب کچھ پا چکی ہوں کنور ملراج مجھے کسی اور
 شے کی حاجت نہیں ہے۔“
 میں اور کنور ملراج ایک حسین زندگی کا آغاز کر رہے

تھے۔ ہم نے ہیرا ماؤنٹ کلب میں سب لوگوں کو اپنی شادی کی کوٹھی میں خوش فرمایا۔ بل راج اس ڈن میں شریک نہیں ہوا اور مجھے اس کی پروا بھی نہیں تھی بلکہ میں تو یہ چاہتی تھی کہ وہ میرے قریب بھی نظر نہ آئے خواہ کونور بلراج کو یہ احساس ہوگا کہ وہ مجھے ہیرا ماؤنٹ کلب سے کہا ہے۔ عرض کچھ دن اسی طرح بیت گئے۔ میں اور کنور بلراج اسی طرح خوش تھے۔ ہم نے بھی مون کا ایک پروگرام ترتیب دیا۔ کنور بلراج نے کہا کہ ایسی مشکلات ہیں جن کی وجہ سے ہم فوراً نہیں جاسکتے۔ میں نے جواب دیا کہ حل ہی کیا ہے اب تو ساری زندگی ہی عیش میں گزرے گی البتہ ہم دونوں نے مل کر کھوئے پھرنے کا پروگرام طے کر لیا تھا۔

ایشیا کی جنت سنگا پور اور اس کے بعد وہاں سے یورپ، یورپ میں بے شمار مقامات ہمارے لیے ابھی آغوشِ دل کیے ہوئے تھے، ہم نے مرحلہ کار پروگرام ترتیب دے لیا، اتنا عرصہ سوئٹزرلینڈ میں گزاریں گے، اتنا عرصہ برکس میں اتنا عرصہ فلاں جبکہ اور اتنا عرصہ فلاں جگہ آخر حاجات کا کوئی تصور بھی ہمارے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ لیکن یہ پروگرام ہم نے کافی آگے کے لیے بڑھا دیا تھا۔ میں نے کنور بلراج سے اس کے کاموں کے بارے میں پوچھا تو اس نے مسک کر کہا۔

”مصل بات تو یہ ہے کہ میں نے کوئی کام ہی شروع نہیں کیا ہے۔“

”کیوں؟“

”تمہارا زندگی کے لیے بھی بھلا انسان کچھ کرتا ہے۔ اب تم میری زندگی میں شامل ہوئی ہو اس لیے اب بھی زندگی میں آنے کے بارے میں بھی سوچوں گا۔ ویسے ایک بات کہوں سن برا تو نہیں مانتی؟“

”کیوں۔ تمہارا ملنے کی کہا بات ہے؟“

”تمہاری کوٹھی بالکل بے کار نہیں بڑی ہوئی اس میں لاکھوں روپے کا سامان موجود ہے کار سے تمہارے پاس کیا یہاں جو کچھ ہے اس سے تم مطمئن نہیں ہو؟“

”کیوں نہیں؟“

”تو پھر اس کا کیا کر دے گی؟ اسے اس طرح ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟“

”اس کا فیصلہ تو تم کرو گے بلراج کہ میں مستقبل میں کیا

کرنا ہے۔“

”ہوں۔ لیکن مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تم یہ نہ سوچو کہ کو“

”وہ کار یا میں مت کرو۔ کیا اب میرے اور تمہارے درمیان کوئی چیز الگ الگ رہی ہے؟“

”تو پھر تم وہ تمام چیزیں بیچ دیتے ہیں اچھی خاصی رقم حاصل ہو جائے گی اسے کسی کار یا رہا میں صرف کر دیں گے۔“

”جیسا تم مناسب سمجھو۔“

کنور بلراج اس سلسلے میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اپنی اعلیٰ درجے کی کوٹھی لاکھوں روپے میں فروخت کر دی۔ اس بات اشیاء کی بے ضرورت نہیں تھی کیونکہ کنور بلراج کی اس جبلت و جہیل کو کتنی میں کیا کچھ نہیں تھا۔ تمام چیزیں اس کے پاس موجود تھیں۔ ہر طور کنور بلراج نے وہ تمام رقم لاکر میرے سامنے رکھ دی اور میں نے فیصلہ لگا ہوا اس سے اسے کھوٹے ہوئے کیا۔

”تم اب ہمیشہ غیرینہ کا ثبوت دیتے ہو۔ یہ سب کچھ میرے حوالے کیوں کیا؟“

”اس لیے کہ تمہاری ملکیت ہے۔“

”نہیں، اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو میں آج نہیں بتاتی ہوں کہ یہ سب کچھ تمہارا ہے۔“

”اوہ سچ میں تو نہیں تمہاری ہر شے دے دینا چاہتا ہوں۔ تم سے کچھ لینے کا میں تصور نہیں کر سکتا۔“

”کیا یہ لینے دینے کے فضول چیزوں میں پڑے ہو کوئی کام کی بات کرو۔“ کنور بلراج ہنسنے لگا تھا۔

عرض یہ کہ زندگی کے مثبت دوز بہت دلکشی سے گزر رہے تھے اور اس کے بعد وہ وقت آگیا جب ہمیں یورپ کی ہیر کے لیے نکلنا تھا۔ ہم اپنے سارے انتظامات مکمل کر کے چل پڑے۔

سنگا پور کے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں ہم نے قیام کیا اور دیدی پورا سنگا پور دیکھ ڈالا۔ بانگ کانگ بنکاٹ اور قرب و جوار کے تمام روائی علاقے دیکھ کے بعد ہم نے یورپ کا رخ کیا، کنور بلراج بے پناہ خرچ کرنے کا عادی تھا، اس نے مجھے اتنے تحائف دلوئے تھے کہ وہ میرے اوپر بار بار سن گئے تھے میں نے اس سے انتہائی کراہ ان پر کار چیزوں کی خریداری میں بہتہ ضائع نہیں کیوایہاں یہں تو ابھی یورپ کا سفر کرنا ہے۔

بالآخر ہم یورپ پہنچ گئے۔ سوئٹزرلینڈ، برف کی زمین روائی جنت، ہم نے وہاں پورے تین ماہ گزارے اور اس کے بعد اپنی پسند کے تمام مقامات کھوٹے ہوئے بالائونڈن پہنچ گئے۔

میرے اندازے کے مطابق کنور بلراج اس دوران میں چالیس لاکھ روپے خرچ کر چکا تھا اور اس کا معیار زندگی بہت بلند تھا۔

لندن کے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد ہم نے آئندہ کے پروگراموں پر غور کرنا شروع کر دیا۔ میں نے کنور بلراج سے یہ بھی پوچھا کہ وہ اس دوران کتنی دولت خرچ کر چکا ہے تو اس نے ہنسنے ہوئے کہا کہ تقریباً پچاس لاکھ روپے خرچ ہو چکے ہیں۔

”بھئی اب اس سے زیادہ فضول خرچی مناسب نہیں ہے میرے خیال میں تو تم نے حد کر دی ہے۔“

”اب اس سے زیادہ فضول خرچی ممکن بھی نہیں ہے۔“

سن سہا بنی، اس نے آہستہ سے کہا اس کے یہ الفاظ کچھ اجنبی لگتی تھیں۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ مکمل رنگ لیکن آج اس کی مسکراہٹ میں ایک تبدیلی نظر آ رہی تھی، میں نے اس پر کوئی نوٹ نہیں دی، لیکن اس رات ہمارے درمیان پھر اسی موضوع پر گفتگو ہو گئی۔

”تم نے کہا تھا کنور بلراج۔ میں جہاں رہتی ہوں تو تم نے کہا تھا کہ اب اس سے زیادہ فضول خرچی ہمارے لیے ممکن بھی نہیں ہے۔“

”ہاں سن سہا بنی۔ ہماری زندگی کا ایک نہرا دور گزر گیا اور اب اس کے بعد ہمیں ان حقائق کی جانب لوٹنا ہے جو ایک عرصے پہلے کی حقیقت رکھتے ہیں۔“

”حقائق۔ آخر کیسے حقائق؟“

”سنو سن۔ جو کچھ ہے وہ میں نہیں سچ پتہ نہائے دنیا ہوں اور ظاہر ہے جھوٹ بولنا نہ میرے حق میں بہتر ہوگا نہ تمہارے حق میں۔ سن میں اپنے ماضی کی کہانی نہیں کیا سناؤں پس بون تھو لو کہ کچھوں سے بھرا ہوا ہے میں نے بھی کبھی زندگی میں سنا تھا ان تلاش کی نہیں لیکن بعد میں پتا چلا کہ سچائی ایک خوبصورت لفظ ہے جسے اپنے سینے پر آویزاں کیے تم دنیا کے سامنے چکر لگاتے رہو، لوگ نہیں دیکھیں گے، داد و تحسین کے چند الفاظ کہیں گے اور نہ پھر کر چلے جائیں گے ان سچائیوں کو کوئی نہیں مانتا سن جو کچھ

سچائیاں ہوتی ہیں، ہر شخص جھوٹ کا چہرہ دیکھنے کا عادی ہے جب مجھے یہ احساس ہوا کہ جھوٹے چہرے ہی زندگی میں جھگڑاتے ہیں تو میں نے بھی اپنے چہرے پر ایک جھوٹا چہرہ چڑھا لیا اور وہ چہرہ مجھے اس طرح بھایا کہ آج تک مبرا معاو نہ ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ سن میں ہمیشہ اچھا کھاتا اور اچھا بہتا رہا ہوں۔ ابھی زندگی گزار رہی ہے میں نے۔ لیکن اس ابھی زندگی کو گزارنے کے لیے مجھے اچھے وسائل بھی درکار تھے جو میرے پاس کہیں سے بھی نہیں نہ ہو سکے۔ تب میں نے دوسرے مسائل اختیار کیے۔“

”میری پہلی شادی اب سے گیارہ سال پہلے ہوئی تھی اور جس لڑکی سے میری شادی ہوئی تھی وہ اب اپنی تھی اور اس کے اہل خاندان نے اس سے شادی کرنے والے کے لیے ایک بڑی نقد رقم بھی تھی۔ میں نے اس اپنا کچھ اپنی زندگی میں شامل کر لیا اور اس کی دولت میرے ہتھے میں آگئی۔ لیکن وہ بچی میرے اس طریقہ کار کو برداشت نہ کر سکی، جو بوجہ کی جہنیت سے میں اس سے اختیار کرنا چاہتا اور اس کے بعد اس نے یہ توہمیا چھوڑ دی اور اپنی وہ دولت میرے لیے چھوڑ دی اور وہ دولت میں نے اپنی دوسری شادی کے لیے استعمال کی اور اپنا ایک سہولت بنایا، دوسری شادی میں نے ایک اچھے گھر میں کی تھی اور وہاں سے بھی مجھے بہت کچھ حاصل ہوا۔“

”چنانچہ میں نے زندگی کا ایک مقصد بنالیا البتہ وہ عورت میری حرکات کی وجہ سے بہت جلد مجھے سے نالاں ہوئی اور اس نے مجھ سے طلاق لے لی۔ مجھے بھلا کیا عرض ہو سکتا تھا اس کی ساتھ لانی دولت میں سے ایک بہت بڑا حصہ میری ملکیت نہ چکا تھا اور میں نے اس سے بڑا پورا فائدہ اٹھایا تھا چنانچہ اس طرح میں اپنے بہروں پر کھڑا ہو گیا اور پھر میں نے زندگی گزارنے کے تمام ہی دھنک بیکھ لیے۔

میں جانتا تھا کہ جھوٹی جھک دمک ہر ایک کو نواز کر دیتی ہے، لیکن ظاہر ہے اسے بھی ناکام رہنا تھا میں نے ہمیشہ ایسی شخصیات کا انتخاب کیا جن کے پاس خود بہت کچھ ہوا اور وہ میری شخصیت کو آگے بڑھانے میں میری

چنانچہ بینیسری محترمہ بھی مجھے ایک اچھی خاصی زندگی دے کر مجھ سے علیحدہ ہو گئیں اور اس کے بعد میں پھر ایک معتدل زندگی گزارنے لگا تو مجھ پر تم نے اس دوران جمع کی تھی۔ وہ میرے اخراجات کے خالیے میں کچھ بھی نہ تھی میں خوشنشاہوں کی طرح زندگی گزارنا مٹھا اور شاہ فاروقی مجھنا مٹھا اسے آپ کو چنا ہے وہی زندگی پھر مل گئی اور میں اپنا کام کرنا رہا۔ میں نے وہ خوبصورت کوٹھی کرائے پر حاصل کی تھی وہ حسین کار بھی کر لے لی تھی جو تم نے اکثر میرے پاس دہی ہوئی۔ کوٹھی میں جو ساز و سامان مٹھا وہ بھی میں نے زبردست کر کے ادھر کر کے حاصل کیا تھا۔ بے کون ہو چکے تھے خانانہ سے جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تمہارا اپنا ہے یا کسی اور کا ہے؟

اور پھر کسی کو اپنی زندگی میں اتنی مداخلت ہی نہ کرنے دو کہ وہ تمہاری گھمائیوں میں اترے کہ کوٹھن کرنے لگے۔ یہی چیز ہمیشہ میرا اصول رہی ہے اور میں اس کے بعد تم میری دبا میں آئی میں نے تمہیں دھوکا نہیں دیا۔ یہ زندگی کے مشاغل ہیں جو کوئی بھی انسان کسی بھی شکل میں اختیار کر سکتا ہے یہ میری زندگی کا مسئلہ مختصاً نہیں۔ میں نے تم سے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں کوئی بڑا دولت مند ہوں صواب جاننا وہ ہیں تمہیں پڑے ہو چکا بھی نہیں مجھ سے۔ اگر تم بوجھتی تو میں شاید سچائی سے کلمہ لے لیتا۔ یہ قصور تمہارا ہے تم نے اتنے طویل پروگرام بنائے جس میں لاکھوں روپے کے اخراجات درکار۔ مٹھے اور اس کا طریقہ کار صرف ایک ہی تھا وہ یہ کہ تم اپنی کوٹھی اپنا سامان اور اپنی کار بیچ دو۔ وہ سب کچھ میں نے تمہاری دولت ہی سے کیا تھا اس نے میں تمہیں اس سلسلے میں فضا دینا ہوا ہوں میں نے تم کو تو تمہیں کبھی کوئی پیشگی کش نہیں کی تھی تم۔ ہاں اگر تم مجھ سے میری حیثیت معلوم کرنا چاہتے تو شاید میں تم سے اتنا بڑا جھوٹ نہ بول سکتا۔ یہ جھوٹ میں شاید کسی سے بھی نہ بولا۔ لوگ ظاہری چمک دیکھ کر خود ہی فیصلے کر لیا کرتے ہیں اس میں میرا کیا قصور ہے میں؟ تم بناؤ تم بناؤ میرا کیا قصور ہے یہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اب تمہاری

تمام خواہشات کی تکمیل ہو گئی ہے میں نے بھی تمہارے ساتھ ایک حسین وقت گزارا ہے اور یہ وقت میں اب بھی تمہارے ساتھ گزار سکتا ہوں میں اگر تم مجھ سے بول ہو جاؤ تو علیحدگی اختیار کر سکتی ہو اور اگر تم مجھ سے اس حیثیت سے قبول کر لو تو ایک بات ذہن میں رکھو۔ تمہارا دماغ بہت وسیع ہے ہم لوگ بہت اعلیٰ زندگی گزار سکتے ہیں اور یہ سب کچھ تمہارے لیے مکمل نہیں ہو گا۔ ویسے بھی تم ہم دونوں نے زندگی کو اتنا بڑھٹ بنا لیا ہے کہ اب اگر تم کچھ بھی طرف بھی چلے جاؤ تو یہ کچھ بڑی بات نہ ہوگی۔ کشا یمن تم مجھ سے لگادوں نہ کرنا چاہو۔ ایسی صورت میں تم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالوں گا اتنی کار کا ضرور دینا ہوں کہ تمہیں اعزاز کے ساتھ واپس تمہارے شہر بھی آدوں۔ یہاں سے واپسی کے تمام اخراجات میں برداشت کروں گا خواہ وہ میں سے بھی کروں۔ اب یہ تم بہتر حصے کہ واپس جانے کے بعد تم اپنی نئی زندگی کا آغاز کیسے کرنا ہو۔

دیدہ یہ الفاظ لوہے کی گرم سلاخوں کی مانند میرے کانوں میں داخل ہو رہے تھے۔ اور میری جو کیفیت ہو سکتی ہے میرے پاس اس کے بیان کے الفاظ نہیں آتے خود اگر اس کیفیت کا تصور کر سکتے ہو تو کہہ سکتے ہیں میں بھی کچھ انگوٹھوں سے کھڑا ہوں کہ وہ کچھ بھی تھی اور ماضی کے گھٹنگر بادل گرج چمک کے ساتھ مجھ پر امداد سے جلے آ رہے تھے بہت کچھ یاد آ رہا تھا مجھے بہت کچھ یاد آ رہا تھا میرے سامنے جو شخص بیٹھا ہوا تھا اس کے لیے انتہائی ضروری تھا کہ کسی موذی سانپ کی مانند پیچروں سے بچل دیا جائے۔ لیکن میرے بدن میں تو جھٹکشی ہی نہیں تھی نہیں بھلا اس کا کیا باگ راستگی تھی۔

جذبات کے بعد اس نے کہا۔

”تمہیں ان سچائیوں کو قبول کر لینا چاہیے تم مجھے گادیاں دو گی تو میری ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔ اب ایک شریف انسان کی حیثیت سے میں کم از کم تمہیں سہارا تو دے رہا ہوں۔“

”صرف شریف انسان بلراج؟“

”میں سمجھا نہیں۔“

”تم میرے بھائی ہو تم میرے بھائی ہو۔“

”کیا دنیاوی کسی بائیں کر رہی ہو میں خیر میں جدید

معائنہ سے پر کوئی تقریر نہیں کر دیا گا نا ہم اتنا ضرور کہیں گا کہ تمہاری غلط سوچ تمہارے کسی کام نہ آئے گی۔ میں نہیں سہارا دے سکتا ہوں جو کچھ میں نے تم سے بہادری پر ہائی خرچ کر دیا اور ہم نے ایک نواہوں جیسی زندگی گزار لی صبح تو ضرور ہوتی ہے صبح ہوگی۔ اور میں یہ صبح قبول کر لینی چاہیے بہر حال ابھی سوچنے کے لیے وقت ہے سوچ لو میں نے ایک مخلصانہ پیش کش کر دی ہے اگر میری ضرورت محسوس کرو تو مجھ سے رابطہ رکھنا اپنے طور پر کچھ کرنا ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“

کنور بلراج جھلک دیا دیدہ اور میرے لیے سوچنے کو جو کچھ چھوڑ گیا وہ اتنا تھا کہ میرے دماغ کی شرابی میں پھٹنے لگی تھیں۔ میں نے بہت ادنیٰ اڑان اڑی تھی، دیدہ بہت غلط سوچا تھا میں نے اور اب میری غلط سوچیں میرے سامنے بیٹھیں۔ رہنا ہی نے جو کچھ چھوڑا تھا میرے لیے وہ اتنا کم بھی نہیں تھا کہ میں زندگی میں اس طرح تکلاؤں ہو جاتی ہوں بل راج سے اگر شادی کر لیتی تو یقیناً یہ طے ہو جاتا کہ ہمارے گھرانے کا سہارا مل جاتا۔ میں جدید دور کی پروردہ ضرور تھی، جدید ماحول میں، میں نے خود کو ضم کر دیا تھا، لیکن آجروا ختم نہیں تھی اور کسی بھی اچھے گھر کے بہتر سے قابل تھی۔ اپنے آپ کو اگر اس اچھے گھر کے ماحول میں ڈھال لیتی تو کہیں بھی مجھ پر کوئی ناخوشی نہ تھی کوئی پہننے کا نا نہیں تھا کہ اس نے مجھے گھرا کے کچے راستوں پر دیکھا ہے لیکن میں نے اپنی بلند پروازی میں جتنا کچھ ہو دیا دیدہ اس کا اندازہ اب تم کر سکتی ہو۔ تمہیں وہ واقعہ یاد آ کر دوں سوچتی رہی میں سوچتی رہی انسان اتنا روپ بدل کر بھی سامنے آ سکتے ہیں یہ میری زندگی کا سب سے اچھا تجربہ تھا بلاشبہ میں کنور بلراج کو کہیں مجھ پر ناخوشی نہ تھی کیسا عجیب تھا وہ کتنا شریف انسان تھا، لیکن اس کی ذہانت، شرافت کی وجہ سے میں بھی ملکہ وہ درپردہ ایک دہندہ تھا، ایک مکڑی جو انسانوں کے گرد جال جھونکی تھی اور پھر انسان اس میں ایسا جھپٹ جاتا تھا کہ اس کے لیے لکھنا ممکن ہی نہ ہو آہ کنور بلراج نے مجھے زندگی سے محروم کر دیا اور اب کیا کرنا چاہیے اب تو کچھ بھی نہیں رہا تھا میرے پاس اتنا لذت کا عذروت چکا تھا کہ میں بناوٹ میں سر بلند تھی بہت کچھ سوچتی رہی میں۔ کنور بلراج ان بین دونوں میں میرے پاس نہیں آیا تھا۔ عقل ساتھ دینے لگی تھی میں نے سوچا

کہ اس دیوار غیر میں اگر کنور بلراج کا سہارا بھی چھوڑ دوں تو وہ درپردہ ہوجاؤں گی بجائے کیا کیا حال ہوگا میرا کم از کم اپنے وطن تو واپس، پہنچ جاؤں، وہاں سب کچھ ہو چکی تھی لیکن کچھ شناسا تو تھے۔ ہو سکتا ہے مجھے کوئی خوشگامانی میں زندگی گزارنے کے لیے مل جائے، چناں کنور بلراج کو فوراً ہی کھونا سب نہیں ہے۔ کچھ کچھ کرنا پڑے گا۔ کیسا پتی تھا وہ میرا، میری لڑکا قاعدہ شادی ہوئی تھی۔ کیسا شادی کے بعد بھی وہ انسان اس طرح اچھی رہ سکتے ہیں، عجیب کی کیفیات کا شکار رہی تھی میں دیدہ بالآخر کنور بلراج جو مجھے دن میرے پاس آیا، بخت پہلے ہی کی مانند منکراتا ہوا، ہنسنا ہوا، شہوتیوں سے بھر پور ہرچہ لیے ہوئے میرے سامنے آیا تھا جبکہ میری اپنی کیفیت ہی بدل چکی تھی۔

”ہیلو میں کہہ رہا حال ہے؟“

”تھک چکا ہوں بلراج۔“ میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”دین دن کا دفتر کافی ہوتا ہے یقیناً اس دوران تم نے بہت سے اہم فیصلے کر لیے ہوں گے۔“

”میرے فیصلوں کی اہمیت ہی کیا ہے بلراج جو فیصلے تم نے کیے وہی موثر ہو سکتے ہیں۔“

”ہوں تو یا تم میرے ساتھ تعاون کے لیے آمادہ ہو؟“

”اور کر رہی کیا سکتی ہوں، لیکن کم از کم تم مجھے نصیحت تو بناؤ۔“

”مزید نصیحات کہا رہ گئی ہیں ڈارلنگ، بات دراصل یہ ہے کہ میں تمہیں تفصیل بتا چکا ہوں۔ میں نے تمہیں اپنی کہانی سنائے سے کہہ کر کہا ہے اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں آئی، ابھی پہلی بیویوں کو یہ کہانی سنائے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوا اس لیے اس کے کہانوں نے سنا اور نظر انداز کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم نے بہت عیش و عشرت میں وقت گزار لیا اور اب مزید زندگی گزارنے کے لیے نہیں دولت دیکھ رہے ہو۔ تمہارے پاس ہے اور میرے پاس لیکن ہمارے پاس ذرائع ہیں، ذہن ہے ہم دولت کماتے ہیں اور اگر تم اپنے وطن واپس جانا چاہتی ہو تو اس کے لیے بھی ہر طور پر ضروری بہت جدوجہد کرنی پڑی ہوگی۔ خرچ کرنے کے لیے ہم دماغی بھول گئے تھے کہ ہمیں آگے کے لیے بھی کچھ کرنا چاہیے۔ اور میں تو ہمیشہ ہی ایسی باتیں بھول

جایا کرتا ہوں۔ اس کے انداز میں ایسی زندگی مٹی دیکھا
 کریں بیان نہیں کر سکتی کیجھت بالکل ہی بیزارت سے
 عاری انسان تھا، بہر طور بددی میں نے اس سے نواہن
 کا وعدہ کر لیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے فکر بھراؤں
 اب جو کچھ ہوگا میری بہتری کے لیے ہوگا اور میری بہتری
 کے لیے تو اب تک جو کچھ ہو چکا تھا وہ میری نگاہوں کے
 سامنے تھا، میں نے یہ سوچ رہی تھی کہ کسی طرح اپنے
 وطن نکل جاؤں۔ میں نے منور پلراج سے کہا۔
 ”منور تم اپنی اچھی شخصیت کے مالک ہونے کے باوجود
 اس قسم کے انسان نکلے۔“

”اچھا یا بڑا کہا ہے اس کا فیصلہ کرنا ذرا مشکل کام
 ہے۔ بہت سے لوگ بہت بڑے ہو کر بہت اچھے ثابت ہوئے
 ہیں اور بہت سے لوگ اچھا ظاہر کر کے بہت بڑے
 نکل آئے ہیں، انسان کیسے ہو کر سکتا ہے انسان کو وہ
 بڑی ڈھٹائی سے لولا۔“
 ”تم اپنے تعلیم یافتہ ہو کر میں تمہارے علم کے سمندر
 میں ڈوب گئی تھی۔“ تو اب میں منور پلراج نے فہم نہ کیا
 اور لولا۔

”اب اگر کچھ کھری کھری باتیں کر دوں تو انہیں بڑا
 نہیں ماننا چاہیے سن۔ بات یہ ہے کہ تم میری نگاہوں
 عرصے سے تھی اور اگر مزید بڑا نہ مانا تو یہ بھی ہوں کہ تم نے
 بھی اپنے آپ کو بہت اگے کی چیز ظاہر کیا تھا، جس انداز
 میں زندگی گزار رہی تھیں اس سے تو یہ بتا چکا تھا کہ تمہارا
 بہت بڑا بینک بیلنس ہوگا اور انہیں دولت کی کوئی
 پروا نہیں ہوگی، میرا خیال تھا ہم طویل عرصے تک بہت
 عیش و عشرت کی زندگی گزار سکیں گے لیکن تم نے بھی تو
 مجھے مایوس کیا ہے۔“
 ”مطلب؟“

”بات یہ ہے سن کریں نے باقاعدہ تمہارا انتخاب کیا تھا
 بل راج کو جس نے تمہارے ساتھ دیکھا تھا اور مجھے بعض
 اوقات اس پر غصہ آتا تھا وہ یقینی طور پر تمہارے قابل
 نہیں تھا، انہیں تو بہت بڑی شخصیت کے ساتھ شریک
 ہونا چاہیے تھا، جیسے میں عرض کریں نے تو جو چیز ناگ
 کر تھی تھی اس کی تفصیل نہیں بتا دی لیکن خود تمہارا
 اپنے ذہن میں بھی کچھ ایسا ہی تھوٹا ہوتا تھا جیسے تم اپنے
 سے بہت بڑے انسان کے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہاں

ہو اور اسی لیے تم نے بل راج کو چھوڑ کر میرا انتخاب کیا
 تھا۔ سن، بول بچہ لودو ایک ہی راستے کے انسان بننا
 بشارت ہو گئے اور بہر طور انہیں ایک ہی راستے پر پہنچ
 کر رک بھی جانا تھا جہاں تک رہی میری عیبت کی بات
 تو میں بھی خود نہیں ہوں۔ میں نے انہیں اس سلسلے میں
 کوئی دعویٰ کر کے سناؤں گا۔ بس لوں مجھ کو کہ تمہیں بہت
 میں دیکھنے ہوئے میں نے غم بھرا کہا تھا، میں جانتا
 تھا کہ تمہیں ناراض سے دلچسپی ہے اور تم ناراض کے
 بارے میں چھان بین کرتی رہتی ہو۔ بس تمہارے لیے
 غصہ بڑی سی تیار کی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا اور انہیں رٹ
 لیتا کہ کسی موقع پر تمہارے سامنے گوش گزار کرنا رہیں
 تاہم غصہ سے زیادہ دیر غماض میرے سامنے اور کوئی
 نہیں ہے وہی ماضی کی باتیں وہی فرسودہ قصے ہیں
 غم و غصہ سے کنور پلراج کو دیکھنے لگی کتا بڑا دھوکا تھا
 اس شخص نے میرے ساتھ بہر طور اب تو یہ ہوئی چکا تھا
 کوئی کر بھی کیا سکتا تھا کنور پلراج نے مجھ سے وعدہ کیا
 کہ اب وہ میری مکمل معاونت کرے گا اور اس نے معاونت
 جس انداز میں کی دیدی وہ آج تمہارے سامنے ہے
 میرے سامنے پہلا ایک انسان جو آیا وہ میرے ہی ملک
 کا باشندہ تھا عجیب بدیہیت اور دیر غماض انسان تھا، تو پلراج
 نے مجھ سے کہا کہ یہ شخص کم از کم تمہیں ایک بڑی رقم
 دے گا اور یہ میری قدر داری ہے کہ ہر رقم اس کی جیب
 سے نکلواؤں میں تو سمجھتا تھا کہ یہ بھی تھی اور اس کے بعد
 میں نے اس شخص کو جو نے مارا مار کر ہار لکا ل دیا تھا
 لیکن اس کے بعد کنور پلراج سے بہت عرصے تک
 میری ملاقات نہ ہوئی وہ مجھ سے ناراض ہو گیا تھا۔
 ہو گیا کہ اب مجھ پر ہر جھگڑا تھا اور اس کے لیے مجھے الگ
 ہر لینا، ہر دینی بھی غرضیکہ معاملہ بڑھتا چلا گیا اور پھر
 میں نے یہ سوچا کہ میرے پاس اس کے سوا اور کوئی جاؤ
 کار نہیں ہے کہ خوراک اسے کنور پلراج سے میرے لیے منتخب
 کیا ہے اسی پر عمل کروں میں نے کنور پلراج کو تلاش کیا
 لیکن وہ نہ مل سکا اور اس کے بعد میرے لیے اس دنیا
 میں آنا مشکل نہ رہا دیدی کنور پلراج غائب ہو گیا اور میں
 یہ نہیں رہ گئی اور اب تم نے دیکھ لیا دیدی کہ میں کیا
 زندگی گزار رہی ہوں؟ سن، سامنے پھوٹ بھوٹ کر رو
 پڑی اور میں سر دلا ہوں سے اسے دیکھتی رہی میں

نے اسے کوئی دلا سا نہیں دیا تھا جب رورور اس کا
 دل ہلکا ہو گیا تو میں نے اس سے کہا۔
 ”تو پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے سن۔؟“
 ”ارادہ؟ وہ کچھ بھی نہیں بولی۔“
 ”ہاں ظاہر ہے کچھ نہ کچھ تو سوچا ہوگا تم نے اپنے
 مستقبل کے بارے میں؟“
 ”سن، میں نے اس سے پھر اسی انداز میں کہا ہے
 ”دیکھو سن میرے سامنے اداکاری کرنے کی کوشش
 مت کرو میرا فقر، تم سے بہت غنیانہ ہے میں تم سے
 ہو چکا ہوں کہ تم نے اپنے آئندہ افسانے کے بارے
 میں کیا سوچا ہے میں نے تم سے ایک بات بھی تھی
 سن کہ کچھ دل تم سے جڑنا ہے شاید اس لیے کہ کچھ
 واقعات اس دل کو چھوئے ہیں چناں چہ میں یہ سوال تم
 سے کر رہی ہوں تم میرے ساتھ تو بھی ہو جانا جاو جا سکتی
 ہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا جہاں تک تمہارا اپنے
 وطن رہنے کا مسئلہ ہے میں تمہیں دیاں تک نہیں سکے
 لیے پیسے دے سکتی ہوں جو مدد تم جا ہو کر سکتی ہوں
 لیکن یہ تو ایک عارضی سی بات ہوگی اپنے وطن جانے
 کے بعد تم کیا کر سکتے ہو؟ کنور پلراج دیاں تو نہیں
 پہنچی ہوگا اور اگر پہنچ بھی گیا ہوگا تو تم اس کا کیا کر سکتی
 ہو وہ تمہارا شوہر نہیں ہے تم بھی آزاد ہو وہ بھی آزاد ہے
 باقی باتیں اگر تم کسی سے کر دوں تو ظاہر ہے کہ کوئی تمہاری
 بات سنے گا۔؟“
 ”میں جانتی ہوں دیدی اور اسی لیے میں نے دن
 کا رخ نہیں کیا بھی۔“
 ”جانا بھی نہیں چاہتیں۔؟ میں نے سوال کیا۔
 ”کیا کروں گی وہاں جا کر تو انھو جگہ منساں ہوگی؟“
 ”ہوں تو پھر بھی زندگی اور پھر بھی سن، گناہ کو سننے
 میں مرجاؤں گی۔“
 ”تو پھر جاؤ جاؤ، میں نے کہا اور سن ڈبڈبانی ہوئی
 لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔“
 ”جاؤں دیدی؟“
 ”ہاں ظاہر ہے جاؤ مجھ سے کچھ جانتی ہو تو کھل کر
 بتاؤ میں خود نہیں کوئی پیش کش نہیں کر سکتی۔“
 ”دیدی کیا چاہوں گی میں تم سے تم نے ہی مجھے
 آواز دی میں نے تو یہ بھی کہا کہ میں سن نہیں ہوں

مجھے اگر تم سے کوئی لالچ ہونا تو میں خود تمہاری جانب
 دوڑاؤں۔ اب میں کسی سے کیا لالچ کروں گے میری
 کہاں سننا چاہی میں نے سنا دی جانے کی کبہ رہی ہو
 چلی جاتی ہوں بچھا، وہ اٹھ کھڑی اس کے انداز میں بڑی
 بے چارگی تھی میں نے کہتا ہے کہا۔
 ”اس کے علاوہ میں تمہاری کچھ اور مدد بھی کر سکتی
 ہوں سن۔“ ”کیا دیدی؟“
 ”میں تمہیں اس ناکول سے نکال سکتی ہوں۔“
 ”کیسے دیدی؟“ اس نے سوال کیا۔
 ”نکلتا جاتا ہوں۔“
 ”ہاں اگر جہاں میری ذہنی رسائی ختم ہوئی ہے وہاں
 سے کسی جہاں کا آغاز ہو سکتا ہے تو میں یقیناً اس میں
 شامل ہونا چاہوں گی۔“
 ”ہوں، بہت بڑا سفر اگر ام سے بہت دیر میں جہاں تک میرا
 نظر رہے وہ ذرا مختلف ہے۔“
 ”کیا دیدی؟“
 ”جس جگہ کو تم نے اپنا اختلاف سمجھا ہے وہ تو تمہارا
 آغاز ہے اس سے پہلے تم خلا میں تھی تھی رہی تو تمہارے
 پاؤں پہلی بار زمین سے لگے ہیں اور یہاں سے تمہارا
 اصل سفر کا آغاز ہوتا ہے۔“
 ”میں بھی نہیں دیدی۔“
 ”میں سمجھاؤں گی تمہیں اب لوں کر دو کہ آگے کہیں
 جانے کا ارادہ چھوڑ کر کس میرے پاس رہو یہاں پھر جاؤ
 مجھے تمہارے اپنے ساتھ رہنے پر کوئی اعتراض نہیں
 ہوگا، جس فلیٹ میں تم رہتی ہو وہاں سے اپنا سامان
 منگوا لو اور لوں مجھ کو کہ میں نے تمہاری تمام ذمہ داریاں
 سنبھال لی ہیں، میں مرد ہوں، دنوں عیاش طبع عیث
 نہ میرا کوئی غلط بیٹن اس کے بعد اگر کوئی لالچ تم میرے
 ذہن میں تلاش کر سکتی ہو تو ضرور کہ لوں تمہاری ذہانت
 کی داد دوں گی۔“
 ”نہیں دیدی، یہ تو آپ کی بڑائی ہے کہ آپ کو طے
 کے دھیر سے ایک گندی چیز کو اٹھا کر اپنے پاس جگہ دے دی
 ہیں، میں کیا اور میری اوقات کیا آپ کو کھلا مجھ سے کیا لالچ
 ہو سکتا ہے؟ سن نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا اور میں
 نے اس کے آسوخنگ کر دیے، یہی فرق تھا اس میں
 اور مجھ میں۔ میرے آسوخ کبھی کسی نے خفنگ نہیں کیے
 تھے۔“

لندن جس کام سے آئی تھی وہ ہورہا تھا۔ سن ساہتی میرے پاس تھی۔ میں نے اسے تنہا لیا تھا۔ اور جیسا کہ میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ میرے دور وہاں میں نے اپنی بنیاد مضبوط رکھی ہے اور مجھے اس پر فخر ہے میرے جس سمت آ جاؤ تمہیں جان لیوا کاٹ ملے گی اور جنہوں نے مجھے پیچھے لیا ہے وہی مجھے کٹا دی گئے ہیں۔ میرا ایک روپ ان لوگوں کے سامنے ہے جو مجھے اپنی جانوں کا فغاں کر رہے ہیں، میرے سلسلے میں نت نئی منصوبہ بندیاں کرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ وہ مجھ سے اپنے بڑے بڑے کام نکال لیں گے، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میرے تعلقات کیسے کیسے لوگوں سے ہیں اور میں اگر ان کے جال میں پھنس جاؤں تو وہ اپنی بہت سی مشکلات کا حل پالیں گے۔ لیکن میری مختصر سی داستان آپ سن چکے ہیں، وقت نے مجھے دودھاری بنا دیا ہے۔ اور میں دھری کاٹ کر رہی ہوں ابھی تک تو مجھے اپنی ان کارروائیوں میں کوئی مشکل نہیں پیش آئی۔ بڑے بڑے تیس مارخان میرے مد مقابل آئے اور اب جھٹکتے ہوئے اپنی دنیا میں واپس لوٹ گئے۔ میں نے کوئی پہلو کر اور نہیں چھوڑا میں جانتی ہوں کہ دولت کے نہرے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں لوگ اپنے آپ کو انسان سے برتر کوئی نہ سمجھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ دنیا میں کامران آئے ہیں اور کامران ہی رہیں گے ناکافی کا کوئی تصور ان کے ذہن میں نہیں ابھرتا اور واپسی کا کوئی خیال ان کے دل میں نہیں آتا انہیں اپنی راکھ بھی نظر نہیں آتی اور وہ صرف دوسروں کی کوراکھ بنانا جانتے ہیں بہت سے لوگوں کو میرے مد مقابل آکر غیرت حاصل ہوئی ہے لیکن یہ بھی میرا کمال فن ہے کہ مجھ سے شکست کھانے والے بھی مجھ سے بدل نہیں ہوتے، میرے کام کرنے کا انداز ایسا ہی ہے کبھی کسی دوسرے کام کے سلسلے میں، میں ان کے لیے وہ کچھ کر دیتی ہوں جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے اور اس طرح یہ تعلقات پھر سے استوار ہو جاتے ہیں اور وہ ایک بار پھر میری غیرت کے خواب دیکھنے لگتے ہیں زندگی کے سکنے والے آپ کو دکھائوں آپ یقیناً یہ سوچتے ہوں گے کہ میں کون سی چیز باز کرتی ہوں اور صرف اپنی کھانا ہی منانا جانتی ہوں

لیکن ایسا نہیں ہے میرے عجیب و غریب احساسات اگر آپ کے ذہن تک پہنچ جائیں تو آپ میری شخصیت کو ضرور سمجھ جائیں گے، اردن بڑا کم ہو چکا تھا جیون کمار کی طلب تھی اور میں جانتی تھی کہ بہت جلد وہ میرے قدموں میں پہنچے ہی والا ہے۔ کم کر دیا تھا میں نے اور بس چند نے صرف چند لے لیکن بہتر ہے کہ چون کمار کو ابھی اپنی اس کھانا میں نہ آئے دوں کیونکہ یہ طور وہ بھی میری زندگی کا ایک دلچسپ تجربہ تھا اب تو بطور راج آدمین ساہتی تک ہی رہی جاوے اور اس کے بعد تزیینت وار میں اپنی داستان آتے بڑھاؤں گی، میں ساہتی کو میں نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور جیسا کہ میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ جس کے گرد ایک ڈائٹ مجھ سے کچھ کچھ مل جائے اور ایسے لوگ میری رعایت سے فائدہ اٹھاتے رہتے تھے جو میری ماضی کے کسی ملے کو چھو جائیں انہیں بہتر زندگی دینا میرا مسلک۔ میرا ایمان، میرا دھرم بن جانا تھا اور میں ساہتی اس معیار پر پوری اتنی تھی کہ وہ یہاں کسی بی بی کی زندگی گزار رہی تھی، لندن کی ہمہ تن زندگی جس قدر مشکل ہے یہ وہ لوگ جانتے ہیں جو وہاں کے باشندے نہیں ہیں اور دوسری جگہوں سے وہاں پہنچے ہیں خصوصی طور پر سرمایہ داروں کا وہیں ذکر نہیں کرنی جو عام قسم کے لوگ لندن پہنچ گئے ہیں وہ جب لندن سے واپس آئے ہیں تو اپنے دل کو خوش کر لیتے ہیں اور خود کو لندن پلٹ گئے ہیں لیکن وہاں انہیں جس طرح بلٹا جاتا ہے وہ ان کا دل ہی جانتا ہے چنانچہ میں ساہتی اپنے طور پر جو کچھ کر رہی تھی وہ اتنا نہیں تھا کہ وہ فراغت سے زندگی گزار رہی تھی لہذا دو مسائل کا شکار تھی اپنی تنہا ذات کے لیے بھی بہر طور میں نے اس کے سامنے مسائل خود سمیٹ لیے اور اسے اس کے فیلڈ سے نکال کر اپنے پاس بلا لیا جہاں میں نے اس کے لباس وغیرہ پر نوکھ دی اس دوران اس نے جو زندگی گزار دی تھی اس کے نفوش اس کے چہرے سے مٹانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس سلسلے میں بہت سے بہوں کلینکس، ہمارے کام آئے اور رنڈر رفینڈ میں میں ساہتی کو اس کے اصل رنگ میں لے آئی، بس اس کی آنکھوں میں غم کی ہر جھلک اب رہ گئی تھیں لیکن میں

اس غم کو کبھی مٹا دینا چاہتی تھی یہ اندازہ میں نے رکھا تھا کہ اگر میں ساہتی کو دس سال بھی تربیت دی جائے تو کم از کم وہ اس معیار تک نہیں پہنچ سکتی جہاں ایسے کچھ چاہا ہوں کہ جو عورت بنانے کے گرد آ جائیں چاہے آپ کو بہت شاعرانہ تھی میں جانتی تھی کہ وہ ایسے ہی کئی شاعر کے ہاتھوں مارا کھلائے گی چنانچہ اس کے لیے یہی بہتر تھا کہ بل راج تک ہی خود دوسرے بل راج یقینی طور پر اس کے لیے سنجیدہ تھا اور میں نے جس قدر اس کا تجربہ کیا تھا وہ یہی تھا کہ اگر اسے میں ساہتی کی مظلومیت کا احساس ہو جائے تو وہ اب بھی اس کا ساتھ دے گا اس کے لیے میں ساہتی کو خدمت کرنا چاہتی اور یہی تربیت میں اس کو دے رہی تھی بالآخر میں ساہتی کو تیار کرنے کے بعد میں نے وطن واپسی کی کھانا اور تھوڑے دن کے بعد اپنے دہس کے ہوائی اڈے پر پہنچ گئی۔ یہاں بھی میں نے میں ساہتی کو لے لیا تھا رکھا تھا لیکن دنیا کی لگا ہوں سے پوشیدہ کچھ میں نے اسے کچھ سمجھا یا تھا وہ اس کے خوف کام کرنے پر آمادہ تھی چنانچہ میں نے اپنے ذاتی سرمایے سے اس کے لیے ایک مکان خریدا اسے ایک عہدہ فم کارڈ لائی اور یہ ساری چیزیں میں نے اپنے اس بچٹ میں سے خرچ کیں جو میں اپنے لوگوں کے لیے مخصوص کر دیتی تھی اور مجھے اس کا کوئی ذرا براہ احساس نہیں ہوتا تھا۔ وہ بھی میرے بینک ڈچک چکے تھے ہوئے تھے کسی ایک کی گردن پر ایک بالی سی جنس کر دیتی تو دولت کے ارنالک جانتے تھے چنانچہ مجھے اس رقم کی کوئی فکر نہیں تھی اور اس کے بعد میں نے کافی دن گزار کر ہر اماؤنٹ کلب میں قدم رکھا ہے یہ کیا کیا تھا کہ میں ساہتی بھی میرے سینچنے کے دوسرے دن وہاں پہنچ گئی میں ہر اماؤنٹ کلب میں پہنچی تو میرے لیے اور ہر لے نیناساؤں کی بھیڑ لگ گئی میرے گرد وہ مجھ سے طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے اور میں ان سب سے خوش اخلاقی سے باتیں کر رہی تھی۔ لیکن سب سے زیادہ جبریت مجھے کنور بلراج کو دیکھ کر ہوئی وہ کچھت یہاں موجود تھا وہاں ہی تندرست و توانا دوسرا خوش لڑکھ واپس ہی جاتی جو میں نے دیکھ کر وہ بھی میرے پاس آ گیا حالانکہ کنور بلراج میرے ہر وگرام میں شامل نہیں تھا لیکن اب جب وہ

نظر آ گیا تھا تو مجھے فوراً ہی اپنے ترکش کے کچھ اونٹیر لگائے ہوئے تھے اور میں ان ٹیروں کو صحیح طرح سے استعمال کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی کنور بلراج کی یہاں موجودگی میں ساہتی کے بے خطرہ ہو سکتی تھی اس خطے کو میں ساہتی تک پہنچنے سے پہلے ہی روک دینا مناسب تھا چنانچہ میری سکرٹٹ کنور بلراج کے لیے بہت زیادہ کشادہ ہوئی۔

”ہیلو کنور“

”ہیلو کنور“

”کیوں؟“ میں نے سکرٹٹ سے پوچھا

”جب بھی شعلوں میں نہا لیں پہلے سے کبھی نہیں زیادہ سندر ہو جائیں، میں آپ کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں“

”اور اگر یہی لفظ میں آپ کے بارے میں کہوں کنور بلراج جی“

”مکرم طلب“

”افسوس۔ رانڈر بگڑنے لگی نہیں نکھا حالانکہ اسے نکھنا چاہیے تھا۔ اور اگر وہ نکھتا تو اس کا کردار آپ ہونے کنور بلراج جی، کنور بلراج کا چہرہ تو کبھی سے دنگ اٹھا تھا اس نے ایک کچھ پورے فخر سے لکھائے ہوئے کہا۔

”مجھے علم ہے کہ کداری کوشل جی زبان کی ماہر ہیں اور ان کی تعلیمت کے آگے اپنے اچھوں کے چراغ نہیں جلتے ہیں“

”چھوڑیے کنور بلراج جی۔ میں ایک بھٹی ہوئی عورت ہوں دنیا سے بدل ہو گئی ہوں اتنا اٹنا کئی ہوں میں اس مندر سے کہ بھگوان کی سونگ خود کشی کرنے کو جی چاہتا ہے، کنور بلراج کے چہرے پر ہر داسی جھیل گئی اس نے غمزدہ بے میں کہا۔

”کیسی عجیب بات ہے کوشل کداری جی کہ ہم لوگ کسی کے لیے دل میں انتہائی غبت رکھتے ہوئے دیکھ کر در دھکتے ہوئے اپنے اس درد کا اظہار نہیں کر سکتے اور اظہار کرتے ہیں تو سوچا جاتا ہے کہ پتا نہیں دل کی ہر اینٹوں میں کون سی خفاں پنہاں ہے آپ کے ان الفاظ نے میرے دل کو زخمی کر دیا ہے کوشل کداری“

”آجیہ کنوری کہیں بیٹھیں گے میں دوسروں سے بہت کر اسے ہر اماؤنٹ کلب کے ایک گوشے میں لے آئی اور وہاں کنور بلراج نے میرے لیے ٹیری منگوا لی، اپنے لیے اس نے ڈرائیونگ منگوا لی تھی اور ہم دونوں ملی جلی جھکیاں لیتے رہے کنور بلراج میرے چہرے پر بیٹھے ہوئے غم کے تاثرات دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔“

”ایک دوست کی چینیٹ سے کہا میں اب کاہرہ دکھ بانٹ سکتا ہوں کوشل کمار کی دلی خواہش کا اظہار کر رہا ہوں جھکوان کے لیے اس میں کون کھوٹ نہ سمجھیں“

”میں کنور جی۔ آپ جیسے روشن چہرے والے لوگ کھوٹے نہیں ہوتے مجھے بھی اس بات کا تجربہ ہے“

”آپ نے مجھے بڑی عزت دی ہے وہاں کوشل جی، یہ الفاظ میرے جیون کے لیے بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں“

”میں نے آپ کو کوئی درجہ نہیں دیا بس آپ کے بارے میں میرے دل میں اتنی خیالات ہیں“

”اے خدا شکر کہ کمار جی بہت بہت شکر، بلراج نے کہا اور میں نے دفعتاً چونک کر پوچھا۔“

”ہاں، پچھلے دنوں آپ نے من ساہی سے شادی کی تھی یمن نظر نہیں آ رہی، کنور بلراج نے عجیب سے انداز میں پکری سا سانس لی پھر بولا۔“

”دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں دیوی جی بالو میں اس کے قابل نہیں تھا یا وہ میرے قابل تھی اس نے مجھے طلاق دی“

”اودہ“ ظاہر ہے میں اس کی وجہ نہیں پوچھوں گی، ہے کہاں آج کل۔“

”ہتائی نہیں ہے مجھے۔ بس میرا اس کا ناٹ ٹوٹ چکا ہے“

”خیر چھوڑو مجھے افسوس ہے کہ میں نے ایک ایسا تذکرہ چھوڑ دیا جو تمہارے لیے ناگوار بھی ہو سکتا ہے“

کنور بلراج نے گردن جھکا لی تھی، میں نے آہستہ سے پوچھا۔“

”کیا تمہارے دل میں اس کے لیے اب بھی دکھ ہے؟“

”جھکوان کی سوگند نہیں۔ مجھے نے کیوں انجانے کیوں میں اس بات پر آمادہ ہو گیا تھا اس نقد، برگوگیا دھکا دینا تھا، اس نے جواب دیا اور میں نے دلی

دل میں ایک قہقہہ لگایا گویا جس راستے کی جانب میں نے قدم بڑھایا تھا اس نے اس پر چھلانگ لگا دی تھی پھر اماؤنٹ کلب سے واپس آتے ہوئے میں کنور بلراج کے بارے میں سوچ رہی تھی کبھی بڑا ڈھیٹ انسان تھا، ڈھیٹ نہ ہوتا تو دوبارہ اسی شان سے پھر اماؤنٹ نہ آتا، یہ بات بھی ابھی تھی کہ من کے کلب آنے سے پہلے وہ مجھے مل گیا تھا اب صورتحال بہت ہو چکی کلب میں میں نے بلراج کو بھی دیکھا تھا، پہلے سے کچھ افسردہ نظر آیا تھا، مجھے کہنے لگے کہ میں نے تم کو وہ من دیکھا تھا ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو اور اچھا ہے بہر طور مجھے من سے ہمدردی تھی اور میں اس کی کامیابی چاہتی تھی۔ دوسرے دن پھر اماؤنٹ کلب جانے کے لیے میں نے بھی کچھ تیاریاں کی تھیں، بلراج کو ذرا بڑا تھا اور آج کا دن میرے اندازے کے مطابق اس پر بھاری ہنا، بلراج بھی پہنچ گیا، اسی طرح ہنستا سکرنا ہوا۔ دوسرے لوگوں سے سلام دعا کرنا، وہاں میرے سامنے آگیا تھا اس نے دونوں ہاتھ جھوڑ کر مجھے پرنام کیا اور پھر بولا۔“

”بیٹھ سکتا ہوں“ میں نے تب بھی لگا ہوں سے اسے دیکھا اور آہستہ سے کہا۔“

”تمہیں بیٹھنے کے لیے اب اجازت کی ضرورت ہے بلراج، گاؤہ کر سکی گھسیٹ کر بیٹھ گیا، اس کے چہرے پر ہنرمندی کے آثار نظر نہ آ رہے۔“

”کوشل کمار کی سمجھ میں نہیں آتا ابھی نقد، برکے اس کھیل کو کیا سمجھوں۔“

”خیر بہت کہا ہوا ہے، میں نے سوال کیا۔“

”آکاش بہت بڑا ہے کوشل کمار کی اور چھوٹے مثلاً بگلا چکور آکاش کی جانب بڑھنے کی کوشش میں جان تو دے سکتا ہے کون سوچ جائے کہ چکور بھی آکاش تک پہنچ بھی سکتا ہے کیا نہیں؟“

”کوئی کوئی نہ کہہ رہا ہے کہ کنور بلراج، میں نے سکرما کر کہا۔“

”میں آپ بیتی کہہ رہا ہوں“

”تم چکور ہو یا آکاش؟“ میں نے برجستہ سوال کیا اور وہ سکرما لگا۔“

”میں چکور ہی ہو سکتا ہوں کوشل کمار کی برانہ

مانیں تو کچھ اور کہوں“

”اب تک جو کچھ تم نے کہا ہے کیا میں نے برانا اس کا۔“

”میں شاید چکور ہی ہوں جو آکاش کے گرد چکر رہا ہوں۔ آپ نے مجھے جتنی عزت دے دی ہے یہی خود اپنا حساب کرتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ اس کے قابل نہیں ہوں“

”کنور بلراج کیسی باتیں کر رہے ہو، ایک باعزت اور شاندار آدمی ہو، پھر اماؤنٹ کلب میں تمہاری بڑی ساکھ ہے اور تمہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ایسی باتیں کر کے مجھے کیوں تم خود کو میرے سامنے ہلکا کرنا چاہتے ہو؟“

”تمہیں کوشل نہیں جھکوان کی سوگند آپ میری لگاؤ میں آکاش ہی میں میری اور آپ کی چینیٹ میں یمن آسمان کا فرق ہے انسان اپنی سطح کے لوگوں سے لگتا ہو سکتا ہے لیکن آپ کے سامنے تو بڑے بڑے آتے ہوئے درتے ہیں“

”تو قصور ان بڑے بڑوں کا ہو امیر انو نہ ہو کیا ہیو گے؟“

”آپ جو بھی بلوا دیں“

”ہوں۔ جھٹک ہے، میں نے کنور بلراج کے اور اپنے لیے مشروہات طلب کر لیے اور پھر خود ہی انہیں کنور کے سامنے سرو بھی کر دیا وہ نہ ہنرمندی سے جھکا جا رہا تھا اور میں اس کی اس کیفیت سے لطف اندوز ہو رہی تھی اچھا آدمی اپنے لیے گھر سے گھر آگیا کھوڑا تھا اور تیز رفتاری سے اس کی جانب آ رہا تھا لیکن سب سے پُر لطف بات تو اس وقت ہوئی جب من ساہی پھر اماؤنٹ کلب میں داخل ہوئی میں نے اسے قائم ہدایت دے دی تھیں اور اب اس کا ہر قدم میری ہدایت کے مطابق تھا من پہلے سے کہیں زیادہ حسین نظر آ رہی تھی اس کا لباس نے حدیثی تھا اور وہ بڑی زناکت سے چلتی ہوئی اندر داخل ہوئی قدیم شتا ساؤل کے من جہت سے گھل گئے پھر اماؤنٹ کلب کے نئے قہروں نے اسے دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا اور بلراج بھی شدت جہت سے اپنی کرسی کی پشت سے ہٹ گیا اس کی نگاہ من ساہی پر جم گئی تھیں کنور بلراج نے لڑکھائی تمام ہی

لوگوں کو ہٹا دیا اگر اس کے اور من ساہی کے درمیان، علیحدگی ہو گئی ہے اور اس کے بعد سے من ساہی کا کوئی پتا نہیں ہے کسے بڑی تھی کہ وہ اس کے بارے میں کزید کرتا ہوں بھی من ساہی کا ماضی تاریخی میں تھا اور اس کا دوسرا حصہ کسی کو معلوم نہیں تھا ہر اے شتا ساؤل نے اٹھ اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور من ان سب کو گردن ٹھکر کے جواب دیتی ہوئی بالآخر ایک میز پر جا بیٹھی اس نے کسی کی رفاعت قبول نہیں کی تھی میں نے پہلے سارے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر میری نگاہیں کنور بلراج پر لگیں کنور بلراج کی جو کیفیت ہو سکتی تھی آپ اس کا، کوئی اندازہ لگا سکتے ہیں شدت جہت سے من گھوٹے ہوئے وہ من ساہی کو دیکھ رہا تھا جب کئی منٹ اسی طرح گزرتے تو میں نے آہستہ سے کہا۔“

”یہ من ہی ہے نا، بلراج چونک بڑا پھر اس کے من سے سر سرائی ہوئی آواز نکلی۔“

”ہاں ہاں وی ہے اودہ مائی گاؤہ۔ یہ یہ یہاں کیسے آ گئی۔“

”کیا مطلب۔“ میں نے سوال کیا اور کنور بلراج بولکھلا اٹھا۔“

”تم... میرا مطلب ہے بہت عرصے کے بعد یہ پھر اماؤنٹ کلب میں نظر آئی ہے“

”ہاں، طویل عرصے کے بعد؟ میں نے آہستہ سے جواب دیا۔“

”لیکن لیکن یہ“

”کیا بات ہے کنور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کی آدہ تمہارے لیے بڑی حیران کن ہو۔“

”نہ... نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے سکر... کنور بلراج جملہ اوصاف چھوڑ کر خاموش ہو گیا

”تم چاؤ تو اس کے پاس جاسکتے ہو؟ میں نے ڈیرے ناگواری سے کہا اور میری اس کیفیت کو بلراج نے خاص طور پر نوٹ کیا پھر وہ ایک دم بولا۔“

”نہ... نہیں تم... میرا مطلب ہے کہ یہ نہیں ہے چھوڑ دینا ہوگی نہیں کیا جس شے سے کوئی واسطہ ہی نہ رہا۔ اب اس پر توجہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟“

”ہاں ہاں میرا بھی یہی خیال ہے ویسے تم اسے دیکھ کر بہت حیران ہوئے ہو اور شاید پچھتا بھی رہے ہو“

”کلب... کیوں؟“ باب... بھلا بچھانے کی کیا بات ہے۔ ”کنور بلراج نے ہر کھانے کے بعد کہا۔“
 ”بہت سی چیزیں چھوڑ دینے کے بعد ان کا دکھ تو ہوتا ہے۔“
 ”سوال یہ نہیں پیدا ہوتا کہ شل دیوی آپ نہیں جانتیں کہ وہ کتنی شاعر عورت ہے۔“
 ”میں نے کہا تھا مجھے ان لوگوں کے بارے میں جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی جن سے میرا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔“
 ”اے شک ہے شک چھوڑ دینے کو شل دیوی آپ تو بہرا مانٹ کلب لکھنا روزانہ آتی ہیں۔“
 ”روزانہ تو میں بس جن دنوں شام میں فرصت ہوتی ہے ان دنوں چلی آتی ہوں اور جب فرصت نہیں ہوتی تو پھر دوسری بات ہے۔“
 ”ہاں میں بس یہ سوچ رہا تھا کہ جس دن آپ میرا ڈنٹ کلب نہیں آئیں تو کونسا بہت اداس رہوں گا۔“
 ”اچھا یہ کیفیت کب سے ہوئی تمہاری۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا کنور بلراج معلوم سے انداز میں گردن جھکا کر خاموش ہو گیا۔ بڑا جھانسنکاری جال بھینک رہا تھا۔ بد نصیب تھا کہ کبھی نہ غلط شکار کے سامنے آگیا تھا۔ بہر طور اس کے بعد لڑکیاں جاری رہیں۔ سننے سے ایک بار بھی میری جانب نہیں دیکھا تھا۔ کمال راج بھی اپنی جنگ سگمنت سا بھنکار رہا تھا۔ کافی دیر کے بعد سن اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر نکل گئی۔ کنور بلراج اس دوران حیرتہ ساربا تھا۔ امن کو جانے ہوئے دیکھنا رہا میں جان پوچھ کر پہنچی رہی اور کنور بلراج بھی جھوڑا پیٹھا رہا۔ لینڈ میں نے کمال راج کو سمن کے خوراک بولا اور کچھ کباب لنگھتے ہوئے دیکھا تھا اور میرے ہونٹوں پر خنجر بی مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر میں دہرنگ کنور بلراج کو پاؤں میں لگا گئے۔ راج سمن کے نذر کے پر میں نے ہلکی سی نالائقی کا اظہار کیا تھا جس کی بنا پر کنور بلراج نے دوبارہ سمن کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہا اور یہی میری کامیابی تھی۔ مضحکہ دفت کافی ہو گیا اور اس کے بعد میں بھی اٹھ گئی۔ کنور بلراج نے میرے ساتھ ہی باہر نکلنے ہوئے کہا۔
 ”کوئل جی حسد سے آگے بڑھ رہا ہوں آپ میری اس جسات کو معاف فرمائیے گا کلب آپ نہیں لے۔“

”باب! کہوں نہیں تم آؤ گے۔“
 ”ظاہر ہے میں لو اب یہاں کے علاوہ اور کہاں جا سکتا ہوں۔“
 ”اچھا کنور چلتی ہوں۔“ میں نے کہا اور اس کے بعد مسکراتی ہوئی اپنی کار میں جا بیٹھی اس سے زیادہ کچھ کرنا میں سب نہیں تھا۔ بہر طور کنور جیسے آدمیوں کو بہتر ہلاک کرنا بہتر ہوتا ہے میں فوراً ہی اسے اپنے گھر نہیں لانا چاہتی تھی حالانکہ وہ بات میرے منصوبے میں شامل تھی اس رات سمن سامنے ہی گاؤں ٹیلیفون تھے موصول نہیں ہوا۔ طے ہی کیا گیا تھا کہ اہم ترین موقعوں پر وہ تھے غائب کرے اور اس کے علاوہ کوئل کو شل نہ کی جائے جب تک کہ معاملات ہموار نہ ہو جائیں۔
 دوسرا دن بھی بہرا مانٹ کلب میں دیکھوں گا ہی حاصل تھا اور سب سے زیادہ پرست بات یہ تھی کہ اس دن سمن سامنے ہی کمال راج ایک ہی میز پر نظر آئے تھے سمن کو بس نے جوڑ بہت دلی آہ اپنی اتنی کچی نہیں تھی کہ آج کا دن بھی کمال راج سے دور گزرتا دیکھنے والوں نے ایک دوسرے کو اشارے کیے تھے لیکن یہ بات طے کر لی کہ کنور بلراج کی کوئی پروا نہ کی جائے۔ چنانچہ کلب کی لڑکیاں جاری رہیں البتہ کنور بلراج کے ساتھ وہی سب کچھ ہوا تھا جو ہونا چاہیے تھا میں سمجھتی ہوں کہ سمن کے لیے اس کے دل میں کوئی ایسی خاص بات تو نہیں ہوگی یعنی وہ اسے چھوڑ چکا تھا اور اس کی وابستہ میں سمن اب ایک ناکارہ پرزہ تھی لیکن وہ جس اس کے دل میں ضرور ہو گا جو معمولی طور پر ہونا چاہیے تھا یعنی یہ کہ سمن لینڈ سے واپس کیسے آئی اور اسے یہ مقام کیسے حاصل ہوگا۔ کمال راج کو اور اسے بچکا دیکھ کر کچی آگئے۔ کنور بلراج کے سینے پر کتنے سانپ لوٹے ہوں گے وہ لاکھ کوئلش کر رہا تھا کہ اس سلسلے میں بات نہ کرے لیکن انسان فطرت اس سے کہاں باز رہتی ہے کہہ رہی بیٹھا۔
 ”یہ کمال بھی عجیب ہے سمن نے اسے کھلا کھلا دھوکا دیا لیکن وہ اس وقت اس کی میز پر ہے۔“
 ”تمہارے ذہن پر سمن کو سارے کنور بلراج میری رائے ہے سب سے اپنے آپ کو مطمئن کر لو اس کے بعد کوئل دوسری بات کرنا۔“

”معافی چاہتا ہوں کوئل دیوی بھگوان کی سونگند لہری کوئی بات نہیں ہے۔“
 ”دو دن سے تم مسلسل سمن کے بارے میں کچھ پریشان ہو۔“
 ”پریشان ادھر میں وہ بھی سمن کے بارے میں آپ بھی خوب مذاق کرتی ہیں کوئل دیوی جو مجھے میں نے خود بخود کر مار کر خود سے دور کر دی ہو۔ اس کے بارے میں پریشان ہونا کیا معنی رکھتا ہے بولہ بولہ ڈیپے ان پاؤں کو کوئل دیوی۔ آپ یہ بتائیے کہ کاروباری معاملات کیسے چل رہے ہیں۔“ کنور بلراج نے ایک کھوکھلا سا ہنسنہ لگاتے ہوئے کہا۔ اور میں بھی نیکی انداز میں مسکرا دی پھر کنور بلراج کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔
 ”جب میں اپنے دفتر سے باہر نکل آتی ہوں کنور بلراج تو پھر کاروبار کے بارے میں نہیں سوچتی اور نہ ہی اس قسم کے موضوع پر گفتگو کرنا پسند کرتی ہوں۔“
 ”وہی لکڑ۔ وہی لکڑ۔“ میں نے ہوتے ہوئے آدھوں والی بات۔
 ”جیسے کہ کوئل بچا، پیسہ ہی تو اتنی چیز نہیں ہے، نہ زندگی کے کچھ دوسرے لوازمات بھی ہوتے ہیں۔ دینے آپ کی زندگی بڑی عجیب ہے۔ آپ تمہارا کوئلش بولیٹی ہیں۔“
 ”تمہارہ کر۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”آپ تنہا نہیں ہیں۔“
 ”بہنچ ایک مزاجی بات ہے کنور۔ تم میرے ساتھ ہونا کیا تم اپنے آپ کو میری تنہائی کا سامنا نہیں سمجھتے۔ میں نے کہا اور کنور بلراج جیسے ہوا میں کھیل ہو گیا میرے الفاظ سننے ہی ایسے، اوجھے لہری مناسرتہ حقائقوں کیساتھ دیکھنے لگا اور پھر آہستہ سے بولا۔
 ”یہ الفاظ میں جانتا ہوں کچھ اور معنویت رکھتے ہیں۔ لیکن میرے لیے جس قدر معنی ہیں آپ اس کا تصور نہیں کر سکتیں کوئل دیوی میں ہلکی سی ہنسی کے ساتھ خاموش ہوئی تھی اور اس کے لیے کنور بلراج کے گرد میری زچہ میں تنگ ہوتی گئیں۔ میں لکڑ بھرا روزانہ ہی اس سے بہرا مانٹ کلب میں مل رہی تھی۔ ویسے بھی اس وقت کوئل خاص مہر ویت نہیں تھی اور میرے لیے یہ مشکل نہیں تھا کہ میں سمن سامنے ہی اس کی زندگی کا بہتر مقام حاصل کر کے لیے بولتا اور موقع دوں یہ مقام سبک دینے سے

بنائی ہوئی تھی، میں نے کنور بلراج کو اس طرح اپنے جال میں جکڑ لیا تھا کہ وہ بل نہیں رہا تھا۔ میں جانتی تھی کہ اگر اس طرح سمن سامنے دوبارہ نمودار ہوتی اور بل راج کے قریب جانے کی کوشش کرتی تو کنور بلراج اپنی شاطرانہ چالوں سے ان دونوں کے درمیان رخنہ انداز کر کے کی کوشش میں کافی حد تک کامیاب ہو جاتا لیکن میں نے اس کے راستے اپنی جانب موڑ لیے تھے۔ اور کچھ ایسا ماحول پیدا کیا تھا جس سے اسے احساس ہو گیا کہ میں سمن سامنے کے تذکرے پر کچھ رقابت کا شکار نہ جاتی ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کو ایک اور بات بتاؤں۔ اچھلی فوٹس کو تو آپ جانتے ہی ہیں نا میرے کامیاب سامنے جو ایک ایک لمحہ میرا خیال رکھتے ہیں، میرے قابل اعتماد سامنے جن پر مجھے بے حد پھر دوسرے اور جو میرا انکھیل سے میری بخرا کرتے ہیں، کنور بلراج کے بارے میں میں ان کو ایک اشارہ کر دینا کافی تھا چنانچہ کنور بلراج کی کمال طور سے نگرانی ہونے لگی۔
 کنور بلراج ان دنوں اپنی ساکھ سے کام لے رہا تھا اس نے ایک بہت بڑا فخر حاصل کیا تھا۔ بڑے سرکاری افسر کی معرفت اور اس سے اس نے ایک خوب صورت مکان کرائے پر حاصل کیا تھا۔ کچی گاڑی بھی خریدی تھی اور اپنی پوریشن دوبارہ بہتر بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جانتی تھی کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے اور میں دل ہی دل میں خوش تھی کہ سمن سامنے کی کھیل بولنے آگے بڑھ رہا ہے کنور بلراج اپنے لیے سب کچھ کر رہا ہے۔ لیکن اس سب سے پر اسے شیشے کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے ملیں گے۔ اور وہ بھی کہاں کے گاؤں کوئلش کما رہی سے واسطہ پڑا تھا۔ پھر نہیں بلکہ ان دنوں کنور بلراج صاحب بہت ہی خفیہ بہانے پر میرے بارے میں بھی مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کر رہے تھے اور جو کچھ انہیں معلوم ہوا تھا اسے سمن کران کے جسم پر چرچی کی نہیں چڑھنے لگی تھیں پھر ہر طرح ہوا تھا۔ بہر حال کوئل بلراج کے معاملے میں تو شاید انہوں نے یہی سوچا ہو کہ جو کچھ ہے وہ اتنا تو بے گم از کم کچھ سال شاید انداز میں بسر ہو جائیں گے لیکن میرے معاملے میں انہیں جو معلومات حاصل ہوئیں اس سے انہیں یہ اندازہ ہو گیا کہ اس سے کچھ سال ہی نہیں بلکہ ساری

زندگی ہی بہترین گزیرے گی اور انہیں مجھ سے پیچیدگی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

ادبجل فورس کے ارکان مجھے کنویرلراج کے معمولات کے بارے میں اطلاع دے رہے تھے اور یہ بھی بتا چلا تھا مجھے کہ کنویرلراج نے ایک بار بھی سمن ساہنی سے ملنے کی کوشش نہیں کی بلکہ نہایت مخلص دل کے ساتھ وہ بیری فوج حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور اس سلسلے میں میں نے خود ہی ایک پروگرام ترتیب دے لیا۔ بڑے لطف بات گفتی اور یہ سب کچھ اسی لیے کیا گیا تھا کہ ذرا کنویرلراج جی بکھرا دیکھو وہ دن بوجا نہیں

میں نے اپنی سالگرہ کا پروگرام بنا لیا تھا۔

ادبجل پروگرام منانے کے لیے سالگرہ کے کارڈ ایڈ کر دیے گئے تھے۔ کنویرلراج کو یہ کارڈ میں نے پیراماؤنٹ کلب، بی بیس ویلج، دوپہر دوپہر کو بھی یہ کارڈ دینے گئے تھے، کنویرلراج نے کارڈ دیکھا کچھ کچھ سا گیا۔

”کیوں بھی خیریت؟ تمہیں مہری سالگرہ سنے کوئی خوشی نہیں ہوئی؟“

”بے حد خوشی ہوئی ہے کوشل دہلی جی لیکن ایک ذرا سا دکھ بھی ہوا ہے“

”کیوں؟“

”کیا میں بھی انہی عام ہمائوں میں سے ہوتی ہوں وقت مقررہ ہر کارڈ دے جانے، میں؟“

”نہیں۔ اگر تم جو کچھ میں کہوں گی پیچ مار کے کنویرلراج تو تمہاری ساری شکایت دور ہو جائے گی“

”کیا کوشل دہلی؟“

”تم معلوم کر سکتے ہو کہ میں نے کبھی اپنی سالگرہ نہیں منائی۔ اس بار یہ پروگرام صرف تمہارے اعزاز میں ترتیب دیا گیا ہے کیا سمجھے؟“

”میرے اعزاز میں؟“

”ہاں! میں بہت دنوں سے تمہیں اسے گھر لانا چاہتی تھی۔ میں نے سوچا کہ چلو کھڑی سی کنویرلراج اور تم اس وقت میرے گھر میں داخل ہو جیو میں خوشیاں منا رہی ہوں“

کنویرلراج باآسانی میرے فریب آگیا اس کا ہنرہ فرط مسرت سے سرخ ہو گیا۔

”کیا یہ سچ ہے؟“

”کیا میں اس سچ کا اعلان اپنی میز پر کرے ہو کہ کروں؟“

”میں آپ کا تو یہ کہہ دینا کافی ہے، کنویرلراج نے جواب دیا۔“

”ٹھیک ہے تمام تہیاں مکمل ہیں اور میں بیری سالگرہ میں شرکت کے لیے تیار رہنا چاہتا ہوں بہت سی باتیں ہوتی رہیں۔ ویسے کل اور سمن آج کل روزانہ ہی پیراماؤنٹ کلب نہیں آ رہے تھے سمن سے میں نے سختی سے تاکید کر دی تھی کہ اس دوران وہ اس وقت تک مجھ سے ملاقات نہ کرے جب تک کہ کوئی اہم مسئلہ نہ ہو اور میں جب چاہوں گی اس سے رپورٹ طلب کروں گی چنانچہ بہت دن سے سمن سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی، کبھی کبھی میں ان دونوں کو پیراماؤنٹ کلب میں دیکھتی تھی، ساتھ ساتھ ہی ہوتے تھے سمن نے یقینی طور پر میل کو دوبارہ اپنی جانب راغب کر لیا تھا۔ اس کا اظہار ہر طرح ہو جانا تھا غرض یہ کہ میری سالگرہ بڑی دھوم دھام سے ہوئی، سمن اور میل بھی اس سالگرہ میں شریک ہوئے تھے۔ پیراماؤنٹ کلب کے وہ تمام ممبر بھی تھے اور کنویرلراج بھی تھا۔

میں نہیں جانتی تھی کہ سمن کہاں تک پہنچے ہے اور مجھے کنویرلراج کی کہانیاں ملتی چلی کرنا ہوگی لیکن سالگرہ کی اس پارٹی میں میں نے کنویرلراج کو بہت اہمیت دی تھی یہاں تک کہ کیک کاٹنے وقت بھی کنویرلراج میرے منانے سے شہزادہ ملائے کھڑا ہوا تھا، نہایت ہی اعلیٰ درجے کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ بلاشبہ شخصیت کے لحاظ سے میں پہلے ہی گھر چلی ہوں اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ آج اس نے مجھے جو تحفہ پیش کیا اسے دیکھ کر میں بمشکل تمام بغیر ضبط کر سکی ایک بہت ہی اعلیٰ درجے کا ہیرا کا جڑاؤ بیگلر جسے حاصل کرنے کے لیے شاید کنویرلراج نے اپنی شخصیت ہی گروی رکھ دی ہوگی۔

میں نے بہت شکوکے کے ساتھ وہ تحفہ قبول کیا سالگرہ کا یہ پروگرام بڑی خوبصورتی سے ختم ہو گیا اور ہمان رخصت ہونے لگے کنویرلراج نے بھی مجھ سے اجازت مانگی تو میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”جاری ہو۔“

”جانا تو نہیں چاہتا وہ آہستہ سے بولا۔“

”تو پھر میرے دفتری کی بات کیوں کر رہے ہو؟“

کنویرلراج سحرزدہ سا لہجے دیکھتا رہا اور اس نے بعد اس نے مجھ سے بے وفائی کی بات نہیں کی، سارے مہمان رخصت ہو گئے رات زیادہ ہو چکی تھی بہت دیر تک میں اس سے باتیں کرتی رہی، دنیا جہان کی باتیں۔ میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ اس نے مجھے اتنا قیمتی تحفہ دے کر شرمندہ کر دیا ہے تو کنویرلراج کہنے لگا۔

”کوشل دہلی! مجھے محبتوں کے آئینہ دار ہونے نہیں میرے دل میں تو آپ کے لیے یہ لفتور ہے کہ آپ کے چاروں طرف ہیروں کے انار لگا دوں لیکن بس حیثیت جہاں تک ساتھ دے سکتی ہے“

”میں کنویرلراج مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، بہت کچھ ہے میرے پاس، تم تو جانتے ہو مجھے تو میں انسانیت سے بھارتی“

”کاش میں آپ کے لیے ایک اچھا انسان ثابت ہو سکوں“ اس نے کہا۔

کنویرلراج نے بڑا دے تک میرے ساتھ رہا اور اس کے بعد میں نے اسے اجازت دے دی ظاہر ہے اس سے زیادہ اس کا رکتا ممکن تھا نہ مناسب مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب کنویرلراج سکڑی کے جا لیں پھنس چکا ہے۔ اور اس کا نکل جانا ممکن نہیں ہے۔ سمن کے بارے میں اب معلومات حاصل کر لینا ضروری تھا چنانچہ دوسرے دن صبح دس بجے میں نے سمن کو کھیل بھون کیا، دن اسی نے لپیٹ لیا۔

”ہیلو سمن میں کوشل بول رہی ہوں“

”آہ دیدی گفتا نہ سنا ہے آپ نے مجھے اس ٹیبلٹ کے لیے“

”کیوں بھی خیریت۔؟“

”آہ دیدی آپ مجھ سے مہری خیریت پوچھ رہی ہیں ایک ایک لمحہ جی چاہا ہے کہ آپ کے پاس پہنچ جاؤں اور آپ کو ساری کہانیاں سنا دوں لیکن آپ کی ہدایت کے مطابق دل مسوس کر رہی ہوں“

”خیر اب اس وقت فرصت ہے نہیں؟“

”ہاں دیدی بالکل فرصت ہے“

”تو اب تم پوری کہانیاں دہراؤ؟“

”اس وقت سے جب میں بہراماؤنٹ کلب میں داخل ہوئی تھی۔“

”ہاں اس سے پہلے کی کہانیاں تو مجھے معلوم ہے“

”دیدی، بھل مجھے دیکھ کر جہان رہ گیا تھا اور اس کے بعد اس نے مجھ سے ملاقات کی، مہری خیریت معلوم کی کہنے لگا۔“

”ہیلو سمن کیسی ہو۔؟“

”اچھی ہوں۔ میں کبھی جیسی نظر آ رہی ہوں ویسی ہی ہوں“

میں نے کسی قدر افسردگی سے جواب دیا۔ وہ کچھ دیر تک عجیب سی لگا ہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

”کنویرلراج سے علیحدگی کیوں ہوئی؟“

اسے اداس لگا ہوں سے دیکھا پھر بولی۔

”حفاظتوں کی سزاؤں ملتی ہے بھل“

”حفاظت؟“ اس کے بغور مجھے دیکھا۔

”ہاں بھل حفاظت۔ اس سے زیادہ بھی کچھ پوچھ گئے؟“

”ہاں سمن پوچھنے کو تو بہت کچھ جی چاہتا ہے لیکن سوچنا ہوں کہ میں مہری خیریت پوچھ کر تم شک نہ کرو؟“

”تمہارا قصور یہ ہو گا بھل کہ میں اپنی شکست خوردگی کو چھپانے کی کوشش کروں گی یا اس پر غور کرنا پسند کروں گی ایسی بات میں سے بھل میں اعتراف کرنا چاہتی ہوں تمہارے سامنے کہ میری خود غرضی نے مجھے بہت خسارے سے دوچار کیا ہے“

”خود غرضی؟“

”ہاں بھل۔ میں تم سے اپنی زندگی کی پوری کہانیاں بیان کر دوں۔ بات یہ ہے بھل کہ میں نے اپنی زندگی میں ہمیشہ روغنیوں کے خواب دیکھے ہیں میں تازہ کیوں سے بھرائی ہوں، میں نے اپنی زندگی میں بچا چوند دیکھی۔ میں تم سے محبت کرتی تھی بھل اور کرتی ہوں لیکن میرے دل میں کچھ اور تصورات تھے۔ کنویرلراج میرے نزدیک آ رہا وہ ایک شطرنج کی مثال ہے شطرنج کی چالیں چلیں اور میں بہت کچھ نہ چاہتے ہوئے بھی ان چالوں کا نکار ہو رہی رہیں نے اس سے شادی کی اور اس نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا۔ مجھے

فلاش کر دیا۔ اس کے بعد میرے پاس اس کے لیے کچھ نہ تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ بھلنے سے بہت ہی افسردگی سے مجھے دیکھا پھر کہنے لگا۔

”دیکھو میں زندگی بہت خوبصورت ہے اور زندگی کے گرد بھیجے ہوئے مناظر بھی بے حد حسین ہیں لیکن کوئی تنہا انسان مناظر سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ ہم ایک خوبصورت بھول کو دیکھتی رہیں۔ وہ ہمیں بے حد خوش محسوس ہوگا لیکن اس کے بعد ہم اس کی دلکشی کے بارے میں کسی سے تبادلہ خیال بھی کرنا چاہیں گے۔ اگر تمہارے پاس کوئی تبادلہ خیال کرنے والا نہ ہو تو بھول کی دلکشی تمہیں اکتا دے گی۔ اس کا مقصد ہے کہ ہر شے کو دیکھنے کے لیے انہی آنکھوں والا ایک سماجی بھی درکار ہونا ہے۔ دولت بے حد ضروری چیز ہے اور انسان اس کے بغیر تفریح انسان ہی نہیں رہتا۔ لیکن جب ہم اپنی ضروریات پوری کر لیتے ہیں اور تنہا ہوتے ہیں تو ہمیں دولت کی نہیں ایک اچھے سماجی ایک جہت کرنے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تمہاری وہ سوانح غلط تھی“

”اور اب یہ غلط سوانح محل میری پوری زندگی کے لیے روگ بن گئی ہے۔ سچ ہے ایک ہی گناہ کی سزا اتنی بھلی ہے کہ انسان کو دوسرا گناہ کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔ تو اب مزہ میں وقت گزار رہے“

”اب بھی تم بھول کر رہی ہو سمن“

”کیا مطلب ہے؟“

”مطلب یہ کہ جو کچھ کر چکی ہو وہ تمہاری اپنی غلطی تھی۔ لیکن ابھی اس غلطی کی سزا اٹھانے کے لیے مجھے بھی لڑنی ہے۔“

”ہاں مجھے سمن میں تو تمہیں چاہتا تھا۔ فی کم مائی کے باوجود۔ حالانکہ اتنا کم مائی بھی نہیں ہوں لیکن میرے پاس انسانی زندگی کے لیے وہ سب کچھ موجود ہے جو انسانی ضرورت ہو سکتی ہے لیکن تم نے وہ سب کچھ تسلیم نہ کیا بلکہ اس سے کچھ چاہو تو نہیں نہ مل سکا۔ لیکن میں وہ سب کچھ لیے آج تک تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ میں نے رونے ہونے کہا۔“

”بھل میں اب تمہارے قابل نہیں ہوں“

”یہ فیصلہ کرنا بھی تمہارا حق نہیں ہے سمن تم اگر ان اپنے آپ پر یقیناں ہو تو یہ بھی ڈوسو کہ بھل نے تو

تمہیں زندگی بھر چاہا ہے“

”بھل تم فرشتے ہو“

”عجب بات ہے۔ انسان جب کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے اور کوئی اس گناہ کو اپنے سینے سے لگانا چاہتا ہے تو دوسرے اسے فرشتہ قرار دیتے ہیں میں فرشتہ نہیں انسان ہوں بلکہ انسان ہی بن جاؤں تو بہت بڑی بات ہے سمن۔ بہر طور ایک بات تم غور سے سن لو۔ یہ میری پیش کش ہے یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تم پر رحم کیا ہے۔ میں تو آج تک اپنے آپ پر رحم کھاتا رہا ہوں۔ تم اگر اپنی زندگی میں پھر کسی سماجی کی ضرورت محسوس کرو اور ان سماجیوں کو دل سے تسلیم کر لو تو میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔ یہی اس کے بعد سے میری اور بھل کی ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں وہ اس بات پر مکمل طور سے تیار ہے کہ وہ مجھ سے شادی کرے اور صرف میرے جواب کا انتظار کر رہا ہے۔“

”اس کے گھر والوں کا کیا خیال ہے؟“

”وہ پہلے شادی کرنا چاہتا ہے اور اس کے بعد اپنے گھر والوں پر کشاف کرنے کا کٹھن اٹھندے ہے۔“

”اور اگر وہاں سے مخالفت ہوئی تو؟“

”تو بھل کہتا ہے کہ وہ اپنے بہروں پر کھڑا ہے وہ اب اپنے والدین کا تختیاں نہیں ہے لیکن اس کے والدین بھی انہما پسند نہیں ہیں۔ انہوں نے اس کی زندگی کا معاملہ خود بھل پر چھوڑ دیا ہے۔“

”تو پھر وہ بہروں کر رہی ہو سمن؟“

”صرف اس بات کا انتظار تھا دیدی کہ آپ مجھ سے رجوع کریں۔ مجھے تو خود آپ نے منع کر دیا تھا اس لیے میں اس وقت تک انتظار کرتی جب تک کہ آپ خود مجھے اس کا حکم نہ دیں۔“

”اوہ سو ری ڈیر سمن میں تو یہ سوانح رہی تھی کہ ہو سکتا ہے معاملات اچھے کیجے ہوں۔“

”تمہیں دیدی۔ معاملات بہت دن سے بہتر چل رہے ہیں بس آپ کی آشر وادی ضرورت ہے۔“

”تو پھر مجھے شادی کا ڈو پہنچا دو“

”مطلب؟“

”تم نے کنویر بلراج کو دیکھا ہوگا۔ بہت دن ہو گئے اسے میری بہت میں بہت برداشت کر لیا ہے۔ میں نے

اس کیلئے انسان کو اب بول کر کہ اس ڈرامے کا ڈراما سبیل کر دو“

”جو حکم دیدی ہو چاہے گا“ سمن نے جانتے ہوئے کہا اور میں بھی ہنس پڑی۔ بہر طور اس کے بعد سمن سے گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ گویا سمن نے جو کچھ کیا میری بدایات کے مطابق بالکل درست کہا اور میری توجہ بہت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور کنویر بلراج جی ان کے سامنے میں ان کی فوس مجھے مکمل رہو نہیں دے رہی تھی۔ ان کا بال بال قرض میں بندھا ہوا تھا اور وہ شاید اس بنیا د پر مزید قرضے حاصل کرے کہ مستقبل میں انہیں خزانوں کا خزانہ ملنے والا ہے۔ وہ خزانہ میری دولت کے علاوہ اور کوئی سا ہو سکتا تھا؟

سمن سا ہی جو کچھ کھو چکی تھی وہ پانے والی تھی میں نے اس کے لیے جو کچھ کیا تھا اس کے بارے میں آپ کو بتا چکی ہوں۔ سب کچھ میں نے اپنی ان کچلی ہونے خواہشوں کی تکمیل کے لیے کیا تھا۔ جو میرے سینے میں سلگتی رہتی تھیں۔ اب میں جانتی تھی کہ بھل راج اور سمن بہت جلد ایک دوسرے کی زندگی میں شامل ہو جائیں گے اور اس کے بعد کنویر بلراج کی کہان ختم کر دینا ضروری ہو گا۔ ظاہر ہے میں اپنے آپ کو طویل عرصے تک اس کہان کے لیے وقف نہیں کر سکتی تھی میں نے سمن سا ہی کے لیے غلط وقت کا تعین کیا تھا۔ وہ اب نوبت ہوا پورا ہونے والا تھا۔ کنویر بلراج کی کہان کو ختم کرنے سے پہلے اسے کلا عکس تک پہنچانے کے لیے ضروری تھا۔ سالگرہ کی تقریب کے بعد کنویر بلراج مجھ سے کچھ اور مالوس ہو گیا تھا اور پھر ایک دن اس نے دن کو تو تو بھاگتا ہوا مجھے بلایا۔

”ہیلو کوئل دیوی“

”کون بول رہا ہے؟“

”ایک خادم ایک غلام“

”کمال ہے میں نے نہ تو کوئی خادم رکھا اور نہ کوئی غلام“ میں نے کنویر بلراج کی آواز پہچان کر کہا۔

”اگر ان دونوں چیزوں کو بچا کر لیا جائے تو کنویر بلراج بھی ہو سکتا ہے۔“

”اوہ کنویر جی میں آپ کو بالکل نہیں جانتی“ میں نے کہا۔

”میں سمجھا نہیں“

”کنویر بلراج کی حیثیت سے تو میں ایک ایسی شخصیت کو جانتی ہوں جو میرے لیے بہت ہی باعزت اور خرم دوست کی حیثیت رکھتی ہے اگر آپ خادم اور غلام ہیں تو میرا خیال ہے میں آپ سے واقف نہیں ہوں۔“

”جواب نہیں کنویر بلراج جنس پڑا تھا پھر اس نے کہا۔“

”یہ تو آپ کی پڑائی ہے کوئل دیوی کہ آپ ہم جیسے لوگوں کو بھی انی اہمیت دیتی ہیں۔“

”خیر چھوڑ دو میں کیا ہوں بہ بات مجھ تک ہی رہنے دو تم سناؤ کیسے ٹیبلینڈ کیا۔“

”بہت پریشانی ہوں“

”ارے خیر بہت پریشانی ہو اور مجھ سے اتنی دور ہو۔“

”ہاں کوئل جی آج اور ہی یہ پریشانی دور کر لینا چاہتا ہوں۔“

”تو پھر اس کے دور کرنے کا کیا طریقہ ہے۔؟“

”واصل میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔“

”نجانے کیسی باتیں کر رہے ہو کنویر بلراج میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔“

”دیوی ایس۔ بولیں مجھے میں یہوقوف ہوں مختصر سا بیا با گل ہو گیا ہوں رات کو خواب میں دیکھا تھا آپ کو اور صبح سے لے چہن ہوں سوچ رہا تھا کہ کہیں آپ میرا مذاق نہ اڑائیں۔“

”اوہ اچھا خواب میں دیکھا تھا مجھے۔“

”ہاں دیوی۔“

”کیا کھا یا تھا رات کو۔؟“

”میں جانتا تھا کہ آپ میرا مذاق اڑائیں گی۔“

”کیا کر رہے ہو اس وقت۔؟“

”آپ کو ٹیبلینڈ کر رہا ہوں۔“

”کہاں سے۔؟“

”ابنی کشا سے۔“

”تو پھر کیا چھوڑ کر میرے پاس آ جاؤ۔ دوپہر کا کھانا سا کھانے بیٹھا ہوں۔“

”یہی چاہتا تھا۔“

”یعنی دوپہر کا کھانا؟ میں نے کہا اور ہنس پڑی

کنور بلراج بھی ہنسنے لگا تھا پھر بولا۔

”آپ کی اس خواہش کو دیکھ کر“
”ہوں بہ طور نم ایک بڑے کار آدمی ہو کنور بیٹو
آرام سے بیٹھ جاؤ ابھی سوچ میں دیر ہے“
”میں سوچ کر کے لیے آیا ہوں؟“
”نہیں کیسی، یہ کار بائیں کرنے بیٹھ جاتے ہو؟“
”دبوی کو شل دیوی آپ سے کچھ چاہنا ہوتا ہے؟“
”کوہونا؟“
”میرا کیا ہوگا؟“ کنور بلراج نے عجیب بھونڈے
میں کہا اور میں نے مشکل مقام ایک ہفتہ ضبط کیا اب
کیا بتائی اسے کہ اس کا کیا ہوئے والا ہے تاہم میں نے
خود کو سنبھال کر کہا۔
”میں بھی نہیں؟“
”دبوی۔ میں میں ذہنی طور پر سخت پریشان ہو گیا
ہوں؟“
”ارے بابا تو اپنی پریشانی کی کچھ وجہ بھی بتاؤ؟“
”دبوی میں آپ کو ہر وقت خوابوں میں دیکھتا رہتا
ہوں؟“
”رات کا کھانا ناپاکہ دوامندہ ایسا نہیں ہوگا؟“
”آپ میرا مذاق اڑا رہی ہیں؟“
”تو پھر کیا کروں۔ رونے لگوں کہ تم مجھے خوابوں میں
کیوں دیکھتے ہو؟“
”نہیں میرا مطلب ہے میں اپنی عمر کو بھی دیکھتا
ہوں اور ان جذلوں کو بھی خوش کرتا ہوں جو میرے سینے
میں پل رہے ہیں؟“
”چھوڑو کنور کیا بے کار بائیں لے کر بیٹھ گئے خواب
جینیت نہیں رہنے خوابوں کی تکمیل کہاں ہوتی ہے
کنور بلراج؟“
”لیکن میں اپنے خوابوں کی تکمیل کرنا چاہتا ہوں؟“
”میں اس موضوع سے ہٹا چاہتی ہوں کنور؟“
”جی؟ کنور اس سے بولا۔
”کنور بات دراصل یہ ہے کہ جذباتی بائیں مجھے سخت
نا پسند ہیں تم نے محسوس کیا ہوگا کہ میں ایک کاروباری
عورت ہوں اور میرا کاروبار بہت عمدہ سے چل رہا
ہے لیکن نہ آئے تو میرے بارے میں معلومات حاصل
کر دو اور کاروباری لوگ غریب جڑیاں ہوتے ہیں؟“
”لیکن وہ انسان تو ہوتے ہیں دیوی۔“

”ہاں۔ انسان تو میں بھی ہوں۔ ہاں؟“
”اچھا پھر بیٹھو۔ جو بائیں آپ کو ناگوار گزرتی ہیں
میں ان کا ذکر کیوں کروں تو میرے آپ کہاں راہ ہے؟“
”مختلطی دیر کے بعد کھانا کھا لیں گے اس کے بعد
تم بیٹھ کر مجھ سے باتیں کرنا اور جیسا مناسب سمجھو میرا
مطلب ہے کہ میں تھوٹے نکل جاؤں گے؟“
”سمندر کا کنارہ کیسا ہے گا؟“
”اگر تم یہ چاہتے ہو تو مجھے کہا اعتراض ہو سکتا ہے؟“
کنور بلراج خوش ہو گیا میں اس سے جو ہے بی کا کھیل ہی
تھی۔ جو کچھ وہ کہنا۔ چاہتا تھا میں نے اس وقت
اسے اس کاموقع نہیں دیا تھا۔ اس موقع کے لیے تو
ایک خاص بلا تک ضروری تھی کہ ان کے راج اور میں کی
مشادی تو ہو جائے دوہر کا کھانا ہم نے سا کھنا کھا یا اور اس کے
بعد میں اس میں بہن کر رہا جانے کے لیے تیار ہو گئی کنور
کی خواہش کے مطابق ہم لوگوں نے ساحل سمندر کی
کارخ کیا تھا ساحل ویران تھا سمندر کی موجیں ساحل
پر سر ہلک رہی تھیں اور ہم دونوں باغیچہ میں ہاتھ ڈالے
کنارے کنارے آگے بڑھ رہے تھے۔ اس سے زیادہ
میں کنور کو اور کیا دے سکتی تھی کجھت منمن نہالے گول
دور دور درگزر تھی، بو اٹنی اب مجھ سے برداشت
نہیں ہو رہا تھا ہم لوگ شینے ہوئے بہت دور تک نکل
گئے کنور کے سینے میں جو جذبات چل رہے تھے وہ اس
کے اظہار کے لیے جین تھا لیکن بہت نہیں کر پاتا
تھا اور میں ابھی اسے بالوں ہی میں ڈالنے کی خواہش
تھی تاہم وہ کہنے لگا۔
”کوئل جی کلب میں ہمارے بارے میں عجیب وغریب
باتیں ہوتی ہیں؟“
”کلب میں لوگ عجیب وغریب باتیں کرنے کے لیے
ہی آتے ہیں؟“
”آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کیا باتیں ہوتی ہیں؟“
”تمہارا کیا خیال ہے کنور کیا وہ باتیں میرے کاؤن
تک نہ پہنچتی ہوں؟“
”ہاں ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا“
”بہت سی باتیں نظر انداز کر دی جاتی ہیں کنور میں
بھی ان باتوں کو نظر انداز کر دیتی ہوں؟“
”مگر میں ان باتوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا“

”تو پھر کیا کرنا چاہتے ہو تم؟“
”میں ان کی تکمیل چاہتا ہوں؟“
”کس طرح؟“
”کاش میں اتنی آسانی سے یہ بات کہہ سکتا“
”مفصل کاموں سے کہہ کر کرنا چاہیے کنور بلراج؟“
”میں نے سوچ کر لے ہوئے کہا اور وہ مختلطی سانس لے
کر خاموش ہو گیا۔
کھیل لکڑیاں ختم ہو چکا تھا۔ میں بھی دوسری صف
کی طرف متوجہ ہونا چاہتی تھی۔ اس لیے اب بے جا
کنور بلراج کو بھی چھٹی نکل جان چاہیے تھی۔ اور میرے
لیے کون سا مشکل کام تھا۔ اب وہ زیادہ لے لگتی سے
میرے گھر آنے چلے لگا تھا۔ اور میرا ذہن بھی اس کے
ساتھ بہت اچھا تھا۔ میں نے وہی جسے استعمال
کے لیے تھے جو اپنے شکاروں پر کرنی تھی۔ کنور بلراج کو میری
خواہش کا شک اس کی اجازت تھی۔
اور اس دوپہر وہ اچانک آ گیا۔ میں نے بہت دور از تخی
کہ دروازے پر دستک ہوئی۔
”آجاؤ؟“ میں نے حسبِ عادت کہا۔ اور وہ دروازہ
کھول کر اندر آ گیا۔
”تم؟“
”ہیلو کوئل؟“
”ہیلو۔ اچانک آگئے؟“
”ہاں؟“
”ٹیلیفون کر دے؟“
”کیوں مصروف تھیں۔؟“
”نہیں؟“
”بھرفون کے بارے میں کیوں کہہ رہی ہو؟“
”ایسے ہی۔ تم اکثر اُن سے پہلے فون کر دیتے ہو؟“
”آج میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا چاہتی
ہوں۔ کیوں؟“
”نہیں؟“
”کوئل کداری۔ میں نے دنیا دیکھی ہے بہت کچھ
دیکھا ہے میں اس دنیا میں کبھی کسی سے غریب
نہیں ہوا لیکن تمہارے سامنے میں ہمیشہ بھی جاتی
ہی جاتا ہوں؟“
”اوہ۔ خوب۔ میں نے کبھی بھی جلیاں نہیں دیکھی

ایسی ہوتی ہیں کہ میں نے پھر پورے کھڑے ہو کر دیکھا۔
 ”میں بہت سنجیدہ ہوں آج کو نکل۔ میں آپ
 سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ارادہ کرنا ہوں ناگاہ
 رہنا ہوں لیکن آج میں نے آخری فیصلہ کر لیا ہے۔“
 ”بالکل آخری؟“
 ”کوئل پلیر میں سنجیدگی چاہتا ہوں۔“
 ”بہتر ہے۔ میں تیار ہوئی۔“
 ”کوئل میں۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں
 میں تم سے محبت کرنا ہوں کوئل۔“
 ”تم کہہ رہے تھے کہ تم سنجیدہ ہو۔“
 ”آج سے زیادہ سنجیدہ میں کبھی نہیں ہوا۔“
 ”بکواس کہتے ہو۔ میں اس مذاق کی عمل نہیں
 ہو سکتی۔ یہ حماقت مذاق میں بھی مت کرنا۔“
 ”کوئل؟“ وہ شدید چہرے سے بولا۔
 ”بھئی سنجیدہ ہو جاؤ۔“
 ”جھوٹا کی سوگند میں سنجیدہ ہوں۔“
 ”کیا؟“ میں نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔
 ”ہاں۔ میں سنجیدہ ہوں۔“
 ”اور تم سنجیدگی سے مجھ سے محبت کرتے ہو۔ مجھ
 سے شادی کرنا چاہتے ہو۔“
 ”ہاں کوئل۔“
 ”کوئل بلراج میرے بارے میں کچھ جانتے ہو یا صرف
 مجھ سے مذاق کرتے رہے ہو اب تک؟“
 ”میں سمجھا نہیں کوئل دیوٹی۔“
 ”بھاری غریب ایسی ہیں۔“
 ”غریب۔ کیا ہیں ہماری غریب۔“
 ”سنو بلراج میری زندگی کا ایک المیہ ہے۔ اور اس
 کے بعد میں نے اپنے دل سے محبت شادی جیسی
 لہو بات کا خانہ نکال دیا ہے۔ مجھے مذاق میں بھی اس
 نام سے نفرت ہے میرے اور تمہارے درمیان اچھے
 تعلقات ہیں دوستی ہے اور بس۔ اس سے آگے کچھ
 نہیں ہے بلراج۔ اور بعد کے سارے راستے بند ہیں۔“
 ”کوئل میں تمہارے دل کے وہ بند خالے کو کھولنا
 چاہتا ہوں۔ میں اسے کھول کر ہوں گا۔ آج تک۔ آج
 تک کوئل میں یہی سمجھتا رہا کہ میں بھی تجھے پیار ہے۔“
 ”اس کا مطلب ہے کہ تم بھی اس معیار کے آدمی

نہیں ہو جس معیار کا میں نے تمہیں بھیجا ہے۔ کوئل
 بلراج شادی تو تم سے میں سا ہنی سے بھی کی تھی اور
 پھر اسے چھوڑ دیا۔ کیا اس سے بھی تمہیں محبت ہوئی
 تھی اسے بھی تم پر یا کرتے تھے؟“
 ”کوئل۔ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ کہاں تم کہاں وہ
 دیکھو کوئل۔ یہ میری زندگی کا سوال ہے۔ میں بہر محبت
 پر تمہیں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“
 ”تم واقعی ہو کوئل بلراج۔ میں بہ میری اور تمہاری اپنی
 ملاقات ہے۔ اس کے بعد میں تمہیں اپنے فخریہ نہ
 دیکھوں۔“
 ”کوئل۔ کوئل تمہارا انداز بھی تو مجھے ہی بتاتا تھا
 میں تو یہی سمجھتا تھا کہ تم بھی مجھے جانتی ہو۔“
 ”سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔ کوئل۔ اب تم
 جاسکتے ہو۔ میں نے نفرت سے کہا۔
 ”میں ایسے نہیں جاؤں گا کوئل۔ تمہیں میری
 محبت کا اقرار کرنا پڑے گا۔ تمہیں مجھ سے شادی کرنا
 ہوگی۔ وہ میرے فخریہ آگیا۔ اس کے بعد میری خواہ گاہ
 میں پٹا نہ سا ہوا۔ یہ ایک عقیدہ میں سا ہنی کا پورا پورا
 حساب تھا۔ کوئل شہر سارا دیکھا تھا۔ اور میرے دو خاص
 ملازم اندر آئے تھے جو میری خواہ گاہ میں امن قائم کرے
 کے فوری وار خفیہ ان دونوں خیمہ داروں نے منور بلراج
 کو اٹھا کر کھینک دیا بعد میں منور بلراج کو پولیس نے
 گرفتار کر لیا۔ اس سے فرض تھا ہوں نے یہ ایک کام لیا
 دیا تھا جن سے اس نے لائقوں کو بے فرض لیے تھے۔
 دینے میں کھلے میں نہیں رہی تھی میں سا ہنی میں
 نے جو کچھ خرچ کیا تھا وہ کچھ منافع کے ساتھ ہی واپس
 ہو گیا تھا۔

کوئل بلراج کے بارے میں بہت دن تک تبصرے

ہوتے رہے۔ دولت مند لوگوں میں بڑی خوبیاں ہوتی
 ہیں۔ وراثت ان لوگوں کی مصروفیات انہی ہوتی ہیں کہ کسی
 اہم ترین مسئلے کے لیے بھی وہ زیادہ وقت نہیں کھاتے۔ نہ کسی
 کی محبت کرتے ہیں کہ کیا اور کیوں ہو گیا اس کو کھانا اور جو
 ہو گیا اس پر حقہ تبصرے کافی ہوتے ہیں۔ کوئل بلراج کے
 بارے میں یہ بھی نہ سوچا گیا کہ اسے سزا کے بعد کون سی جیل
 میں رکھا گیا ہے۔ کیا ضروری تھا۔ حالانکہ ان میں سب ایسے

تھے جو جینم زون میں اسے رہا کر سکتے تھے۔ لیکن یہ قدر داری
 ان پر عائد نہیں ہوتی تھی۔
 میں بھی اس مسئلے سے بے گناہ رہا ہوں۔ کچھ
 کاروباری معاملات تھے۔ مٹنگیں تھیں جن میں آنکھ کر
 کئی ہفتے گزر گئے۔ چند روز کے لیے دوسرے شہر بھی جانا پڑا
 اور وہاں کئی دن گزر گئے۔ جس دن واپس پہنچی اکیلا
 سمن سا ہنی کا فون ملا۔

”ہاں کون بول رہا ہے؟“
 ”دیدی آپ آگئیں جیسے سمن ہوں۔“
 ”ادہ سمن، کھو گیا ہے؟“
 ”دیدی آپ کو معلوم ہوا؟“
 ”کیا؟“
 ”ادہ دیدی میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں۔ سمن
 سا ہنی کی آواز نہ سنی تھی۔“
 ”کیا ہو گیا ہے؟“
 ”ہماری حماقت ہمارے ہی گلے پر لگی۔“
 ”تم ہو گیا ہو؟“
 ”ہیں نے اور میں رات نے یہ کیا تھا کہ آپ کو سمر پڑ
 دیں گے۔“
 ”اچھا پھر؟“
 ”اورا چنانک ہی شادی کا کارڈ لے کر آپ کے پاس
 پہنچیں گے۔ فوراً نکل آیا تھا تمام تیار ہاں خاموشی سے
 کی گئی تھیں مگر ہم دونوں آپ کے پاس پہنچے تو آپ کہیں گئی
 ہوئی تھیں۔ سمن نے ایک تسلی سی لی۔
 ”شادی ہو گئی؟“ میں نے مشکور کر لیا تھا۔
 ”ہاں دیدی سمن رو دینے والی آواز میں بولی اور
 میں ہنس پڑی۔
 ”تو لگتی اس میں رونے کی کیا بات ہے؟“
 ”دیدی آپ۔ آپ میری شادی میں شریک نہیں تھیں
 آپ جس نے پورا دل لگا دیا تھا۔“
 ”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ میں اس پودے کو پران
 چڑھتا تو کچھ سمجھتی ہوں۔“
 ”ہم نے دوسرے سارے بروگرام منسوخ کر دیے تھے۔“
 ”دوسرے بروگرام؟“
 ”سب لوگ پارٹی کی فراہم کر رہے ہیں۔ میں نے
 سب بے کمر دیا کہ پارٹی دیدی کے آنے کے بعد ہوگی۔“

”ایک ہدایت دوں سمن؟“
 ”جی دیدی۔“
 ”مجھ سے لائق رہو، انہی اہمیت نہ دینے کو دوسرے
 لوگ کھوج میں پڑ جائیں۔“
 ”ادہ دیدی؟“
 ”ہاں اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ عام لوگوں کی
 طرح مجھے سلو اور ملتی رہو۔ اگر بہت زیادہ عقیدت اور یار
 کا اظہار کرو گی تو بہت سے لوگ سوچنے پر مجبور ہو جائیں
 گے اور ضروری ہے کہ کسی مسئلے پر لوگ سوچیں ہیں نہ پڑیں۔“
 ”میں سمجھ رہی ہوں دیدی۔“
 ”سمجھداری سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔“
 ”میں خیال رکھوں گی دیدی۔ دینے دیدی آپ کا جو
 مقام میرے دل میں ہے وہ تو ہے۔“
 ”دل کی باتیں دل تک نہ لینی چاہئیں۔“
 ”اگر دیدی۔ اب تو آپ کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔“
 ”فی الحال نہیں۔“
 ”میں پارٹی کا دن مختار کیسے یعنی ہوں۔“
 ”جیسی تمہاری مرضی۔ میں نے کہا اور کئی فون بند
 کر دیا۔ دینے دل ہی دل میں میں نے سوچا تھا کہ سمن سا ہنی
 کا کھیل اب ختم ہو جانا چاہیے۔ میرے پاس بھلا اتنا وقت
 کہاں ہے کہ دوست پالنی پھر دوں اور ایک کامیاب زندگی
 کا راز بھی یہی ہے کہ ضرورت کے لوگوں کو اپنے نزدیک رکھا
 جائے۔ اور ضروری لوگوں کو صرف شناساؤں کی حد تک
 سمن سا ہنی کے مسئلے میں، میں ان جذبات کا شکار نہ ہوئی
 تھی جن کا تعلق میری ذات میں پوشیدہ تھا۔ لیکن اس کے
 بعد جب سمن سا ہنی کا مسئلہ حل ہو گیا تھا تو اس کی ضرورت
 کہاں رہ جاتی تھی کہ وہ مجھ سے مسلسل اپنے جذبات عقیدت کا
 اظہار کرتی رہے، لیکن اب اس کے لیے یہ بھی ممکن نہیں
 تھا کہ میں اس سے بالکل ہی بے تعلقی ہو جاتی تھی۔
 ہے دو چار ملاقاتیں ہوں گی اس کے بعد سمن سا ہنی کو خودی
 یہ احساس ہو جائے گا کہ اب ان تلوں میں نیل نہیں ہے
 جہاں تک اس کی پارٹی کا تعلق تھا تو بہر طور اس میں
 تو شرکت کرنی ہی تھی۔ اس کے لیے کوئی ٹھکانا لینا بھی ضروری
 تھا کہ وہ سمن سا ہنی کے فخر سے بھی یہ بات نہ جانتے ہوں گے
 کہ اس کے کھیل میں میں نے جو کچھ خرچ کیا تھا وہ سو دو روڈ
 وصول کر لیا تھا۔ بے چارے کوئل بلراج نے مجھے بہت کچھ
 دیا تھا اور اس دینے کے نتیجے میں خود جیل کی بیر کر رہا تھا

اور کوئی اس کا پرسان حال نہیں تھا۔
 عرض کیا کہ اپنی مصروفیات میں، میں سن ساہی کے
 اس بیٹی فون کو بھی بھول گئی، لیکن جب وہ بل راج کے
 ساتھ میرے گھر آئی اور مجھے اس لغزب کا دعوت نامہ دیا
 تو مجھے وہ سب کچھ یاد آیا۔ سن ساہی نے مجھے بڑھ کر میرے
 پاؤں چھوئے تھے، بل راج کو کچھ معلوم تھا کہ اب میں معلوم
 تھا بات میں نہیں جانتی تھی اور وہ ہی مجھے اس کے جلنے
 کا کچھ بتا رہا تھا، تاہم سن ساہی کو میں نے سینے سے لگا لیا
 اور اس سے اس کی خیریت پوچھی، اس نے دعوت نامہ میرے
 حوالے کیا اور مجھ سے درخواست کی کہ ان کی خوشیوں میں ضرور
 شرکت کروں، ویسے بل راج اور سن ساہی کو کچھ کچھ ملنے
 کیوں مجھے اپنے وجود میں ایک نفسی کا سا احساس ہوا تھا۔
 اور میرے ہونٹ ہنس سے خشک ہو گئے تھے۔ یہ ریاس
 میرے سینے کے اندر کی، مجھے کسی ریاس کی یاد نہ رہی تھی
 نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ان کی اس لغزب میں ضرور شرکت
 کروں گی اور اس کے بعد وہ دونوں رخصت ہو گئے، لیکن
 میرا ریاسا وجود نہ پڑا، اب میں ایک عجیب سی بے کلی کا
 شکار ہو گئی تھی، اس سے پہلے ہی میں نے بہت سے ایسے
 جوڑے دیکھے تھے جو آپس میں الفت کرتے تھے اور پھر
 زندگی گزارتے تھے، لیکن اس سے پہلے کبھی دل میں پھر
 ہمدرد نہیں ہوا تھا۔ آج میں اپنے آپ کو مجھے میں ناکام
 سی رہی تھی۔
 رات ہو گئی بہت سے خیالات میرے دل میں آتے رہے
 مجھے بسز، برہانچی اور مجھے کب تک انہی خیالات میں
 گم رہی ہوں میں ایک شدید بلی ہوئی کا احساس ہو رہا تھا
 میں اپنی جگہ سے اٹھی اور غسل خانے میں داخل ہو گئی باغ
 روم میں تھکے ہوئے ہانی کا ٹکڑا کھول کر میں اس کے نیچے بیٹھ
 گئی اور مجھے کتنی دیر تک بیٹھی رہی۔ پانی میرے وجود
 پر سے پھسل رہا تھا لیکن اندر کی جان میں اب تک کوئی کمی
 واضح نہیں ہوئی تھی۔ میں غفلت لوگوں کے بارے میں
 سوچتی رہی اور سوچ کا دائرہ بالآخر ایک بار پھر جیون کمار
 پر مرکوز ہو گیا اور میں چونک پڑی، اس دوران میں
 نے جیون کمار کی کوئی خبر نہیں لی تھی، میں نے اسے پہلے
 کی تھی کہ وہ میری ملازمت اختیار کرے اور اس نے اس سلسلے
 میں اپنی خوشی کا بھی اظہار کیا تھا، لیکن اس کے بعد مجھے ہی فرصت
 نہ ملی کہ دوبارہ جیون کمار کے بارے میں کچھ معلومات حاصل
 کرنی اس تصور نے مجھے بڑی خندک بخشی تھی اور میں اپنے

ان قیمتی لحات کو یاد کرنے لگی جب جیون کمار میرے
 سامنے ہو گا۔
 یقیناً یقیناً مجھے یہ کام بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا، اتنا
 عرصہ گزر گیا اور ان شرمناکے ہوئے لیکن اس کے بعد
 سے ابھی تک مجھے ایسے حالات میں نہ آئے کہ میں اس سلسلے
 میں بھی اپنا کام کر سکتی، حالانکہ میری زندگی کا ایک جزو
 لازم تھا اب عموماً صحتی جاری تھی تو میرے شناساؤں نے
 میری اس بات کا یقین دلایا تھا کہ میں وہ شخصیت ہوں
 جن پر کبھی اثر انداز نہیں ہوتی، مگر شاید عموماً ایک ایک
 لمحہ انہیں دلچسپی بخشتا ہے۔ لیکن بہر طور ان میں سے بڑا
 افراد ایسے بھی تھے جو برج نہیں لوٹتے تھے بلکہ ضرورت انہیں
 یہ الفاظ کہنے پر مجبور کر دیتی تھی۔
 جیون کمار کا میرے ساتھ شامل ہونا بے حاضوری
 ہے اور پھر جب میں بسز، برہانچی اور مجھے کو میں نے فیصلہ کر لیا
 کہ کل کا دن اس کام کے لیے مخصوص کر دیا جائے گا میں جانتی
 تھی کہ جیون کمار رسک لال کے ہاں خوش نہیں ہے اور
 یہ بھی جانتی تھی کہ رسک لال کو جیون کمار کے بارے میں
 آجائے سے بخوبی بہت تشویش ضرور ہوگی۔
 بہر طور اس دوران ان لوگوں کی کوئی خبر نہیں لی تھی۔
 چنانچہ دوسرے دن بخیر کسی اطلاع کے میں رسک لال کے
 دفتر چلا پڑی۔ رسک لال اپنے دفتر میں موجود نہیں تھا، وہ
 فائو اسٹار ہوٹل منانے کے چکر میں اٹنا اٹھا ہوا تھا کہ
 دفتری اوقات میں دفتر نہیں پہنچ پاتا تھا۔ تاہم اس کے
 بارے میں معلومات حاصل ہو گئیں اور پھر جس شخص نے مجھے
 یہ معلومات فراہم کی تھیں اس سے میں نے جیون کمار کے بارے
 میں پوچھا۔
 اس شخص نے بتایا کہ جیون کمار تو کافی دن پہلے استعفی
 دے چکا ہے اب وہ جہاں سے یہ وہ نہیں جانتا اور میں
 اس شخص سے پوچھ کر جیون کمار کی اس کا مقصد ہے کہ جیون
 کمار نے میری ہدایت پر عمل کرنے کے بعد فوراً ہی استعفی
 پیش کر دیا تھا۔ اسے دے دے یہ تو بڑا ہوا وعدہ ہے چارہ
 بجائے کہ خیالات کا شکار ہوا ہو گا، تاہم میں اس دوران
 اس نے مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش بھی کی ہے اب میں
 اس سلسلے میں مجھے اپنے گھر سے معلومات حاصل ہو سکتی
 تھیں۔
 رسک لال کے ہاں سے واپسی پر میں دفتر پہنچ
 گئی اور پھر میں نے جیون کمار کے بارے میں کچھ جیون

کر کے معلوم کیا تو بتایا کہ جیون کمار نے ایک شخص دو
 یا تین بار آچکے ہیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی
 گئی، میں نے اپنی یادداشت کے خانوں میں جیون کمار
 کا بتانا شروع کیا اور اس کے بعد میں نے اپنے دفتر کی کاپی
 آؤٹی کو اس پتے پر روانہ کر دیا اور اس سے کہا کہ جیون کمار
 کو بلا کر لے آئے۔
 وہ شخص واپس آیا تو جیون کمار اس کے ساتھ تھا میں
 نے دفتری میں اسے خوش آمدید کہا تھا، شرمناک لگا یا سا جیون
 خوبصورت آدمی میرے سامنے بیٹھا تھا۔ میں نے فوراً ہی اس
 کے لیے درخواست و خبرہ بنا لی اور اس سے رسک لال کے
 بارے میں پوچھنے لگی۔
 ”وہ، دیوی جی میں نے استعفی دے دیا تھا اسی دن
 اور اس کے بعد آپ میرے دفتر آئے۔ میں نے وہ تین بار آپ
 کے ہاں چکر لگائے اور بتایا کہ آپ شہر سے باہر تھی ہوئی
 ہیں، چنانچہ میں خاموش بیٹھ گیا۔ میں نے سوچا کہ جب آپ
 تشویش لائیں گی تو یہ کام ہو جائے گا۔“
 ”دیوی جی۔ نہیں۔ میڈم صرف میڈم۔ میں نے اسے
 سرزنش کی۔
 ”سو میڈم۔“
 ”کیا نہیں اعتبار تھا جیون کمار کہ میں نے جو کچھ
 کہا ہے اس پر عمل کر دیں؟“
 ”ہاں میڈم، جیون کمار نے اٹھا لیجے میں کہنے لگا۔
 ”آپ۔ آپ کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ آپ کی کوئی
 ہوئی کسی بات کو غلط سمجھا جائے۔ میں مسکرا دی اور پھر
 میں نے کہا۔
 ”میں نے تم سے وعدہ بھی کیا تھا جیون کمار کہ میں
 بنیں ایک ماہ کی تنخواہ ایڈوائس دوں گی۔ میں اپنے
 تمام وعدوں کی پابندیوں، لیکن یہ بات تم ابھی طرح
 جانتے ہو کہ تم میرے ہاؤس میں سکرٹری ہو۔“
 ”جی میڈم۔“
 ”اور سنی شے کی ضرورت ہو تو مجھے بتاؤ۔“
 ”نہیں، اس نے جواب دیا، واپسی میں، میں
 اسے اپنے ساتھ اپنی کوٹھی میں لے آئی تھی۔
 جیون کمار کو اپنے ساتھ لا کر مجھے ایک عجیب سی
 غیب سی خوشی کا احساس ہو رہا تھا۔ میرے انک ایک
 میں مستی میں دوڑ رہی تھیں اور میں اپنی اس دیوانی کو
 کوئی نام نہیں دے سکتی تھی۔ اب مجھ سے زیادہ یہ بات

آپ لوگ جانتے ہیں کہ میری اس طلب میں کہاں تک
 ہوں پوچھ رہا ہے۔
 میں انسانی ضرورتوں کو اس معیار پر نہیں پرکھتی
 جس معیار پر انسان نے ان ضرورتوں کو تصور کر لیا ہے۔
 بلکہ میری پرکھ کوئی اور ہی شکل رکھتی تھی۔ اور اس میں کوئی
 جھوٹ نہیں ہے کہ میں نے اپنا وہ معیار طویل عرصے سے نظر
 رکھا، ہوا تھا ایک جوان اور خوبصورت انسان کی محبت
 میرے لیے باعث دلچسپی اور پرکشش تھی، لیکن اس سے
 زیادہ کوئی اور بات نہیں تھی۔ یہ شخص کی ایک حد قدرتی
 میرے ہاں۔ جیون کمار میری کوٹھی کی ایک ایک چیز کو
 بخور دیکھتا رہا اسے سمجھتا رہا، میں اسے سمجھتی رہی۔ سنی
 بار میرے اور اس کے درمیان فاصلہ اتنا کم ہو گیا کہ اس
 کا جسم میرے جسم سے چھو گیا لیکن میرے بدن میں کوئی لڑت
 نہیں ڈرتا۔ کوئی ایسی کیفیت نہیں طاری ہوئی تھی۔ میرے
 جذباتیت کا نام دیا جاسکتا۔ نہ ہی میں نے جیون کمار کو
 اس بات سے متاثر ہونے سے روک دیکھا۔ میں گھڑی تھی
 کہ اس وقت وہ پوری طرح وفاداری کے موذ میں ہے اور
 یقیناً اس کے ذہن میں اپنی ملازمت زیادہ بڑی چیز سمجھتی
 ہوگی۔
 انسانی مجبوریاں بعض اوقات اس سے اس کی نظر
 تک چھین لیتی ہیں، بہر طور جیون کمار کو میں نے رخصت
 کیا تو وہ بے حد خوش تھا، میں نے اسے اتنا کچھ دے دیا تھا
 کہ اسے اپنے شاندار مستقبل کی تصویر نظر آگئی ہوگی لیکن
 یہ تو میں ہی جانتی تھی کہ اس کا شاندار مستقبل کہاں ہے۔
 ”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جیون کمار کو
 اپنے پاس دیکھ کر میرے برابرے وجود کی خوشحالی بہت کم
 ہو گئی تھی جس نے مجھے اچانک ہی بے چین کر دیا تھا اور
 اس کے بعد میری کافی فوج جیون کمار کو مل گئی تھی میں نے
 اس کے پسینے سے لباس سولہ جو اس کے رنگ اور تہیم
 کی مناسبت سے بہت شاندار تھے اور ان لباسوں میں
 وہ دیکھت کوئی فخری شہزادہ ہی نظر آنے لگا۔
 میرے التفات اور میری ایک بات کو دیکھ کر جیون
 کمار کی جو حالت ہو گئی تھی وہ مجھے میرے لیے بہت دلچسپی
 کا باعث تھی وہ ہاگوں کی طرح سوچنا کہ وہ ایک پیر پڑی
 ہے یا کچھ اور۔ اور میرا ہی طریقہ کار تھا۔
 میں اپنی اتنی بھرپور توجہ اپنی مسکراہٹوں کو دیتی
 تھی کہ وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہو جاتے تھے اور اس کے بعد

ان کی غلط فہمی جو حسین حسین شعلیں بیٹل کرتی تھی وہی میری ان تمام کا وٹوں کا جواب ہوتا تھا۔
جبوں کا میرے سامنے شرمندہ شرمندہ سارہ تھا اور لگا میں انک انہیں اٹھانا تھا۔ مجھے ہر طور پر اس کی پر ساری اذیتیں بے حد پسند نہ رہی تھیں۔ اپنے پسندیدہ لباسوں میں اسے دیکھ کر میں دل ہی دل میں بہت خوش ہوجاتی تھی، لیکن بہان بھی میں اختلاف سے ایک قدم آگے نہیں بڑھتی تھی۔

جبوں کا رگڑا آہستہ آہستہ میں نے ہدایات و نائز فرج کر دی تھیں کہ اسے میرے لیے کیا کچھ کرنا ہے۔ چنانچہ وہ یہ سارے کام بے حد خوش اسلوبی سے سر انجام دے رہا تھا اور اب اس کے پاس میرے سارے برآمد گرام ہوتے تھے، لیکن اب اس کا مقصد یہ بھی نہیں ہے کہ وہ انجیل فورس کے بارے میں جان لیتا یا میرے کاروبار کے معاملات سے واقف ہوجاتا، جن کا تعلق صرف میری ذات سے تھا۔ بہانہ زیادہ سے زیادہ ان متعلق لوگوں سے جو اس سلسلے میں ناگزیر حیثیت رکھتے تھے، لیکن بیوقوف لوگ بھی عام لوگوں کی نگاہوں کے سامنے نہیں تھے۔ اس کے علاوہ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ میں جبوں کا رگڑا کے ساتھ کسی ذاتی لغزش کے لیے ملوث ہوں، ہر طور لوگوں کی بناؤں کا مجھے کبھی کوئی خیال نہیں رہا تھا۔ اس کے باوجود میں انہیں چاہتی تھی کہ لوگ جھلجھلی گفتگو کا موضوع بنا میں گفتگو کے ذریعے شمار و موضوع میری نگاہوں کے سامنے آئے، ایک نظر اٹھائی تو موضوعات، یہی موضوعات میرے سامنے چھڑھڑھتے تھے اور ہر ماؤنٹ کلب خاص طور سے ان موضوعات کے لیے شمار اندازہ کرتی تھی، جہاں ان لمحات میں میں پہنچتی تھی جب میرے پاس کافی فالتو وقت ہوتا تھا۔

رسمک لال سے بھی اس دوران ملاقات ہوئی تھی لیکن رسمک لال بے چارے کو بے بنائے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ جبوں کا رگڑا میرے پاس آگیا ہے۔ نہ ہی وہ اس کے لیے ایسی کوئی قابل ذکر شے تھا جس کا رسمک لال خود بھی کبھی کوئی غجز پر کرنا، فائدہ اٹھا کر موش بن رہا تھا اور اس سلسلے میں رسمک لال نے مجھ سے بہت سے مشورے لیے تھے نہ صرف مشورے لیے تھے، مگر اب وہ مجھے باقاعدہ رپورٹیں بھی پیش کرنا تھا کہ فائدہ اٹھا کر موش کی نیکیوں کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے۔ میں صلاح و مشورے دیتی رہتی تھی اسے اور میرے لیے بہت کچھ ایک منافع ہی منافع تھا، گوڑوں

کے مول خریدی ہوئی زمین پر جو کچھ مجھے منافع حاصل ہو رہا تھا اس کا مجھے بھرپور اندازہ تھا۔
عارضی طور پر کوئی ایسا مسئلہ بھی سامنے نہیں تھا جس کے لیے مجھے کچھ پریشانی ہوتی، کہ ان سٹگ بھی سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اور کوئی بھی انہیں چاہیے تھی جب تک کسی آدمی سے کوئی خاص کام نہ ملے اس وقت تک ملاوہ اس کے اور گرو جبرائیل کی ضرورت ہے۔ اور یہ میری صلاحیتیں تھیں کہ جب بھی کسی آدمی سے میرا کوئی کام ہوتا تھا مجھے اس تک پہنچنے میں کوئی وقت نہیں لگتی تھی۔

ہاں تو تذکرہ ہو رہا تھا، ہیرا ماؤنٹ کلب کا اب ضروری تو نہیں ہے کہ ساری کی ساری کہانی آپ بیٹی ہو کچھ جنگ بیٹیاں بھی ہوتی ہیں جو علم میں آجاتی ہیں اور اس طرح علم میں آتی ہیں کہ وہ آپ بیٹی ہی معلوم ہونے لگتی ہیں۔

مثلاً ہیرا ماؤنٹ کلب میں ایک نیا اضافہ ایک بہت ہی خوبصورت اور اصناف راج بنی کا تھا۔ راج بنی ہمارا راج کے نئے ہیرا ماؤنٹ کلب میں داخل ہوئے تھے عمر اوٹیس باجالیس کے لگ بھگ ہوئی تھی جسے حدیثوں چہرہ منانیت سے بھرپور آنکھیں گہری کالی، بال گہرے سیاہ اور برے خوبصورت انداز میں ترتیب دیئے ہوئے عمدہ اور اور نفیس نرائش کے لباس پہنتے تھے چنانچہ اس سے پہلے بنگلور میں رہتے تھے۔ کافی عرصہ قبل یہاں آگئے تھے اور اس کے بعد یہیں اپنی زندگی کا آغاز کر دیا ہے اور بہت ہی صاحب اختیار آدمی ہیں۔

سب سے زیادہ متاثر کن چیز راج بنی کی نرم اور بات داراؤں تھی، جب وہ نرم اور میٹھے لہجے میں کسی سے گفتگو کر رہا ہوتا تو مد مقابل کو خود اس میں ایک اپنائیت اور کشش کا احساس ہوتا تھا مجھ سے بھی ملاقات ہوئی اور راج بنی جی نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ میں نے مشکور لے ہوئے کہا۔

”کہا بات ہے راج بنی جی آجکل آپ نے ہیرا ماؤنٹ کلب لوٹ لیا ہے۔“

”نہیں دہلی جی۔ میں آپ کو صورت سے ڈاکو نظر آتا ہوں۔“

”ڈاکوؤں کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔ بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جو مال و متاع لوٹتے ہیں بعض لوگ

دل لوٹ لیتے ہیں اور بعض وہ ہوتے ہیں جو سب کی جبین لوٹ لیتے ہیں آپ آخری قسم کے ڈاکو ہیں۔“
”جنت تانے والے تو آپ لوگ ہیں جنہوں نے مجھ جیسے بے کار آدمی کو اتنا بڑا سامان دے دیا ہے اور اس کے لیے میرے پاس آپ کے بھرپور شکر کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔“
”راج بنی تم انہیں جانتے ہو؟ کلب کے ایک ممبر تھا۔“
”تھوڑا سا جان لیسا زیادہ جانتا چاہتا ہوں راج بنی نے اپنے مخصوص بیٹھے میں کہا۔

”یہ کوئلہ کمری جی ہیں، بس لوں کچھ لوگو کو شل کمری کہنے کے بعد باقی کہنے کو کچھ اور نہیں رہ جاتا یہ جو کچھ ہیں اس کا اندازہ نہیں آہستہ آہستہ ہو چکے گا۔“
”یہ جو کچھ ہیں اس کا اندازہ مجھے ہو چکا ہے اس سے آگے یہ جو کچھ ہیں اس سے مجھے کوئی فہم نہیں ہے راج بنی نے جواب دیا اور اس کے اس لہجے سے جواب دے تھے بہت لطف آتا تھا۔ ویسے راج بنی نے تھوڑے والی لگا ہوں سے ہیرا چارٹرہ لیا تھا اور میرے ہونٹوں پر ایک دلکش مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ میں ابھی یہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی کہ راج بنی کی یہ تھوڑے والی نگاہیں مجھ میں کیا متاثر رہی ہیں لیکن عموماً جو ہوتا تھا وہی ہر صورت تھا۔

البتہ کافی دن گزرنے کے بعد بھی راج بنی کی طرف سے کوئی ایسی تحریک نہ ہوئی اس کے نام کے ساتھ کوئی ایسا خیال و البتہ نہ ہوا جو مجھے یہ بات برسوتے ہوئے کر دینا کہ راج بنی جی دل پھینک بھی داتے ہوئے نہیں۔ حالانکہ دل پھینکنا لیکن ہیرا ماؤنٹ کلب کی تحفیں روایات میں شامل تھا یہاں دل پھینکنے والے بھی تھے لوگ یہیں ہوتے تھے اور دل لینے والے بھی۔

عموماً ہیرا ماؤنٹ کلب میں وہ کاروباری وہ نہیں مہین اور ان کی مسز آری کی تھیں جو دل پھینکے اور پیچھے میں عمر کا بیشتر حصہ ختم کر چکے ہوتے تھے اور اب جو کچھ کرتے تھے اس میں بڑی پختگی شامل ہوتی تھی۔

یہ تو جوان لڑکوں اور لڑکیوں کا کلب نہیں تھا۔ لیکن اس کا یہ مقصد بھی نہیں تھا کہ وہاں لڑکوں اور لڑکیوں اور لڑکیاں نہیں آتے تھے۔ البتہ ان کی کہانیاں ذرا خفیہ راہیں رہتی تھیں چونکہ ان کہاں کو پھلنے اور پھولنے کے مواقع کم انہیں یہاں ان بزرگوں کی موجودگی میں ممکن نہیں تھے۔

چنانچہ زیادہ تر اسکینڈل بیٹنیس سے چالیس یا بیٹنیس سال کی عمر کے لوگوں کے ہمارے تھے اور اس کے بعد بھی اگر کوئی اسکینڈل کا شکار ہو جائے تو اسے بہت ہی باہمت تصور کیا جاتا تھا۔

یوں ہیرا ماؤنٹ کلب کی ان روایات میں کافی پختگی پائی جاتی تھی، ہر طور پر چونکہ راج بنی کا بے اور میں مومنوع بھی اسے ہی ماننا چاہتی ہوں، اس لیے راج بنی کا خاص طور سے تذکرہ کر دلی۔

ویسے تو یہاں بے شمار ایسے کردار ہیں اور مجھے جن کا تذکرہ ایک ایک کر کے کرنا میرے لیے بے حد ضروری ہے۔ چونکہ ہر کردار اپنے اندر لاتعداد خصوصیات رکھتا ہے اور ان کرداروں کی کہانیاں ہی اتنی بن جاتی ہیں کہ آپ کو طویل عرصہ تک سنانی چاہیں گی۔

تذکرہ اس وقت راج بنی کا ہو رہا تھا جو بالکل غیر محسوس طریقے سے ہیرا ماؤنٹ کلب کے مخصوص فہرین میں نمایاں حیثیت حاصل کرنا چاہتا تھا، سارے کے سارے راج بنی، راج بنی کا گزرتے گزرتے بے شمار کیا عورتیں وہ ہر ایک کی آنکھوں کا تارہ بنتا چار رہا تھا بس میری آنکھوں کا تارہ وہ ابھی تک انہیں بن سکا تھا

عمران ڈاکو جسٹ کا تہلکہ خیز سلسلہ

مجہدی کے فٹ پاتھ سے اٹھنے والے طوفان
دائرہ کی داستان حیات
وہ طاقت کے بل پر زندہ رہنے کا ہنر جانتا تھا
غضب دھماکے والے ایک پرتیز سلسلہ
جس کو آپ مکمل پڑھنا چاہتے تھے لیجئے
آپ مکمل تین حصوں میں شائع ہو چکا ہے
محکمہ عمران ڈاکو جسٹ اردو بازار لکھی

اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ اس میں کیا ایسی خوبیاں ہیں۔
 چرن لعل جی، ولودکار ہری سنگھ، زربین گپتا، لوبا شمشادہ دھے دیکھو راج ہنسی کے نام کا گیت گارہا ہے اور خواتین میں بی بی شہناز ایسی خواتین تھیں جو راج ہنسی سے انہی لگانوت اور محبت سے گفتگو کرتی تھیں کہ مالا مال کا اس سے کوئی خاص ہی سلسلہ چل نکلا ہو۔
 لیکن راج ہنسی کے انداز میں ایک بڑی عجیب بات تھی کہ عموماً وہ خواتین کو بہن جی اور مصطفیٰ کو چھٹیابی کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ بے طرز خطاب بڑا عجیب تھا اور اس پر بعض اوقات تھے بھی بڑی پریشانی ہو جاتی تھی خاص طور سے پہلی پریشانی تھی اس دن لاتی ہوئی جب اس نے تھے بھی بہن کہہ کر مخاطب کیا۔ میں چونک کر اسے دیکھنے لگی تو راج ہنسی مسکراتا ہوا بولا۔
 ”بے شک یہ رشتہ بڑی محنت کے بعد جوڑا جاتا ہے ویلی جی۔ لیکن تجھے کیوں میرا سن چاہتا ہے کہ لوگ تھے سیدھا سچا اور صاف انسان سمجھیں۔“ میں نے اُسی لگائی تھی اسے راج ہنسی کو دیکھا اور بولی۔
 ”بچہ تھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن بہت ضرور ہوئی ہے۔“
 ”کیوں بہن جی جی؟“ راج ہنسی بولا۔
 ”وہ راج ہنسی ہم جس معاملے میں پردان پڑھ رہے ہیں اس میں یہ لفظ ذرا متروک سمجھا جاتا ہے۔ اور انسان کو خواہ اپنی پورے تین عجیب خصوصیات ہوتی ہے۔“
 ”میرا تجھ پر اس سے مختلف ہے بہن جی جی۔“
 ”کیا؟“
 ”میں سمجھتا ہوں کہ میں جیسے اس نام سے مخاطب کرتا ہوں اسے مجھ پر ایک اعتماد سا ہو جاتا ہے اور میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ لوگ مجھ پر اعتماد کریں۔“
 ”ہوں۔ اس اعتماد سے بہتیں کیا ملتا ہے راج ہنسی؟“
 ”یہ نہ پوچھیں ویلی جی۔ کیا ملتا ہے کیا نہیں ملتا یہ سو دے بازی تو اس دنیا کے ہر گھٹنے میں ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جب میں ایسی ہوتی ہوں، میں اگر کہیں سو دے بازی سے خالی رکھا جائے تو ان کی دشمنی قائم رہتی ہے۔“
 ”تمہاری بات بہت عمدہ ہے اور درحقیقت تمہارے ان الفاظ نے مجھے بہت متاثر کیا ہے راج ہنسی۔“

”کبھی راج ہنسی سے ان الفاظ کا حساب لے کر کبھی نہ بولا۔“
 ”میں سمجھی نہیں۔“
 ”کبھی مجھ کو ویلی جی۔ پس یوں سمجھ لیو کہ میں اپنا ہوں اسے کہتے ہوئے ڈر بھی لگ رہا ہے۔“
 ”نہیں نہیں کہو۔“
 ”مطلب ابھی تھا ویلی جی کبھی اپنے کسی اپنے کام میں مجھے مصروف کر دے جو آپ دوسروں سے نہ ہر پانی ہو۔ پھر میں آپ کو بتاؤں گا کہ راج ہنسی کیا چیز ہے اور اس نے بہن جی کے لفظ کو خالص نہیں کیا ہے۔“
 ”ہوں۔ بہت بڑی بات ابی ہے راج ہنسی۔ سوچ لو۔“
 ”اُسی تو ہے ویلی جی۔ نبھانے کی حیثیت بھی رکھتے ہیں، لیکن وہ دن کے تو اس کا انتظار کریں گے۔ راج ہنسی بہر طور ایک اتنا بڑا حلوہ کہہ سکتا تھا کہ اس پر غور کیا پڑا۔ لیکن یہ بات صرف ہیرا ماؤنٹ کلب تک ہی محدود رہی اس کے بعد کی دنیا بالکل اسی مختلف تھی میں ان تمام اجتماعات رشتوں کو تصور میں بھی نہیں لاتی تھی۔ میرے اپنے شب و روز کے مشاغل ذرا مختلف تھے اور ان دنوں تو ان مشاغل میں جیون کمار شامل تھا۔
 جیون کمار بڑی خوش اسلوبی سے اپنے مولانا پرانے دے رہا تھا ایک سحر بڑی کی حیثیت سے وہ قابلِ فخر مسکری تھا میرے ایک ایک لمحے کا حساب اس نے اپنے پاس محفوظ کر لیا تھا۔ اور مجھے بعض اوقات یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے بغیر میری زندگی اور میری محسوس ہوتی ہو۔ حالانکہ دوسرے سحر بڑی بھی تھے اور سب کے سب ہی اپنے فرائض پورے کرتے تھے، لیکن ان فرائض میں میرے ان ذاتی معمولات کا کوئی دخل نہیں تھا جن کی میں غیر محسوس انداز میں عادی تھی۔ لیکن یہ جیون کمار کی فطرت تھی کہ اس نے میرے ان لمحات کو بھی اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا تھا۔ میں کس شمر کے پڑے کس وقت پہنچنا چاہتی ہوں کس وقت کیا کرنا چاہتی ہوں، بعض معاملات تو ایسے تھے جو خود اس کے ہاتھوں سرانجام پالے تھے اور بعض ایسے تھے جنہیں وہ میرے مخصوص ملازموں کو ہدایات دے کر پورے کرتا تھا اور یہ نمایاں فرق میں نے بہت جلدی محسوس کر لیا تھا۔ اس کا کر دیکھنے نے میرے دل میں

جیون کمار کی قدر اور بڑھادی تھی، اس کی اپنی شخصیت جو کچھ تھی وہ تو تھی ہی، لیکن اس نے یہ ذمہ داریاں جو سنبھالی تھیں اس سے مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ میں یوں نہ ہو کہ جیون کمار میری زندگی میں ایسا کھسکے پھر کسے نکالنے نے حالانکہ میری متلون مزاج فطرت اس بات کی اہل نہیں تھی کہ کسی بھی شخصیت کو اس بہت طویل عرصے تک میں اپنے آپ سے جڑتا رہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں نے بھی محسوس کیا تھا کہ جیون کمار نے ابھی تک مجھے کسی ایسی بے لطفی کا اظہار نہیں کیا تھا جس کی بنیاد متروک تھی، حالانکہ اگر اس کے اندر کی تھی تو صرف وہی دور نہ باقی ساری کی اس نے پوری کر دی تھی۔
 اب مجھے ان لمحات کا انتظار تھا جب جیون کمار اپنی زندگی میں میری شخصیت کو محسوس کرے۔ مالک کی حیثیت سے تو وہ ہر طرح سے میرا وفا دار تھا لیکن ابھی تک اس نے مجھے وہ سب کچھ نہ دیا تھا جس کی میں خواہش مند تھی میں اس کی آنکھوں میں اپنے لیے پیاس تڑپتی دیکھنا چاہتی تھی اور یہ طلب میرے تمام تر تقصیرات پر حاوی ہوتی تھی۔
 جیون کمار جیسا خوبصورت آدمی اگر اپنے ہونٹوں پر نشانی لے اور آنکھوں میں محبت کا کشول لے میرے سامنے کھڑا ہو تو اس سے خوبصورت وقت میرے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا لیکن میں نے ابھی تک جیون کمار کی نگاہوں میں بے مائی تھی نہیں باقی تھی حالانکہ میرے اپنے ترکش کے تیرہ سترہ آہستہ نکلتا شروع ہو گئے تھے اور میں نے جیون کمار کو کافی موقع دیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال لے، لیکن اس کے بعد اسے جو مشقت کرنی رہے وہ اس کے لیے زیادہ شدید ہوئی۔ جیون کمار کا رنگ روپ کچھ اور کچھ گہرا تھا انسان کو فارغ البالی ملے اور خوشحالی ہو تو اس میں خواہ مخواہ زندگی پیدا ہونے لگتی ہے۔ پہلے اس کی فطرت میں ایک سنجیدگی اور بردباری تھی لیکن اب وہ اکثر ہنسنا بولنا لگا تھا ایسی ہی ایک دو بہن کی بات ہے۔ وہ بہن کا تذکرہ میں خاص طور سے کرتی ہوں یہ میرا تجربہ ہے آپ کو بھی اس تجربے سے روشناس کرا دوں۔ دن کے ہر حصے کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے صبح کو ذمہ دار بال سر ہر سوار ہوتی ہیں۔ پیچھا افراد ایسے ہیں جن کے ہاں وہ بہن نہیں ہوتی اور دن

کا یہ سب سے پرکشش اور روحانی حصہ دفنوں میں اور کاروبار میں سرگھماتے ہوئے گزر جاتا ہے۔ پھر وہ بہن صحتی ہے، شام ہو جاتی ہے اور اس کے بعد رات، صبح سے کے کردہ پہر تک کا جو حصہ ہونا ہے وہ تو معروفیات اور ذمہ داریوں کا حصہ ہونا ہے اس کے بعد جو وقت آتا ہے وہ آرام کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ اور وہ مابین اسی وقت میں ہوتی ہے۔ چونکہ وہ بہن دھننے کے بعد شام کا تصور شروع ہو جاتا ہے۔ شام کی معروفیات اور پھر رات بھی ہو جاتی ہے۔
 عام لوگوں کی نگاہوں میں رات زیادہ پرکشش ہوتی ہے لیکن میں اس سے اختلاف رکھتی ہوں کہ دن بھر کی محنت مزاج میں ایک اعتدال سا پیدا کر دیتی ہے اور پھر اعتدالی بائیں اُس وقت زیادہ پسند نہیں آتی۔ جبکہ وہ بہن کا یہ حصہ آتنا خاموشی اور سست ہونا ہے کہ دل میں خواہ مخواہ اُمتیں جگنے لگتی ہیں اور ایسے لمحات میں اگر کسی محبوب کا تصور ذہن میں آجائے تو بات ذرا مختلف ہو جاتی ہے اور پھر تصور سے ہٹ کر اگر حقیقتیں بھی سامنے ہوں تو نشروہ آئندہ ہو جاتا ہے۔
 تو بات اسی وہ بہن کی پوری تھی اور میں نے جو لباس پہنا تھا وہ اس سلسلے کی ابتدا کا لباس تھا جس کے پہنے میں نے جیون کمار کو بہترین خواہ اور بہترین مزاج پر حاصل کیا تھا۔ لباس پہننے کے بعد میں ہمسری پر دراز ہو گئی اور سوچنے لگی کہ جیون کمار خود ہی اندر داخل ہوتا ہے یا نہیں۔ لیکن وہ شخص دنیا کا کوئی کام خود کرنا نہیں جانتا تھا۔ چنانچہ میں نے ملازم کو بلائے کہ بے کھنچ جا دی۔ ملازم اندر داخل ہو گیا اور دفعتی سے تارک کمرے میں آئے ہی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔
 ”تمہاری بیٹی خراب ہو چکی ہے کیا؟“
 ”نہیں میٹم۔ وہ جی فرما ہے۔“ وہ جی بولکھلا کر بولا۔
 ”جیون کمار کو کچھ دوا۔“
 ”جی میٹم۔“ ملازم بولکھلا یا ہوا ہر نکل گیا اور میں جیون کمار کا انتظار کرنے لگی۔ مختصری دیر کے بعد جیون کمار اندر داخل ہو گیا۔ اس نے نوم کی مسابقت کے لحاظ سے لباس پہنا ہوا تھا جو کچھ میں نے اسے دیا تھا مجھے یہ دیکھ کر خوش ہوئی تھی کہ اسے اس کا صحیح استعمال آتا تھا اور وہ

لباس کے معاملے میں بڑا باسیلو تھا۔
 ”باسلو جیون۔“ میں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال
 کیا تھا۔

”ہیلو میڈم؟“

”مجھے کیا کر رہے تھے؟“

”کچھ نہیں کر رہی۔“

”مفتیس دو پہر کو سونے کی عادت تو نہیں ہے؟“ میں
 نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ میرا پہلا زادیہ شاید درست نہیں
 تھا کیونکہ جیون پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ نئے رخ کے
 بارے میں میرا خیال تھا کہ یہ کچھ دور ہے اس میں بہت
 کچھ تھا۔

”نہیں میڈم مجھے نزلت کو بھی جاننے کی عادت ہے؟“

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ رعاشقوں کی طرح عشق کرتے ہو کسی سے؟“

”ہاں میڈم۔“

”کون ہے وہ؟“

”میری؟“ انھیں ”میری بریشانیوں“ میرے مسائل

مرکب ہوئی ضرور ہیں، پھر نہ ہوں بھائیوں کے مستقبل کے

اندیشے ان سب کا اتنا سا تھکا رہا کہ ان سے عشق ہو گیا؟

”فصلوں آدمی ہو، اب بھی کوئی بریشانی ہے نہیں؟“

میں نے غم سے کہا ہے کہ سارے مسائل حل کرو، کچھ

سے مایوسی کی ایک بات بھی نہ کرو مجھے مایوسی کو گوں سے

لوتے ہے، میں تمہارا چہرہ مایوسی کی سرخسوں سے پاک دیکھنا

چاہتی ہوں، تمہارا رشتہ غاف چہرہ بے ملکن رہنا چاہیے، یاد

رکھنا اگر اس چہرے پر ٹھیکیں نمودار ہوئیں تو میں اسے قبول

نہیں کروں گی، میں انہیں اس شفاف چہرے کے لیے

الاؤنس دینے کو تیار ہوں۔“

”سوری میڈم، دیری سوری“ اس میں کوئی شک

نہیں ہے کہ آپ نے میری پیشانی کی روشن صاف کردی

ہے، آپ اطمینان رکھیں، میں اس چہرے کو روشن آلودہ نہ کرنے

دوں گا۔“

”اب بھی راتوں کو جاگتے ہو۔؟“ میں نے سوال کیا۔

”جی میڈم، جاگتا ہوں۔“

”کیوں؟“ آخر کیوں؟

”اس احساس کے ساتھ میڈم کہ یہ سب کچھ نہیں خواب

نہن جلنے، میں صبح کے دوسرے جاگتا رہتا ہوں کہ کہیں

میری آنکھ نہ کھل جائے اور یہ سب کچھ مجھے ہے جہنم نہ جائے۔
 آپ اسے انسانی کمزوری تصور فرما لیں، آپ سے جو کچھ
 ملا ہے میڈم وہ اتنا ہے کہ یقین کی حد سے گزر گیا ہے اور
 میں اب اس مل جانے سے خوف زدہ ہوں۔“

”ذہن سے دوسو سوں کو دور کر دو۔“ خواجہ خود میر

گھیرتا طاری کر رہے تھے، زندگی سے لطف اٹھا رہی تھیں

کمار۔ تمہارا نام تو جیون ہے اور پھر کامیابی ہو۔ اتنا پتلا

ہے تمہارا دل، یہ میں نے اپنے اس زاویے کو کچھ اور نکال

کرتے ہوئے کہا اور جیون کمار کے ہونٹوں پر ایک کھنکھاسی

مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ہاں میڈم آپ کو ہر شے کے گہ میں ایک کمار ملے گا،

لیکن ان ناموں پر غور کرتے ہوئے مجھے ہنسی آتی ہے میں

سوچتا ہوں کہ راجا کاروں نے اپنے دور میں جو برائیاں

کی ہیں، لوگوں نے ان سے خوب انتقام لیا ہے۔ اب غلوں

پر کھٹنے والے بھی کمار ہوتے ہیں اور انہیں کچھ کراہکاؤ

کا تصور ذہن میں آکر تباہ اور ہنسی آجاتی ہے۔“

”کیا ان جہلوں میں مایوسی نہیں ہے؟“

”سوری میڈم، دیری سوری۔ زمانہ انہی ہی تلخ

ہو گئی ہے کہ اس پر دوسرے مزے بے مزہ ہو گئے ہیں۔ میں

تھوڑا سا ادب رکھ سکتی، اور میں نے دونوں ہاتھوں اچھا چیز

انداز میں پھیلادے۔ اس دوران جیون کمار کھڑا ہی

رہا تھا۔ میں نے کہا۔

”تم لطف کی انتہائی حدود میں ہو۔ بیچو جاؤ،“

وہ بیچنے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے لگا تو میں

نے تھوڑا سا ہاتھ کھینچے ہوئے کہا۔

”نہیں بیچو جاؤ۔ میرا اشارہ مسہری کی طرف تھا اس

آنکھوں کے اندر سے کبھی تک میں نظر نہیں آتی تھی۔ آخر

وہ مجھے پریش ننگا ہوں سے یوں نہیں بچھ رہا ابھی تک

اس کی آنکھوں میں ہیں، کیوں نہیں جاگی۔ وہ میری

مسہری کی باتوں کی بیچتا گیا۔ میرے بدن کا لباس نے لباسی

کی ہر درایت کو توڑ دیا تھا اور سارے پردے ختم کیے ہوئے

تھے، لیکن کجتنے نے ایک بھی پہلو نہ لگا کچھ نہیں ڈالی

تھی۔ یاد آتی تھی تو مجھے اپنی آنکھوں تک نہیں پہنچنے دیا تھا۔

یہ آنکھوں سے دیکھا تھا تو ابھی تک ذہن کو کچھ ہرگز نہیں

کہا تھا۔ میں کسی قدر کفایت کی محسوس کرنے لگی، تاہم میں

نے خود کو سنبھال کر کہا۔

”جیون کمار تو کھ کس کی زندگی میں نہیں ہیں۔ کون
 ہے جو دکھوں سے خالی ہے، لیکن یہ بھی تو اچھا نہیں لگتا
 کہ ہر وقت دکھوں میں دوڑ رہا ہو مجھے دیکھا تم نے، دیکھو
 میں کس قدر تنہا ہوں، دولت کے انبار لگے ہوئے ہیں
 میرے پاس، لیکن اتنے غم میں کہ میں جان چکے ہوئے کہ
 مجھ سے کتنے رشتے وابستہ ہیں۔ میں رات کی تنہائیوں میں
 اپنی اس مسہری پر کدویش بدلتی رہتی ہوں اور سوچتی
 ہوں کہ اس دنیا میں سب کچھ ہونے کے باوجود میرے
 پاس محبت، نہیں ہے، میرے سینے کی طرف دیکھو جیون
 کمار، یہ نہیں بالکل خالی نظر آتے گا۔“

میں نے اپنے الفاظ کی تائید میں اپنا سینہ اس
 کے سامنے کر دیا اور جیون کمار کی نگاہیں مجھ پر آگئیں
 میرے چہرے پر ایک لمحے کے لیے خوشی نمودار ہوئی کیونکہ
 جیون کمار کی نگاہیں مجھ پر جمی رہی تھیں۔ میں ان
 آنکھوں میں کوئی احساس نہ دیکھتا تھا، لیکن
 میری نگاہ کی کمزوری بھی پھر وہ نابینا تھا، میں نے
 وہ سب کچھ اس کی آنکھوں میں نہ پایا، جو اس کے بعد
 ہونا چاہیے تھا۔

”میڈم آپ نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اس نے مجھے
 نئی زندگی بخشی ہے۔ کائنات میں اپنے خون کا آخری قطرہ
 بھی آپ کی خوشیوں کے لیے صرف کر سکتا۔“

”میں چاہتی ہوں کہ تم اب آرام سے راتوں کی نیند
 سو جاؤ، ہر احساس کو ذہن سے نکال دو، رات کو اگر کچھ
 پریشان کن خیالات نہیں گھیریں تو میرا تصور ذہن میں
 لے آنا مجھے بخور دیکھو۔“

”بہت بہت شکریہ میڈم، آپ کے ان الفاظ کو
 میں اپنے دل کی گہرائیوں میں محفوظ رکھوں گا، اس نے
 کہا اور میں نے دل ہی دل میں اسے ایک موتی کی گالی
 دی، کم بخت مجھے اپنی آنکھوں کی گہرائیوں میں تو سونے
 اس کے بعد دل کی گہرائیوں کی بات کرنا۔ تو سب کچھ
 دھڑکتی کے دے رہا ہے۔ بہت دن میں نے ہیرا انتظار
 کیا ہے، جیون کمار میرے سامنے بیٹھا رہا، لیکن میں اپنی
 تمام نزو کششوں میں ناکام رہی تھی، وہ مجھ سے زیادہ
 احترام کا حامی تھا، میں نے دل میں سوچا کہ شخص ان
 لوگوں میں سے ہے جو کسی کو اپنا دلوتا بنا لیتے ہیں اور دلوتا
 پر میلی نگاہ ڈالنا ان کے لیے ممکن نہیں ہوتا، پہلے مجھے اس

دلوتا کا رت توڑنا چاہیے گا اس کے بعد ہی شخص رام ہو سکتا
 ہے۔ اس کے دل سے یہ احساس نکالنا ہو گا کہ میں اس کی
 مالک ہوں۔“

”اکثر میرے بدن میں عجیب سی انہیں ہوتی ہے جیون

کمار اور میں اس دور سے تڑپتی رہتی ہوں۔“

”اوہ مانی گاؤ، آپ نے کسی ڈاکٹر سے رجوع کیا؟“

”کوئی ڈاکٹر میرے اس مرض کو نہیں پہچان سکا۔“

”میڈم کہاں کہاں درد ہوتا ہے؟ میں نے سوال

کیا، اور میں اسے اپنا درد دکھانے لگی، لیکن اس بے درد

کی آنکھوں میں کوئی درد نہ دکھرا۔ اس نے ہنسنے کہا۔

”بہت مضحکہ خیز بات ہے میڈم، لیکن ہمارے بچوں

میں ایک بہت بوڑھی خاتون رہتی ہیں، ان کا کہنا ہے کہ

بے شمار ایسی چیزیں ہیں، جو اکثر انہیں پہچان پاتے۔ وہ

ایسے مرض کی دوا خود دے دیا کرتی ہیں، اگر آپ کہیں نہیں

کسی دن انہیں لے آؤں۔“

”اتحاد اور فرسودہ باتیں ہیں، سب، دردوں کی

تو مختلف اقسام ہوتی ہیں، خیر چھوڑو، تم مطمئن رہو مجھے

خوشی ہوگی۔“

”آپ کے ان جنت بھرے الفاظ نے میڈم مجھے بخانے

کیا کچھ دے دیا ہے؟ وہ گردن جھکا کر لولا اور میرے دونوں

پر شہد یہی اس کا بھرا، میرے جیسے بیچھے اور آنکھوں

میں جلن ہونے لگی، اس کم بخت نے مجھے وہ نہ دیا تھا جس

کی مجھے طلب تھی اور اس سے پہلے کہ میرا پیمانہ نمبر بڑھ جائے

اور میں دوبارہ رنگا ہوا ہڑتار کراس کے بدن کی کھال

اوجھڑوں، اسے یہاں سے ہلانا چاہیے تھا۔ ابھی یہ

قابل معافی تھا، کیونکہ احترام کا جذبہ مجھے اس کی نگاہوں

میں دلوئی بنائے ہوئے تھا، تب میں نے خود کو سہو کر کہا۔

”جاؤ جیون کمار آرام کرو، جاؤ میرے یہ الفاظ

شاید اس کے لیے غیر متوقع تھے، کیونکہ کسانے کا مقصد ہی

اس کی نگاہوں میں واضح نہیں ہوا تھا، اب وہ گھبرا

کیا جانتا کہ اسے کسانے کا مقصد کیا تھا، ہر طور وہ چلا گیا اور

میں انہی مسہری پر تڑپتی رہی۔ میرے لیٹر کی جاؤ گزروں

سے گزر گئی۔ وہ گھٹن جس سے میں اس کا چہرہ پاؤں کھنا

چاہتی تھی، میرے لیٹر پر کچھ نہیں آ رہی اس کے بارے

میں بڑے غصیلے انداز میں سوچ رہی تھی، پھر وقت کے

گزرنے کے ساتھ ساتھ میری کیفیت اچھڑنے لگی۔“

اور میں نے آخری فیصلہ ہی کیا تھا کہ چونکہ کو کچھ اور
نے تکلف کروا کی۔ کم بخت اس کے بعد ہی راہ راست
پر اس کے کا خود ہی دیوتا بننے کی کوشش کر رہا ہے اچھا
گدھا ذلیل۔

چونکہ اس نے شام تک ذہن پر روکھ رکھا تھا،
رات کو درمک لعل جی آئے اور انہوں نے مجھے خوشخبری
سنائی کہ فرانسس کی اس کمپنی نے فوری طور پر غنڈہ کشن کے
کچھ معاملات سمجھال لیے ہیں اور وہ سامان بھی آگیا ہے
جو بیرونی ممالک سے منگوا گیا ہے ذہن پرست گہا رات
کو میں نے البتہ خواب آور گویاں کھا ہیں، آج پیرامادونٹ
کلب جلنے کو بھی جی نہ چاہا تھا۔ بدن واقعی ٹرنے لگا تھا
مجھے لگا ہوں کہ وہ گرنے کی عملی بھی جو میرے بدن کی سردی
کو کم کر کے اس سے درد نکال دیتی تھی۔ غرض یہ کہ دوسرا
دن میرے لیے بالکل پرسکون تھا، معمول کے مطابق دفتر
گئی۔ دفتر سے واپس آئی۔ چونکہ اس سے آج کے پروگرام
پوچھے اور اس کے بعد پیرامادونٹ کلب چل پڑی۔ میری
فطرت میں شامل نہیں تھا کہ اپنے کسی سرگرمی کو میں اپنے
ساتھ کلب لے جاؤں۔ یہاں اگر ذرا بات چیت جاتی تھی۔
میں ان لفظوں سے نا آشنا نہیں تھی جو لوگوں کی زبانوں
پر میرے لیے بھرتے تھے۔ میری بجز موجود ہیں۔ خاص
طور سے سرگرمیوں کے مسئلے پر بات کی جاتی تھی مجھے حسن
پرست سمجھا جاتا تھا اور اس بات پر جبروت کا اظہار کیا جاتا
تھا کہ اکثر میں سرگرمیوں پر ہی بیوں اکتفا کرتی ہوں اور
پیرامادونٹ کلب میں توڑے پڑے خوبصورت چہرے
آتے ہیں۔ ان کے پاس دولت کے انبار ہوتے ہیں، ان
کی آنکھوں میں زندگی کی چمک ہوتی ہے۔ ان کے وجود
میں دولت کی ترپ ہوتی ہے اور وہ اتنے بے ساختہ ہو
جاتے ہیں کہ ایک بار ان کی قربت حاصل کر کے دوبارہ
انہیں چھوڑنے کو دل نہ چاہے۔ لیکن اس کا جواب بھی
کچھ لفظوں نے دے دیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ میں جاہلیت
پسند ہوں، میرے اندر ایک مرد جاگ رہا ہے اور میں
عورت، ہو کر اپنے مرد کو اپنا مطیع دیکھنا چاہتی ہوں۔
میں اسی فطرت کی عورت ہوں کہ مرد کو مغلوب دیکھنا چاہتی
ہوں۔ پسند ہے اور سرگرمی ہی مغلوب ہو سکتے ہیں۔ بھلا وہ کون
میں جس وقت کہاں سے پیدا ہوئی۔

میں ان کی تمام باتیں خلعت زبانوں سے سن رہی تھی

اور مجھے اس بات پر کبھی غصہ نہیں آتا تھا بلکہ یہ جبر میرے
لیے باعث اطمینان تھی کہ میں بھی شکل میں ہی لوگوں کی
زبانوں کا موضوع ہوں اور وہ میرے پیچھے میرے بارے
میں باتیں کرتے ہیں۔ یہ بھی میری فطرت کی طلب کی ضمیمہ
تھی اور مجھے اپنے لیے کون کون سے پیچیدہ پہلو بری ذات
میں پوشیدہ ہو گئے، جنہیں بعض اوقات میں خود بھی سمجھ
نہیں پاتی تھی، زندگی کے معمولات میں کتنی ہی تبدیلیاں
پیدا کرو معمولات جو کہ لڑ رہے ہیں، یہ صرف اپنے
اندرونی آئینہ ہو رہی ہے کہ یہ تبدیلیاں مرہ وے جاتیں
ورنہ زیادہ سے زیادہ آپ کیا کر سکتے ہیں۔ دن اور رات
تو تبدیل نہیں کیے جاسکتے اور دن اور رات کی طلب
یکساں ہی ہوتی ہے، لیکن زندگی اس انداز میں پروگرام
جائے تو پھر کیا کیا جائے، کوئی بھی شے ایسی نہیں جو کسی
مناہاں تبدیلی کا احساس دلا دے خواہ چاند پر کیوں نہ
ہو۔ چناؤ چناؤ انسان کی فطرت میں صبر کا مادہ بھی پیدا
کیا گیا کہ جبر پر محسوس کرنے کے بعد بالآخر وہاں تک نہ
جائے جہاں تک پہنچ ہو۔

پیرامادونٹ کلب کی تقریبات بھی جاری تھیں
کاروبار بھی ہو رہے تھے اور اس دوران کوئی ایسی تبدیلی
روعا نہیں ہوئی تھی جو خاص طور سے قابل ذکر ہو کلب
میں لوگ آتے جاتے رہتے تھے نئے قبر لٹے تھے، ان سے
شنا سناٹیاں ہوتی تھیں اور وہی ساری کہانیاں بار بار
دہرائی جاتی تھیں اور انہیں نے بن کا نام دے دیا
جاتا تھا، مختلف فطرت اور مختلف مزاج کے لوگ
شامل ہوتے رہتے تھے، پرانے مہر لے جاتے ہیں، ان
کے اپنے معاملات ہوتے ہیں کسی نے کہیں اور دنیا بسلی
کوئی مہسی طویل دور سے رہ گیا تو وہ اپنی کا فیصلہ ہی ترک
کر دیا۔ لیکن کسی کو کسی کے آتے یا جانے سے کوئی فرق
نہیں پڑتا تھا اسب کے سب اپنے حال میں مست۔
سب اپنی اپنی دھن میں دوڑتے۔ راج بنی البتہ جبروت
انچیز طور پر کلب میں مقبولیت حاصل کرنا جا رہا تھا،
وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ کہاں سے کہاں تک ہے، بھلا
کسی کو یہ جاننے کی کیا ضرورت جب تک اس کی ذات
کا کوئی خاص پہلو اس سلسلے میں متاثر نہ ہو جائے لیکن
راج بنی کی مقبولیت کو میں نے بھی گہری نگاہوں سے
دیکھا تھا جسے دیکھو راج بنی کا طلب گار تھے دیکھو اس کی

قربت کا خواہش مند آخر ایسی کون سی خوبی ہے اس میں
اس سلسلے میں اگر کسی سے متاثرہ خیال کیا جاتا تو ہر شخص
اپنے اپنے مزاج کے مطابق ہنسرے کہ متاثرہ خود کسی کو آزار
اس کی فطرت کا بجز ہرگز زیادہ موزوں اور قابل اعتماد
ہوتا ہے۔ لیکن راج بنی میرے لیے کسی ایسی اہمیت کا
حامل نہیں بن سکا تھا۔ میری طوبہ براس سے ملاقات
ہوئی۔ جب بھی ملتا پڑے خلوص اور بڑی محنت سے گفتگو
کرنا تھا۔ ایک دن اس نے کہا۔

”کوئی کماری جی آپ پیرامادونٹ کلب میں ہر گز
کے بچ ایک آفاقی کردار تھی ہیں، اور لوگ آپ کے
بارے میں بڑے سحر زدہ انداز میں گفتگو کرتے ہیں، مجھے
تحقیقوں کے تجربے کا شوق ہے اور میں بہت دلوں
سے آپ کا تجربہ کر رہا ہوں۔“

”خوب کیا اندازہ لگایا آپ نے میرے بارے میں
راج بنی۔ میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”اچھا، تک پچھ نہیں دلی جی۔ دراصل میں جاوگر
نہیں ہوں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے کسی کا اندر پڑھ لوں،
”کیا فائدہ راج بنی کسی کے اندر پڑھنے سے
خواجہ گرا بیٹوں میں آنکھیں ڈالنا پڑتی ہیں۔“

”دریغ تو انسانی زندگی کا ایک حصہ ہے۔“
”مجھ پر بیرونی راج راج بنی۔ تمہارے حق میں یہی ہے؟“
ہو گیا۔

”ارے اے کوئی ناراضگی کی بات تو نہیں ہے۔“
”بالکل نہیں بالکل نہیں میں نے تو بس ایسے ہی
تم سے یہ بات کہہ دی کہ تم مجھ پر وقت ضائع مت کرو۔“
بنی ایک عجیب سی ہنسی کے ساتھ خاموش ہو گیا تھا پھر
بات آئی تھی ہوئی راج بنی مجھے معلوم ہوا کہ راج بنی کے
ہاتھ تو بہت لمبے ہیں اور لوگوں کی اس میں دیکھنی کی وجہ
نہی اہمیت کی حامل ہے تقریباً تمام ہی اعلیٰ حکام سے ان
کے تعلقات ہیں۔ مشیر صاحب سے کھ بٹوئم کی ملاقاتیں
ہیں کسی کا کوئی کام نہیں جانتے اور وہ راج بنی کا سہارا
حاصل کرے تو میں یہ لکھو کر کیا جاسکتا تھا کہ اب کام بن
جائے گا راج بنی کی شخصیت کا یہ پہلو البتہ مجھے پسند نہیں
آتا تھا کیونکہ اس کا تعلق براہ راست میری ذات سے تھا
میں تو خود بھی اس میں دیکھنی یعنی فنی کہ لوگوں کے مسئلے
حل کروں اور اس کے لیے میں نے بڑی محنت کی تھی۔

گویا راج بنی اس طرح میرے مقابلے پر آ رہا تھا لیکن میں
کے ذرا لگے کہ نہیں ہیں وہ چھبے لوہیں کا وہی نہیں
ہے۔ تجربہ میں اس کا اظہار کر کے اپنی ہنسی نہیں اڑوانا
چاہتی تھی۔ لیکن راج بنی کے دل میں میرے لیے بغیر
نئی کھینچ پیدا ہوئی۔ لیکن پھر سچ اتنی شدید نہیں تھی
میں انجیل فرس کو اس کا وہ برکاد بنی۔ چھوٹی سی بات
ہے اور کسی نہ کسی دن خود خود سانسے آجائے گی۔

اور پھر بہت سانسے آئی گئی۔ مثلاً یہ کہ راج بنی
بے حد بے باک آدمی ہے وہ ہوم سنڈرنگ ہی نہیں بلکہ
ہر سنڈرنگ رسائی رکھتا ہے اور سب سے بڑی خوبی اس
میں یہ ہے کہ ہر شخص سے ہر بات لے چھک کہہ دیتا ہے
اور یہی وجہ ہے کہ اس کے ذریعے بہت سے کام کامیابی سے
ہو جاتے ہیں اور ایسے کام جن کے بارے میں دوسرے
لوگ سوچتے ہی راز ہیں وہ چھپی بجائے میں کام کر دیتا ہے
یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کاموں کے سلسلے میں معاوضے بھی
دیتا ہے لیکن معاوضے ایسے نہیں ہوتے کہ کسی کو کوئی
جائیں بڑے بڑے کاموں میں لاکھوں اور کروڑوں کے
معاملات ہوتے ہیں اور اگر لاکھوں میں ہزاروں اور
کروڑوں میں لاکھوں کی رشوت سے کام ہو جائے تو بھلا کسی
کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

پیرامادونٹ کلب میں فینسی ڈریس شو تھا اور اس
کا ناؤ سنڈل پیسے کی کر دیا گیا تھا ہر ایک کو اجازت تھی
کہ وہ اس ڈریس شو میں حصہ لے اور وہاں لوگوں نے اس سلسلے
میں آمد کی کا اظہار کیا میں تو صرف دیکھنے والوں میں
سے تھی۔ مگر بچوں کے پینل میں یہ انام بھی لکھ لیا گیا تھا اور
میں نے اس دلچسپ پروگرام سے اختلاف نہیں کیا تھا
کلب کے نئے اور پرانے ہر طرح طرح کے روپ
دھار کر آئے ان میں ان کی شخصیت لے نیک نمایاں تھی
اعلیٰ سے اعلیٰ اور جیتی سے جیتی لباسوں کا اظہار کیا گیا تھا
کلب میں بیشتر قہر لیے بھی تھے جو میان بیوی ہو کر بھی
یہاں آتے تھے اور اپنے اپنے مشاغل میں مصروف رہتے تھے
کسی کو کسی کے معاملے میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں
تھی۔ حالانکہ ان میں بہت سے ایسے بھی تھے جن کے اپنے
بیویوں سے تعلقات بہتر نہیں تھے تاہم اس کا اظہار بھی
کم از کم کلب جیسی جگہ پر نہیں کیا جاتا۔

تو اب مثلاً بھی طریقہ باہم کے ساتھ بہت خوبصورت

لوا بی لباس میں آئے تھے اور بلا شہر چر رہے تھے، حالانکہ ان کے چہرے پر بڑی چمک کے گہرے دانے تھے اور رنگ بھی بہت زیادہ صاف نہیں تھا، جبکہ دلربا بیگم بلاشبہ بغیر دور کا شاہکار نکلیں اور اس وقت غلیظ لباس پہن رہی تھیں بہت ہی حسین رنگ رہی نکلیں کلب میں آئے والے جوڑوں کا انتخاب کرنا تھا، اور اس میں پہلے جوڑے کو نمایاں انعام ملنا تھا، لیکن یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ جوڑے کی حیثیت سے کس کا انتخاب کیا جائے۔ تو اب منشاد جوڑے سے کارخانوں کے مالک تھے اور ان کے بعض کارخانوں میں چار چار اور پانچ پانچ ہزار آدمی کام کرتے تھے، اس وقت اپنی لڑائی شان کا اظہار کر رہے تھے ان کے ہاتھوں میں سونے کی چوڑی تھی اور بہترین قسم کی زینت کی ڈیر وانی پہنے ہوئے تھے، سلیم شاہی جوئے چوڑی دار پاجامہ، لیکن چمک زدہ چہرے کو کیا کرتے، جس نے ساری لڑائی خاک میں ملا دی تھی، البتہ دلربا بیگم کو بغیر جس کا شاہکار قرار دیا جاسکتا تھا، لیکن جوڑے کی حیثیت سے یہ انعام دینا ذرا مشکل ہو رہا تھا کہ اس دوران ہری سنگھ آگیا۔

بہت دن سے غائب تھا پتا نہیں کہاں چلا گیا تھا لیکن وہ آیا تو اس کے ساتھ چھ رنگاں بھی تھا، ایک سائلی سلونی جن کی مورت اتنے دیکھو تو دیکھتے ہی وہ جاؤ۔ ایسے تھکے ایسے کیسے نقوش لگے آنکھوں میں تھک کر رہ جائے۔ بڑی بڑی حسین آنکھیں جن میں رنگاں کی تمام جاوڑی فوٹس پوشیدہ تھیں، مراچی دار گردن اور تھوڑے بڑے ہاتھ ہوا جوڑا جسے کھول دو تو مال شاید زمین پر آ رہیں، چھینیس، پابلیس، اڑتیں کا مناسب جوڑہ ہوں میں بیجان پیدا کر دیے گا باعث تھا اور پھر اس پر چبھی ہوئی رنگاں کی طرز کی حسین ساڑھی، منھے سے جھکلائے زور ہری سنگھ اس فنکار عالم کے ساتھ اندر گیا داخل ہوا، رنگہ کا مرکز نہ گیا۔ وہ خود بھی لمبا جوڑا اور اپنی شخصیت کا آدھی تھا، لیکن اس سے پہلے اس کو اس جن رنگاں کے ساتھ نہیں دیکھا گیا تھا، چنانچہ اس سلسلے میں اس سے استفسار کیا جانے لگا اور ہری سنگھ نے اس کا تعارف اپنی دھرم بیٹی کی حیثیت سے کر لیا۔

”پرکشش ہے میری دھرم بیٹی، ہری سنگھ نے کہا اور چاروں طرف ناہائیاں کوچ اٹھیں، حالانکہ اس تعارف پر ترائیوں کا کوئی مقصد نہیں تھا۔ لیکن ہری سنگھ یہ بھی

”اوہ خوب“

”بھوکا کی سوگند آپ نے جیسے میرے من کی بات پڑھ کر مجھ پر ہری انٹ دی، یہی تو وہی آپ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔“

”آپ کافی تیز ہیں راج بنی جی۔“

”میں نے آپ پر بہت سوچا ہے دہوی جی آپ کے من میں ضرور کوئی گڑھ ہے میں اس گڑھ کو کھولنا چاہتا ہوں۔“

”لیدی گڑھ؟“

”آپ تنہا کیوں ہیں، مجھے مانتے کھنڈہ کا قہقہہ نہ سنا نہیں آغا کا وجود حوض سے مگر من کی سچائیاں انسان فطرت کے اصولوں کو ختم نہیں کر سکتی ایک گڑھ کھل جائے تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔“

”چھوڑو ایہ باتوں کو بنی جی، میں نے ایک بات بھی تو آپ نے مجھے ہی نشانہ بنا لیا۔“

”برسات نہیں ہے دہوی جی آپ بہرے بارے میں ابھی طرح جانتی نہیں، شخص کے لیے دل دکھتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ سب مشکل حل کر دوں۔ آپ کے بارے میں ایک بھائی کی طرح سوچتا ہوں، آخر یہوں کا بھائیو پر کچھ فرض تو ہوتا ہے۔ راج بنی نے اپنی پوزیشن فوراً ہی صاف کر لی اور میں نے کچھ رنگاڑوں سے اسے دیکھا۔“

”تو آپ میرے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں؟“

”ہاں۔“

”لیکن کیوں؟“

”بس اگر آپ اس کا حق دیں مجھے تو میں آپ کے مستقبل کے لیے کوئی اچھی بات سوچوں۔“

”ابھی آپ ایسا نہ کریں اگر کبھی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ سے ضرور کہہ دوں گی۔ میں نے راج بنی کی بات کو کچھ غیب سے انداز میں سوچا۔ ویسے اس میں کوئی شکی نہیں کہ یہ شخص حرف کا پتا ہوتا تھا اور اس کے بارے میں جو شہرت سنی جا رہی تھی وہ غلط نہیں تھی بعد میں بھی بہت سے ایسے واقعات میرے علم میں آئے جن میں راج بنی کا ہاتھ شامل تھا، اس نے اپنے بارے میں کسی کو بھلا بھی نہیں بلکہ دی تھی کہ خود کہا ہے، بڑی خوبی کی بات یہ تھی کہ وہ ہر جگہ ہر عرصے ہی رہتا تھا اور بھی اس کا بہانہ کوئی لائق کسی سے نہیں سنا گیا تھا ہری سنگھ کی شکوکا دہی کلب کی روٹی بن گئی اور بہت سے ہونٹوں پر ان کے لیے دہی آئیں ابھر نے نکلیں میں نے آپ بنی

کے ساتھ ساتھ جگ بیٹھی بھی کی تھی اور میں آپ کو جگ بیٹھی ہی ساری رہی ہوں، اس وقت اس میں آپ بیٹی کی کچھ جھلک بادل مل جائیں تو میرا کوئی قصور نہیں ہوگا اگرچہ بہر طور میں بھی اس داستان کے راوی کی حیثیت سے آپ کے سامنے ہوں۔ بات دہو کہہ کر کی راوی تھی یا شاید ابھی دہو کی۔ وہ بات مفروضہ نہیں کی تھی میں نے۔ وہ کلب کا ایک نوجوان مہم تھا ایک کرور تھی باپ کا بیٹا جسے اس کا باپ بیدار کر کے بھول گیا تھا البتہ اس کا رنگ بلیش اتنا تھا کہ اسے باپ کے سہارے کی ضرورت نہیں تھی اب یہ بلیش بلیش اس نے مجھے کس طرح بنایا یہ وہ جانے اور بھوکا جانے لیکن کچھ دلوں کو یہ گھبراہٹ اس نے لگا رکھا۔ اور اس اداسی کا آثار نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ اس دن ہم اماؤنٹ کلب میں عیسائی اتفاقاً طور پر ہری اس کی میز کے پاس پہنچ گئی، بہت سے مہر حاضر تھے بہت سے مہر حاضر تھے، دہو نے مجھ سے اپنی میز پر بیٹھنے کی فرمائش کی اور میں اس کے پاس بیٹھ گئی، میرے اس سے اچھے خاصے تعلقات تھے، دہو کے سامنے اس کا کچھ بھی ہوئی تھی، اس نے میرے لیے شہری منگوائی اور میں شہری کی چسکیاں لینے لگی۔

”کہو دہو کہی کروری ہے کچھ دلوں میں ہیں تمہیں اداس دیکھ رہی ہوں، دہو نے جلتی ہوئی نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا اور پھر آنسو سے بولا۔

”رہنے دیجیے کہاری جی میری پوزیشن ان دلوں ویسے ہی کافی خراب ہے زبان سے کچھ لٹا سدا کھل گیا تو خواہ وہ بات کا بنگلہ بن جائے گا۔“

”ارے ارے۔ مجھ پر ہر دوسرے نہیں کرتے دہو کے آدمی ہونے، پھر دہو کی کا اظہار کرنے کی کیا ضرورت ہے، میں نے دہو کی کرتے ہوئے کہا اور دہو کے صبر کا پیمانہ نہ بڑھو گیا اس کے حلق سے ایک سسکی سی نکل گئی اس نے آہستہ سے کہا۔

”میں نہیں کہہ سکتا کہ میرا کیا ہے گا کوشل جی۔“

”بات کیا ہے کیا تم نے بات بھول گئے کہ بہت سوں کی مشکل مجھ سے حل ہو جاتی ہے آخر تمہیں تکلیف کیا ہے پناہ جی نے جیب خرچ بند کر دیا ہے کیا؟“

”میرے پاس خود ہی اس ساتھ لاکھ دو پینچ لکھ ہیں ہے اور اس خرچ کرنے کے لیے میرے ذہن میں کوئی بھی ترکب نہیں ہے۔“

”نہیں کیا بات ہے آخر“
 ”اپنے ملک ہی رکھیں گی ہو شل کماری جی“
 ”اگر ہم وہ نہ ہو تو جو جانے دو کوئی بات نہیں ہے“
 ”نہیں۔ نہیں دل کی بات کسی سے تو کہنا چاہتا ہوں
 دل میں آئے ہر گز نہیں میرے کسی ہمسے سے تو کہنا ہی
 ہو گا اور آپ آپ تو بہت اچھی ہیں کوئل کماری جی میں
 جس دن مستحق طلب میں آئی ہے با گل ہو گیا ہوں اس
 کے لیے دیوی جی کیا اکاش سے اتنی ہوں اہم نہیں اس
 سے زیادہ حسین ہو سکتی ہیں اس کے وجود کی ایک ایک
 جنبش مجھے بال کر دیتی ہے لیکن لیکن“ وہ خاموش ہو گیا
 اور میں نے نہج سے کہا۔
 ”وہ رہی سنگھ کی بیٹی ہے“
 ”اگر اتنا ہی ہوتا تو دیوی جی شاید میں بھی اپنے
 آپ کو سمجھ لیتا مگر ایسا نہیں ہے“
 ”کیا مطلب؟“ میں نے نہج سے کہا۔
 ”ہر ہی سنگھ کو آپ نہیں جانیں وہ بہت شہاد آؤں
 ہے لیکن ذہین ہے۔ اس نے جو کچھ کیا ہے اپنا مستقبل
 بنانے کے لیے کیا ہے اور وہ بہت بڑا دل رکھتا ہے کہ
 یہ سب کچھ بھی کر لیتا ہے۔ میں نے دو نو کے کلاس میں
 اس کاچ انڈیل دی اور اس کو اس میں پانی نہ ملائے دیا وہ
 نے اس کاچ سینے میں اتاری اور پیچ لٹنے پر گرا ہوا
 کہنے لگا۔
 ”ہر سنگھ مطلب برست ہے اور برست سے فائدہ بھی
 اٹھانا چاہتا ہے آپ تو شاید اس کے بارے میں زیادہ نہ
 جانتی ہوں لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں اور یہ کینٹ
 راج ہنسی پچاس ہزار روپے دیے تھے میں نے اسے پورے
 پچاس ہزار اس نے مجھے وہ رقم واپس کر دی ہے“
 ”تم شاید ہرکدہ رہے ہو ورنہ کماری میں نے گھبر
 سے کہا۔
 ”ہرگز نہیں دیوی جی، بھلا یہ پانی مجھے کیا ہرکدہ سے
 گامیرے دل میں تو شعلے ہی شعلے ہیں۔ راج ہنسی نے
 مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ شمشاد کو میری طرف مائل کرے
 گا اور ایسا ہوا ابھی تھا وہ معصوم فاختہ میرے پاس آگئی
 تھی، میرے سامنے اس نے دو بار گیارہ میں بیٹھ گیا ہے
 ڈنر کے لیے وہ معذرت کر لیتی ہے کیونکہ اس وقت ہر
 سنگھ اس کے ساتھ ہوتا ہے“
 ”کیا۔؟“

”ہاں دیوی جی راج ہنسی نے میری یہ شکل حل کی
 تھی مگر بہت ہی کیفیت انسان ہے وہ ایسا بتاتا ہے جیسے
 دلوں کو میرے پاس ہزار روپے واپس کر دیے ہیں
 اس نے؟“
 ”کیوں۔ آخر کیوں۔؟“
 ”اس لیے کہ لوگ شمشاد نے اسے دو لاکھ روپے
 دے دیے ہیں“
 ”ہاں۔ اور لوگ شمشاد یہ دو لاکھ روپے اسے دے
 سکتا ہے بات دو لاکھ روپے کی نہیں ہے دیوی جی میں
 اسے پانچ لاکھ روپے بھی دے سکتا ہوں لیکن اب جو کل
 میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے راج ہنسی نے مجھ سے دو لاکھ
 روپے ہی مانگے تھے اور پچاس ہزار روپے ہر بات طے
 ہو گئی تھی“
 ”کچھ اور تفصیل۔ کچھ اور تفصیل میری جان“ کلاس اٹھا
 اپنا میں نے دو نو کے کلاس میں تھوڑی سی اس کاچ
 اور انڈیل دی اور اس نے بلا تعرض اسے بھی حلق میں
 اُنک لیا پھر بولا۔
 ”لوگ شمشاد نے ہر ہی سنگھ کو بنگلور میں ایک کالج
 تعمیر کرنے کا ٹھیکہ دیا ہے اور ہر سنگھ دو چار دن کے
 اندر اندر بنگلور میں اپنا کالج چلنے چلا رہا ہے۔ اب آپ
 سمجھیں دیوی جی لوگ شمشاد کو اس کا پاس بن گیا نا بھلا
 ہر ہی سنگھ اس لاکھوں کے فائدے کو کیسے ٹھکر سکتا ہے
 اور ظاہر ہے کسی نئی جگہ وہ شمشاد کو نہیں لے جا سکتا شمشاد
 ویسے بھی آج کل لوگ شمشاد کے ساتھ دیکھی جاتی ہے اور
 لوگ شمشاد خود ہر پھول لائیں سارا آپ نے خود بھی دیکھا
 ہو گا کہ ہر ہی سنگھ جب آتا ہے تو لوگ شمشاد ہی کی زیر
 ہر پوچھتا ہے مگر دیوی جی ایک بات آپ بھی ذہن نشین
 کر لیجئے کہ میرا نام و لوگو کا ہے ایسا انتقام لوں گا لوگ شمشاد
 سے کہ زندگی بھر یاد رکھے گا، میں سچ ادا دلاؤں دو نو کے
 کو کبھی رہی تھی راج ہنسی کے الفاظ یاد آ رہے تھے جو اس
 نے مجھ سے کہے تھے وہ میرے ذہن کی گرہ بھونچا جاتا
 تھا اور مجھے ایک بھائی کی حیثیت سے اچھا مستقبل دینے
 کا خواہاں تھا۔ یہ مستقبل یقیناً ہی کل میں نہیں ہو جو
 ہو گا اور راج ہنسی اس سے سووے بازی کر رہا ہو گا تو یہ
 نظار راج ہنسی کی خوشحالی کا راز بلاشبہ یہ شخص بہت بڑا دال
 تھا۔ اور یہ اس کی خوبی تھی کہ وہ ہر شخص تک رسائی حاصل

کر لیتا تھا زمان کا کاروبار کرتا تھا وہ اور اس کی جڑ نہائی
 اسے ہر جگہ ممتاز کر دیتی تھی پھر حکم کے افسر اعلیٰ کے پاس پہنچ
 جاتا تھا اور اہل کام ہاں لیتا تھا اس کے لیے بہت سے کام
 لگانے کے بعد اور دولت مندوں کی دنیا میں یہ سب کچھ
 اجنبی نہیں ہے، تمام دولت مندوں کی بات نہیں کرتی
 لیکن دولت کے پھیل نہا رہے ہوتے ہیں یہ نہ ہو تو عذاب
 بن جاتی ہے اور ہو تو اس سے بڑا عذاب اور انسان کی
 اپنی سوچوں میں انسانیت باقی نہیں چھوڑتی یہ پھیل نہیں
 نے جانے لگتی بار آور کتنی جگہ دیکھ کر لوگ شمشاد خود لیا بہت
 کے ساتھ اس لیے پہلے خود صورت جوڑے کا انعام نہ حاصل
 کر سکا کہ خود چھپک دار تھا اور دلربا بہت منجانبہ شان و شوکت
 کی حامل لیکن سچ نکال اس کے قدموں میں آچکا تھا اور
 ہر ہی سنگھ کو بنگلور میں بہت بڑا ٹھیکہ مل گیا تھا یہ دلچسپ
 کہانیاں اس دنیا کی ہیں جس کی چمک دمک آپ کی آنکھوں
 کو نہ کر دیتی ہے۔ لیکن یہ تو ایک معمولی سی کہانی ہے۔
 قصے تو ہمیں سے کہیں ————— سننے ہیں اور یہی پھیل
 انسانی دلچسپی کا باعث بنتے ہیں خبر ہر ہی سنگھ بنگلور چلا
 گیا اور شمشاد نے ان دنوں کلک آنا چھوڑ دیا لوگ شمشاد اور
 دریا البتہ کلک میں ایک ساتھ داخل ہوئے نظر آتے
 تھے۔ ورنہ کاروباری میر پڑا کہیں بھرتا ہوا مل جاتا تھا ایک
 بار اس نے مجھ سے ملاقات کی اور بتلنے لگا۔
 ”جانتی ہیں شمشاد آج کل کلک میں نہیں آ رہی؟“
 ”میں کیا جانوں نہیں یقیناً معلوم ہو گا“
 ”ہر ہی سنگھ بنگلور چلا گیا ہے اور شمشاد دیوی دن میں
 لوگ شمشاد کے پاس وقت گزار لیتا ہے ہر ہی سنگھ نے لوگ
 سے درخواست کی تھی کہ وہ اس کی دھم پٹنی کا خیال رکھیں
 اور لوگ صاحب آج کل کافی خیال رکھ رہے ہیں اس کا
 لیکن آپ ذرا متاثر نہ کیجی رہیں ایک نیا ٹھیکہ سامنے آئے
 والا ہے“
 ”کیسا نیا ٹھیکہ۔؟“
 ”وہ دیوی جی۔ اب میں اتنا نشے میں بھی نہیں ہوں
 کہ آج ہی آپ کو اس کے بارے میں سب کچھ بتا دوں جو
 کچھ ہو گا سامنے آجائے گا میں نے ورنہ کاروبار نہیں
 کیا لیکن اس نے ٹھیکہ کا انتظار کرتی رہی اور ایسے ہی ٹھیکہ
 بعض اوقات بہت زیادہ دلچسپیاں میٹھ لیتے ہیں ہر
 شخص کوئی نہ کوئی ٹھیکہ ٹھیکہ رہا ہے میں بھی اپنے ٹھیکہ
 میں دلچسپی لیتی تھی اور میری زندگی کا ٹھیکہ بھی جاری

تھا یعنی جیون کڈا آپ کو یقیناً اس بات کا احساس ہو گا کہ
 جیون کار سے میرے کیا معاملات تھے۔ ڈاری عیب انسان
 تھا۔ یہ شخص تو میں نے بہت سی کوششیں کر ڈالیں لیکن
 اس کینٹ کو مجھے کون سے ماحول میں ہر دوش ملی تھی
 کہ کہیں سے نرم ہی نہیں ہوتا تھا میں نے سارے کے
 سارے گھر آزمائے لیکن جیون کار کی آنکھیں میں میرے
 لیے وہ لٹکی وہ پیاس آج تک نہ اٹھی تھی جس کے لیے میں
 خود پیاسی تھی اور یہ بھی میری زندگی کا ایک کمزور پہلو ہے
 ان سنگھ ٹیوں کا مجھے اور کیا کرنا ہوتا ہے۔ یہی تو صرف
 ہے ان کا۔ اسی ہر تو خرچ کرتی ہوں۔
 میں نے اپنے تمام حربوں سے لیس ہو کر جیون کار
 کو طلب کیا۔ اور وہ میرے سامنے پہنچ گیا۔
 ”کیا کر رہے تھے جیون۔؟“

عمران ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
 جس کا آپ کو یقینی سے منتظر رہنا
ترسول کنڈ کی دسی
 حیرت انگیز قصہ، وہ اس کے کندھے پر
 سوار ہو گیا، اب وہ جان چھڑانا بھی چاہے تو
 اس کی جان نہیں چھوٹی تھی، وہ اس بڑے
 کو کندھے پر لئے لئے پھرتا تھا، آخر وہ بڑھا
 کون تھا، ایک مرتبہ شروع کیجئے ختم کئے
 بغیر نہ رہ سکیں گے،
 مکمل ایک حصہ قیمت۔ روپے
 براہ راست منگولے کا پتہ،
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
 ۳۷ اردو بازار ————— کراچی

”کچھ نہیں میڈم“
 ”کیا یہ اداسی تمہارے وجود سے چپک گئی ہے؟“
 ”اویسی؟“
 ”ہاں“
 ”میں اداس نہیں ہوں دیوی؟“
 ”اکتا نے ہوئے ضرور ہو؟“
 ”ہرگز نہیں؟“
 ”کیا بے چہرہ تمہاری؟“
 ”جی۔ بے چہرہ غور نہیں کیا؟“
 ”وقت سے پہلے لوڑ سے ہونا چاہتے ہو؟“
 ”وقت سے پہلے پورٹھا ہو گیا ہوں“
 ”کیا مطلب؟“
 ”کیا بتاؤں میڈم؟“
 ”مجھے تمہاری یہ اداسی پسند نہیں ہے۔ تمہارے دل میں کبھی جوانی کی مشکلیں نہیں پیدا ہوئیں؟“
 ”میڈم، جنون کمار کے حلق سے سسکی نکل گئی۔“
 ”دیکھو جیون جیون صرف ایک بار ملتا ہے جوانی کے کہیں سے شروع ہو جائے تو باقی عمر روئے گزرا دے“
 ”میں نے روئے ہوئے عمر کی انداز کی ہے میڈم“
 ”تمہاری ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی؟“
 ”میری زندگی کے اس پہلو کو تاریک ہی رہنے دیں میڈم مجھے آپ سے انہی عقیدت ہے کہ میں نے اپنی زندگی کا کوئی جزو آپ سے نہیں چھپایا کیا میں غلط کہہ رہا ہوں میڈم؟“
 ”نہیں شاید غلط نہیں کہہ رہے لیکن تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی انہیں نے کچھ ہوئے انداز میں کہا۔“
 ”میڈم بس یہی ایک پہلو ایسا ہے جس کے بارے میں آپ کو کبھی بتانا نہیں چاہا کیونکہ اس کا تعلق کسی بھی طور آپ سے نہیں ہے۔“
 ”کہنا ہی نہ کہنا چاہتے ہو غم سے عورت نہیں تسلیم کرتے؟“
 ”میں نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔“
 ”نہیں میڈم یہ۔ یہ۔ یہ کتنے ممکن ہے؟“
 ”اوہ جیون کمار مجھے خائے خائیں ان باتوں پر غصہ آجاتا ہے جو میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ تم نے کبھی غور سے مجھے دیکھا؟“

”جی میڈم کہوں نہیں؟“
 ”کیسی ہوں میں؟“
 ”آپ؟ جیون کمار لرز کر خاموش ہو گیا۔“
 ”ہاں کیسی ہوں میں؟ میں نے عزائی ہوئی آواز میں پوچھا۔“
 ”میڈم۔ معاف کیجیے گا ایک عورت کی حیثیت سے آپ بہت حسین ہیں اور جب میں کبھی آپ کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ آپ تنہا کیوں نہیں؟“
 ”میری زندگی میں کیسے مرد کو ہونا چاہتے تھا۔؟“
 ”ایسا دم و جست و دو جاہت میں آپ جیسے کونسا جس کی شخصیت دیکھ کر لوگوں کی نظریں جھلک جائیں؟“
 ”میرا چہرہ کیسا ہے۔؟“
 ”اکاش کی ایسا ہی مانند جیون کمار ٹھٹھکے لگا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔“
 ”مجھے دیکھو جیون کمار غور سے دیکھو؟ میں نے اس سے کہا اور وہ مجھے غور سے دیکھنے لگا لیکن تنہائی غور سے دیکھنے کے باوجود مجھے اس کی آنکھوں میں اب بھی وہ نظر نہیں آیا جس کی میں طلبہ کرتی تھی۔“
 ”میرے ہونٹ کیسے ہیں۔؟“
 ”اتنے حسین کہ کر۔؟“
 ”ہاں؟“
 ”کہ ان کی مثال دی جاسکے؟“
 ”میری گردن؟“
 ”کسی راج ہنس کی مانند؟“
 ”اور میرا بقیہ وجود۔؟“
 ”میڈم۔ میں اس لیے آپ کی تعریف نہیں کر رہا کہ آپ نے میری ہر مشکل کاوش کر دیا ہے آپ کو کچھ کرینا کی سبائی کا تصور ابھر نہا ہے۔“
 ”تو مجھ نے مجھے بھر پور لگاؤں سے کہوں نہیں دیکھتے؟“
 ”اول تو میڈم۔ میں آپ کا اتنا احترام کرتا ہوں کہ زبان سے بیان نہیں کر سکتا اور پھر میری زندگی کا وہ تاریک پہلو۔۔۔“
 ”وہ تاریک پہلو کیا ہے۔؟ میں نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا اور جیون کمار کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے پھر وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولا۔“

”الانحداد وسائل نے میڈم مجھے ذہنی طور پر اتنا کچھا دیا کہ میں زندگی کی دوسری لذتیں بھول گیا اور رفتہ رفتہ مجھ پر یہ جو اداس طرح طاری ہوا کہ میں میں... میڈم کچھ بھی نہ رہا۔ میں زمین و آسمانوں سے عورت پسند کی شکل کا ایک وجود ہوں مجھ میں جوانی کی کوئی انگ باقی نہیں رہی ہے میں اس سلسلے میں کئی ڈاکڑوں سے بھی رجوع کر چکا ہوں وہ مجھے میں کہ میں ذہنی طور پر اتنا بھر پور ہو گیا ہوں کہ مجھے مجھے جیون کمار کی آواز بند ہو گئی اور میں حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی پھر بے اختیار میرے سینے میں ایک ہتھ پھرنے لگا۔“
 ”تو یہ تھا جیون کمار کے لیے نیازی کارڈ؟ یہ جیون کمار کی کیفیت تھی تو مجھے دیکھ کر کبھی یہاں سے نہیں نہ ہٹتی تھی۔ ہر دل چاہا کہ جیون کمار سے کہوں کہ دروازے کی جانب رخ کر لو اس کی کمر ایک اتنی زوردار لات جھاڑ کہ وہ خفا میں پرواز کرنا ہو اور دروازے سے باہر جا پڑے۔“
 ”مجھے اپنی اس حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔“
 ”لیکن یہ حماقت تو نہیں تھی مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ جیون کمار بھی جیون سے خالی نہیں ہیں نے غوری طور پر کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے جیون کمار سے جانے کے لیے کہا اور وہ گردن جھکائے وہاں سے چلا گیا۔“
 ”خود پر غصہ بھی آ رہا تھا اور ہنسی بھی آ رہی تھی اتنے دن تک میں جیون کمار کو براہ رفتہ کرتی رہی اس کے کھول کے لیے ابھی خاصی غمت کی لیکن بے کار وہ ناکارہ ہر روز تھا اور یہ ناکارہ ہر روز کسی طور نہیں چل سکتا۔“
 ”یہ پہلا مسکریٹھی تھا میرا جسے میں اس انداز میں اپنے آپ سے دور نہ کر سکی جو میرا پسندیدہ انداز تھا لیکن اب کیا کیا جائے ایک ایسے شخص کو جو اس احساس سے ہی محروم تھا جو میری طلب تھا اس اپنی غمت۔؟ اسے کیسے دوا کر سکتی تھی بہت سوچا میں نے جیون کمار کے بارے میں ہر طرح کی بات کیا پھر اسے ہر وقت نے اسے زندگی کی سب سے بڑی خوشی اسے محروم کر دیا تھا اس لیے اگر اسے محروم کر دینا تو اسے اس لیے پاس نہیں رکھیں گے خبر یہ مناسب نہیں ہے کہ انہی انسان رشتوں سے وہ رحم اور برداری کا مستحق تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ اسے اپنے مسکریٹھی سے متاثر نہ ہونے میں ملازم رکھوا دوں اسے تنخواہ دینا میرے لیے کوئی مشکل

کام نہیں تھا اور اس کے لیے میں نے غور ہی غور کیا میں نے جیون کمار سے کہہ دیا کہ وہ دفتر میں چلا جائے اور میں اسے وہاں تعینات کر دیتی ہوں اس کے لیے میں نے متعلقہ لوگوں کو ہدایات بھی دے دی تھیں اور غوری طور پر میرے مسکریٹھی کے لیے ایک جگہ خالی ہو گئی تھی۔ لیکن اس خالی جگہ کو بھر کرنے کے لیے اس بار مجھے بڑی ہوشیاری سے کام لینا تھا زندگی کا یہ اٹوٹا تجربہ بھی میرے لیے کافی دلچسپ تھا۔“
 ”غرض کہ زندگی کے معمولات اسی انداز میں چلتے رہے کوئی قابل ذکر شخصیت ایسی نظر نہ آئی جو میرے مسکریٹھی کے لیے ہر قسم کی اہمیتوں کی حامل ہوئی اور یہ اتنا غور بھی نہیں تھا میرے پاس بے شمار ملازم تھے جو میرے اہم کام سرانجام دے لیتے تھے۔“
 ”میں آپ کو اپنی زندگی کا پس منظر بتا چکی ہوں کہ کس طرح میری شخصیت کی تبدیلی ہوئی اور اس تبدیلی نے ذہنی طور پر اتنا بھٹکا دیا کہ میری ایک اٹوٹا ہاری رخ اختیار کر گئی میں اپنی ذات میں کم ہو گئی یہ احساس شدید تھا میرے اندر کہ جو کچھ بھی اپنی ذات میں ہے اپنی ذات سے باہر سارے کے سارے کھولنے میں۔ اگر خود ان کے ہاتھوں میں کھلونا بننا چاہا تو اس میں کوئی مشکل نہیں ہوتی ہے۔“
 ”میں بس یہی افلاذیت تھی کہ خود کسی کے لیے کھلونا نہیں بننی تھی بلکہ اچھے اچھوں کو کھلونا بنا ڈالتی تھی۔ آٹھ پھر کے درجنوں واقعات زندگی کے ہر لمحے میں شامل ہوتے ہیں لیکن سب ہی قابل ذکر نہیں ہوتے قابل ذکر چند ہی باتیں ہوتی ہیں جو اہمیت دیتی ہیں اور ان چند باتوں میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ان دنوں میں میرا مافونٹ کلب میں شمشاد کے ساتھ دنوں فوٹو شمشاد کے ساتھ بھی چلتے تھے۔“
 ”اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ ایک دن فوٹو شمشاد کلب میں موجود تھے اور دلربا ہم کو جو وہ نہیں تھیں اور ایسا شاد ندری ہوتا تھا اس کی ایک وجہ تو یہ بھی ہو سکتی تھی کہ دلربا ہم کو شمشاد پر حاوی تھیں اور اسے بے تحاشے میل کی مانند نہیں چھوڑ سکتی تھیں بلکہ اس کی ناک میں بیکل ضرور پڑی ہوتی تھی لیکن ان دنوں بیکر دلربا نے بیکل ڈھیل چھوڑ دی تھی اور فوٹو شمشاد کلب میں تنہا

آلے تھے سہ ماہات اس دن کی ہے جب نواب شمشاد
معمل کے مطابق کلب میں تہا آئے اور جہت زہہ کر دینے
والی بات یہ تھی کہ بنگال کا جادو بھی اس دن تنہا ہی
جرا ماؤنٹ کلب پہنچا تھا۔
شمشاد ایک معصوم عورت تھی کہ ان کو اس کا اندازہ میں
نے اس سے چند ملاقاتوں میں لگا رہا تھا اسے صحیح طور
پر گفتگو کرنا بھی نہیں آتی تھی بنگال کا سانی سے لوفی تھی
اور انگریزی کو بھی بول لیتی تھی اور ہندی انگریزی
سے بھی زیادہ بولتی تھی۔
اور اس کی کوئی بیوی نہ تھی گفتگو اس کی شخصیت میں
دلکشی کا باعث ہی بنتی تھی اور اس سے باتیں کرنے والے
بہت محفوظ ہوتے تھے اس دن شمشاد صاحب تہا پیرا ماؤنٹ
کلب میں پہنچے تو عیسے لوگوں کی عید ہو گئی۔
وہ لوگ کما رہے تھے کچھ سے کچھ چکا تھا وہ میرے لیے ذرا
باغیہ جہت تھا اور اس کے بعد سے ابھی تک میں نے
وہ لوگ اسے اور کچھ نہیں معلوم کیا تھا انکھیل خود بخود سامنے
آئے گا میں جس تھی کہ وہ کھیل کیا ہو سکتا ہے بہر طور
سب سے پہلے چرن جی ال لے اس کا استقبال کیا۔
”ارے شمشاد دیوی آپ تنہا ہے؟“
”ہاں۔ ہری سکھ ادھر نہیں؟“
”کہاں گیا وہ؟“ چرن لال جی نے سوال کیا۔
”بنگالور، شمشاد نے جواب دیا۔
”آپ کو نہیں چھوڑا؟“
”ادھر کام کرتا؟“ شمشاد لہلہ۔
”تو پھر آپ کے کام کو کرنا چاہتا چرن لال جی نے کہا اور
بہت سے چٹکے کو رخ آئے شمشاد بھی مسکادی۔ زیش گیتا
آگے بڑھ کر بولا۔
”چرن لعل جی۔ آپ اس معصوم لڑکی کو اس طرح سے
پریشان نہ کریں۔“
”اوہ۔ زیش گیتا کہتا کہنا، جی آپ کو اس سے بہت ہمدردی
محسوس ہوتی ہے؟“
”ہاں بہتوں نہیں؟“
”تو پھر آپ اس کی مشکلات کا حل پیش کر دیجیے؟“
”آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں چرن لال جی جلیے
آپ کی بچی اٹھی ہیں؟ گیتا نے کہا اور چرن لعل جی ہمارے
جیسے ایک دم انسان بن گئے۔ انہوں نے ادھر ادھر کی بھی

چکر چلا رہا ہے مجھے کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔
نکین و نوک کد کھیل معمول نہیں تھا شمشاد شمسے
کچھ زیادہ ہی متاثر ہو گیا تھا اور اس کے لیے زیادہ ہی غمت
کر رہا تھا اور حزن موسمِ ابرا کو تھا اور یہ ابرا کو موسمِ کم از کم
ہیرا ماؤنٹ کلب میں آنے والوں کے لیے بڑی دلکشی کا ہی
حاصل ہوتا تھا۔
آج کے دن ہر شخص اپنے اپنے طور پر زیادہ سے زیادہ
تفریحات کرنے کا شائق نظر آتا تھا اور بادلوں کے باغے
میں بہت سی بہا بنیاں سنائی جاتی تھیں پھر ملتی ملی ہندو
نے تو سناں باندھ دیا پیرا ماؤنٹ کلب کے تو بہا تمام ہی
میرے آچے تھے اور اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھے نواب
شمشاد اب نہ کچھ اور اس نظر آ رہا تھا کیونکہ شمشاد ابھی نہیں
بہت تھی وہ تنہا ہی اپنی بیوی پر بیٹھا ہوا تھا اور اتفاق سے
میرے عین سامنے تھا۔ مجھ سے لگا ہی میں ملیں تو کھانے کیل
میرے ہوتے ہی سر کھٹ پھیل گئی۔
نواب شمشاد سے میری بھی پہلی خاصی شناسائی تھی
اس مسکراہٹ سے غلط فہمی کا شکار ہو کر وہ میرے نزدیک
آگیا میں نے بھی اس کی اس وقت کی آمد کو برا نہیں
محسوس کیا تھا اس کے بیٹھے ہی میں نے کہا۔
”کیسے نواب صاحب۔ کچھ اور اس نظر آ رہے ہیں شمشاد
بیک کی یاد دہانی ہے۔ آپ نے انہیں اتنے عرصے کے لیے
بھیج بیوں دیا۔؟“
”اوہ۔ کمار جی۔ دراصل کافی عرصہ سے یہی نہیں
گئی تھیں بہت دن سے فرمائش کر رہی تھیں میں نے
کہا تھیک ہے اس بار دل کھول کر وہاں رہ آؤ۔“
”ہوں۔ ان کا تعلق راجپوت سے ہے؟ میں نے سوال
کیا۔
”جی ہاں۔ جی ہاں۔“
”آج شمشاد بھی نظر نہیں آ رہی۔ میں نے نواب صاحب
کی کھتی رگ کو چھو دیا اور وہ چونک کر مجھ سے دیکھنے لگے پھر
چھپنے چھپنے سے انداز میں مسکرا کر بولے۔
”اعلیٰ میری ہی ہے؟“
”کیوں۔؟“
”کیونکہ وہ تنہا نہیں آ سکتی تھی مجھے گاڑی بھیج دینی
چاہیے تھی بد قسمتی سے میں نے خود ڈرائیور کو واپس بھیج دیا
اور اس سے کچھ دیر کا وہ بارہ بجے تک یہاں آ جائے۔ اب

گلاڑی بھی نہیں بھیج سکتا دیکھ کیا آپ اس سلسلے میں
میری کچھ مدد کر سکتی ہیں۔ آپ کے ساتھ تو فوراً نور ہوتا ہے؟“
”ڈرائیور نہیں گاڑی البتہ موجود ہے اگر آپ چاہیں
تو لے جائیں۔ میں نے چاہی نواب صاحب کے سامنے کرتے
ہوئے کہا اور نواب صاحب عجیب سے انداز میں مسکراتے
لگے پھر بولے۔
”میں ڈرائیور ڈرائیور کرتے ہوئے کھانا ہوں۔“
”ہوں؟“ پھر کوئی بات نہیں۔ آج شمشاد کے بغیر یہ کام
چلا لیجیے۔“
”ارے وہ نہیں میرا مطلب ہے۔“ اسی وہ انتہائی کچھ
پائے تھے کہ وہ لوگ کمار جی ابھی کر سی گھسیٹ کر ہمارے نزدیک
آگیا میں نے اسے نہیں دیکھا تھا لیکن اس کے آجانے سے
میری دلچسپی بڑھ گئی تھی۔
”ہیلو وڈو۔“
”ہیلو دیوی جی۔ کیسے مزاج ہیں؟“ ہیلو نواب
صاحب۔
”ہیلو نواب صاحب۔ سروسے لیے میں بولے۔
”بھئی آج نواب شمشاد کو آپ کے پاس دیکھ کر بڑی
حیرت ہو رہی ہے کہ کھیل کداری جی۔“
”کیوں؟“ میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔
”نواب صاحب ان دنوں شمشاد کے نام کے ساتھ
چھپے ہوئے ہیں یہ کہیں اور ڈھلک جائیں یہ بات باعث
حیرت ہے۔“
”مذاق معیاری ہونا چاہیے وہ لوگ کداری غیر معیاری
باتیں مجھے پسند نہیں۔“ نواب صاحب ہونٹ پیکر کر بولے۔
”معافی چاہتا ہوں نواب صاحب۔ میں نواب کے
دوستوں میں سے ہوں۔ اور یہ ہلکا سا مذاق کیا تھا میں نے
آپ کو ناگوار کر رہا ہے تو اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔“ نواب
شمشاد خاموش ہو گئے میں وہ تو کمار سے اس کی خریدت ہی
پوچھتی رہی۔
”بالکل ٹھیک ہوں دیوی جی۔ بس ذرا سی الجھنوں
کا شکار ہوں آج کل۔“
”کیا الجھنیں ہیں کبھی نہیں؟“ میں نے پوچھا۔
”کچھ کاروباری الجھنیں ہی، کچھ نیچے۔“ نواب صاحب
کی طرح تو میں نہیں کہہ کر جو کھانا کھا رہے ہیں وہ ان
کے انبار لگا لیے ہیں میں تو نواب صاحب کی قسمت بہر

رنگ کرنا ہوں جو کچھ چاہتے ہیں حاصل کر لیتے ہیں۔
 ”جو کچھ سے کہا رہے تمہاری۔“
 ”اب دیکھیں نا ہماری سگھ نے بنگال جا کر نجانے کتنی
 محنت کی ہوگی شمشاد کو حاصل کرنے کے لیے لیکن شمشاد
 ہوئے پھل کی مانند فواب صاحب کی آغوش میں ہے۔“
 ”وہ تو کمزور گھٹنگو ہیں الفاظ کا تو صحیح استعمال کر لیا
 کرو۔“ فواب صاحب نے احتجاجی لہجے میں کہا۔
 ”کمال ہے فواب صاحب۔ ہم تو آپ کی قسمت پر رنگ
 کر رہے ہیں اور آپ ہماری ہر بات کا برا مان رہے ہیں کوئی
 ناراضگی ہے کہا۔“
 ”نہیں ناراضگی تو کوئی نہیں ہے لیکن زمانہ بہت
 خواب ہے لوگوں کو کہنے کے لیے کچھ الفاظ ملنے چاہئیں وہ
 لڑکی جیسے متاثر ہے کہتی ہے کہ میری شخصیت اسے
 مکمل نظر آتی ہے میں کبھی ہر سگھ کی بیوی کی حیثیت سے
 اسے اہمیت دے دیتا ہوں لیکن تم لوگوں نے بات کا رخ
 ہی بدل لیا ہے۔“ فواب شمشاد کی کیفیت عجیب تھی یہ الفاظ
 ادا کرتے ہوئے اس کا ہونچہ بھی ہو گیا تھا اور اپنے آپ کو
 انکساری کا شکار نظر آ رہا تھا وہ تو کمزور شمس بڑا پتھر بولا۔
 ”بڑا بھئی ہی آپ نے فواب صاحب۔ ویسے مجھے فواب
 سے کہہ کر دلربا بیگم نے بے ہمت کیے کر ڈالی کہ آپ کو شمشاد کے
 لیے تنہا چھوڑ دیا۔“ فواب صاحب پھر چونک پڑے تھے میں
 بھی ایک دم سنبھل گئی وہ تو کمزور کے چہرے میں مجھے کوئی خاص
 بات غصہ نہیں تھی۔
 ”اب دلربا بیگم واپس آجائیں تو تم ان سے یہ بھی کہہ
 دینا کہ میں ان دنوں شمشاد کے ساتھ دیکھا جاتا رہا ہوں۔“
 ”واپس آجائے سے آپ کی کیا مراد ہے فواب صاحب؟“
 وہ تو کمزور نے کہا اور میں ایک دم ہی بالکل سنجیدہ ہو گئی۔
 ”مطلب یہ کہ جب وہ کلب آنا شروع کریں گی۔“
 ”اوہ ہاں۔ میں یہ سمجھا کہ آپ انہیں کہیں باہر تصور
 کر رہے ہیں۔“
 ”کیا مطلب ہے کہہ رہا ہے فواب شمشاد چونک کر بولے۔
 ”نہیں نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ دلربا بیگم انجیل مثالیہ
 کسی تبدیلی میں مصروف ہیں۔“
 ”وہ راہچی گئی ہوئی ہیں اپنے والدین کے گھر فواب شمشاد
 نے کہا اور وہ تو نے ایک دم حیرت زدہ چہرہ بنا لیا۔
 ”کیا کہہ رہے ہیں آپ فواب صاحب؟“

”بھئی کوشل کلری آپ ہی ان دنوں کمزور کو کچھ ایسے
 آج یہ کچھ زیادہ ہی بڑی سبکی ہاتھیں کر رہے ہیں۔“
 ”اور مجھے پوں لگ رہا ہے فواب صاحب جیسے آپ
 بہک گئے ہوں۔“
 ”کہیں فواب شمشاد نے بوجھ میں اس دوران باطل
 ہی خاموش رہی تھی اور عجیب سستی کا شکار تھی۔“
 ”آپ کہہ رہے ہیں کہ دلربا بیگم راہچی گئی ہوئی ہیں۔“
 ”کیوں۔ تم کو ان کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات
 حاصل ہیں؟“
 ”اگر آپ اداکاری نہیں کر رہے تو واقعی مجھے یہ کہنے
 دیکھ کر مجھے آپ سے زیادہ معلومات ہیں ان کے بارے
 میں تو دور کرانے کہہ۔“
 ”بھئی یہ سہیاں بچھا رہے ہو کیا کہنا چاہتے ہو۔“
 ”دلربا بیگم کو ان دنوں ہوش بوشان میں دیکھی جا رہی
 ہیں۔ روم نمبر چار سو اٹھارہ ہوش بوشان کے وہ تو کمزور نے
 کہا اور فواب صاحب کا چہرہ ایک دم سست گیا۔ ان کی آنکھوں
 میں غصے کے آثار نظر آنے لگے۔
 ”وہ تو کمزور کیا یہ حد سے آگے بڑھنے والی بات نہیں
 ہے۔“
 ”جی نہیں۔ میں نے حد سے آگے بڑھنے کی کوشش
 نہیں کی اتفاق سے ان دنوں ایک کاروباری مسئلے میں
 بوشان جا رہا ہوں اور میں نے دلربا بیگم کو آپ کے دربار
 اخترخان کے ساتھ وہیں مقیم دیکھا ہے میں تو وہ سمجھا کہ کوئی
 ایسا مسئلہ ہو گا جو۔“
 ”اخترخان؟“ فواب صاحب چونک کر بولے۔
 ”آپ کا ڈرائیور عموماً آپ کے ساتھ یہاں آتا رہا ہے۔“
 فواب صاحب ہنسنے لگے اور کافی دیر تک وہ کچھ بولنے
 کے چند لمحوں کے بعد انہوں نے کہا۔
 ”مجھے اجازت دیجیے۔“
 ”ارے کہاں فواب صاحب بیٹھیں نا کیا شمشاد کو لینے
 جا رہے ہیں۔“ میں نے کہا اور فواب صاحب نے کوئی جواب
 نہیں دیا وہ خاموشی سے کلب سے باہر نکل گئے تھے میں
 نے وہ تو کمزور کو دیکھا وہ مسکرتے ہوئے مجھے دیکھ رہا تھا۔
 ”تو یہ منظر ابھیل دیوی جی۔“
 ”تم نے جھوٹ بولا ہے وہ تو کمزور تمہارا کیا خیال ہے
 کیا یہ جھوٹ منظر علم نہیں آجائے گا۔“

”نہیں دیوی جی۔ ایسے معاملات جھوٹ پر نہیں چلتے۔“
 وہ تو کمزور نے تشریح آخر سکرپٹ کے ساتھ کہا۔
 ”مطلب۔“
 ”مطلب یہ کہ دلربا بیگم ہوش بوشان کے کمرہ نمبر چار
 اٹھارہ میں مقیم ہیں اور ان کے ساتھ ان کا ڈرائیور بھی موجود
 ہے اس اخترخان کو نہیں دیکھا ہو گا آپ نے شاید فواب
 فٹ دو انچ ہے بدن کی چوڑائی قابل دید ہے انکھیں
 گہری نیلی ہیں اور رنگا رنگ بڑوں کی مانند ہے اگر اسے
 ایک اعلیٰ ورے کا سوسٹ ہونا کہہ کر دیا جائے فواب یقین
 کیجیے کہ ہر ماؤنٹ کلب میں ہر مرد کی شان کھٹ جائیگی۔“
 ”اور دلربا بیگم۔“
 ”جی ہاں۔ میرا خیال ہے اس وقت بھی وہ بوشان
 ہوش کے کمرہ نمبر چار سو اٹھارہ میں موجود ہوگی۔“
 ”تم نے بہت خوفناک کھیل کھیلایا ہے وہ تو کمزور۔“
 ”ارے نہیں دیوی جی کوئی میں نے دلربا بیگم کھیل
 ٹھوڑی پہنچایا ہے وہ شاید فواب صاحب کو کبھی دھوکا دے
 گئی ہیں اب یہ بات میں نہیں بتا سکتا کہ اخترخان نے
 فواب شمشاد سے کیا کہا ہے سارا سارا دن دلربا بیگم کے
 ساتھ رہتا ہے۔“ میں خاموشی سے وہ تو کمزور کو دیکھتی رہی
 پھر میں نے ہنسنے سے کہا۔
 ”اور تم اس سلسلے میں کھوج لگا رہے ہو۔“
 ”ہاں۔ بات یہ ہے کہ شمشاد ہر دل کو دھوکے سے اور ہر دل
 تو کچھ ضرورت سے زیادہ ہی اس کے لیے دھوکے سے ہیں
 اس سلسلے میں محنت کر کے کھیل کھارہا ہوں بلکہ ابھی کھیل
 چھٹک پہنچا بھی نہیں ہے لیکن فواب شمشاد کم از کم راستے
 سے ہٹ جائے گا۔“
 ”مجھے خدشہ ہے کہ کہیں کوئی سنگین جلازمہ ہو جائے وہ تو
 ہو بھی سکتا ہے کیونکہ یہ گوشت خورد جو ہوتے ہیں
 یہ بڑے جذباتی ہو جاتے ہیں اور ان کے اند بیوانی فطرت
 زیادہ سے زیادہ ہو جاتی ہے۔“ وہ تو کمزور نے کہا اور میں سستی
 محسوس کرتی رہی ہر طور فواب صاحب واپس نہیں لوٹے تھے
 اور ہم لوگ کافی دیر تک بیٹھا رہا ڈنٹ کلب کی آؤ بھاٹ میں
 گم رہے تھے پھر مجھے بارش کی حد سے دوران واپس بلٹا پڑا
 ریم جیمز برسی ہوئی بوندوں میں گھونک واپس بہت
 دلکش رنگی کٹی سکرپٹ پر ہانی بھرا ہوا تھا اور میں پانی میں
 ہلکی رفتار سے نہاں کر رہی تھی پانی اچھل کر بعض دفعہ

وڈا سکرپٹ تک پہنچ جاتا تھا اور مجھے پوں محسوس ہوتا تھا
 جیسے میں خود اس پانی میں نہا رہی ہوں۔
 میں اپنے گھر آگئی کوئی کے معلومات میں خاموشی اور
 دیرانی کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا ستر پر ہر بات میں فواب
 شمشاد وہ تو کمزور کا اشتہار اور دلربا بیگم کے بارے میں سچی سچی
 اور مجھے ہنسی آئی۔
 فواب شمشاد کو دلربا بیگم پر بہت اعتماد تھا لیکن وہ
 خود اپنے آپ کو دلربا بیگم کی نگاہوں میں براعت و ثبات
 کرنے کی کوشش نہیں کرتا تھا یہ تو زندگی کے کھیل ہیں
 انٹ ہیٹ انٹ پھر دن رات سورج جھلک اندھیرا اجالا زندگی
 کے بھی کھیل ہوتے ہیں۔
 لیکن صبح کا اخبار میرے لیے واقعی بڑا سستی خیر تھا
 اتفاق سے اخبار کا تعلق کسی طور فواب شمشاد سے براہ راست
 تھا کیونکہ اس نے منتر و لید لگا لی تھی اور یہ منتر و لید بول
 تھی کہ۔
 ”شہر کے ایک معتبر صنعت کار اور بزنس مین فواب
 شمشاد نے اپنی بیگم کو کوئی ملکہ ملا کر کر دیا اور
 اس کے ساتھ ہی اپنے ڈرائیور اخترخان کو بھی۔“
 فواب شمشاد کا بیان تھا کہ دلربا بیگم کا بارے میں اور انہیں
 دھوکا دے کر ڈرائیور کے ساتھ ہوش بوشان میں رنگ
 رہا ہوا منارہی تھی۔ پولیس نے فواب شمشاد کو ہر قسم
 کے الزام میں گرفتار کر لیا ہے، یہ یقینی خبر میری سبکی
 کے سامنے دیر تک ہو رہی تھی اور میں وہ تو کمزور کی اس
 سادش کے بارے میں سچی رہی تھا تاہم میں نے اس
 سلسلے میں اتنی زیادہ دلچسپی لینا مناسب نہ سمجھی کہ وہ تو کمزور
 کو بیلیغون کر کے اس سلسلے میں معلومات حاصل کر لی ہیں
 یہ حقیقت تھی کہ وہ تو کمزور نے فواب شمشاد کو زبردست چوٹ
 دی تھی یا فواب شمشاد نے ہی سگھ کو زبردست چوٹ دی تھی
 یا دلربا بیگم نے فواب شمشاد کو زبردست چوٹ دی تھی۔
 یہ چوتھیں فواب شمشاد کے کھانے کا ایک اہم حصہ
 ہیں اور بڑے لوگوں کی بڑی کھانوں میں چوٹوں کا ذکر
 خاص طور سے آتا رہتا ہے ہاں اس دن میرا ماؤنٹ کلب
 بڑے اہتمام کے ساتھ کٹی کٹی اور بہت سہلے سے وہاں جانے
 کے لیے چپن تھی کیونکہ آج میرا ماؤنٹ کلب میں بڑے
 قصبے بڑی کھانیاں ہوں گی اور بڑے بڑے لوگوں کی زبان
 بڑے قصبے میں لطف آنا ہے کیونکہ ان میں ان کے

اپنے تجربات بھی شامل ہونے میں ہر اماؤنٹ کلب میں آج بڑی تبدیلیاں نظر آ رہی تھیں وہ جن کی دھڑ دھڑکے براہ راست ان کے سامنے رہتی تھیں آج بڑے خلوص کے ساتھ اپنی اپنی بوجھوں کے ساتھ ہیرا ماؤنٹ کلب میں نظر آ رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں خلوص کے بادل چھائے ہوئے تھے ہر بیزر فوار شتلا اور دربار کی کہانی مٹھی و دو کمار موجود تھا اور دوسروں کے ساتھ کھٹکھٹ میں چھتے رہتا تھا کسی کو نہیں معلوم تھا کہ اس پوری کہانی میں دو کمار کا کیا کردار ہے لیکن میں جانتی تھی کہ میں جانتی تھی کہ اس پرے پرے میں دو کمار کا کردار سب سے

اہم رہا ہے اور یہ سب کچھ میرے علم میں تھا یہ بات وہ کمار بھی جانتا تھا اور اسی طرح جانتا تھا اور اسے اس بات پر شاید خاموش بھی تھا کہ اس نے اپنی کہانی میں ایک رازدار کیوں پیدا کر لیا چنانچہ سب لوگوں سے گفتگو کرنے کے بعد وہ آخر میں کر ہی میرے پاس پہنچا تھا اور میں نے ایک معنی خیز مسکراہٹ سے اس کا استقبال کیا تھا۔

”ہیلو فوڈو“
”ہیلو کمار جی“ وہ کسی قدر خوشامداز انداز میں بولا اور میرے اشارے پر میرے سامنے بیٹھ گیا۔
”تو بلا آخر تم نے اپنے اس کھیل کا اختتام کر دیا۔“
”اے دلیوی جی میں کیا میری اوقات کیا تھے خدشہ تھا کہ آپ مجھ سے بھی الفاظ کو نہیں گی۔“
”خدشہ؟ میں نے طنز بہ انداز میں کہا۔
”ہاں دلیوی جی بعض کھیل مذاق ہی مذاق میں بڑے خطرناک ہو جاتے ہیں، حالانکہ آپ جانتی ہیں کہ ہیرا ماؤنٹ کی آبادی میں یہ کھیل کراؤم اس نوعیت کے حاصل نہیں ہوتے بات یہاں تک کبھی نہیں پہنچتی اب دیکھیں انسان کو بہت کچھ سمجھنا چاہیے۔“
”مٹکا“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”صاف بات ہے دلیوی جی دراصل میں بھی سفرو ہیں اور آپ بھی چنانچہ ہم اس واقعہ کی نوعیت کو اتنا ہی سنگین قرار نہیں دے سکتے مجھے بتائیے کیا فوار شتلا کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ پورے اعتماد کے ساتھ ہری سنگھ کی پوری کو اپنے قبضے میں لے لے اس نے دولت کا کھیل کھیل رہی تھی سنگھ کے بارے میں تو بس میں یہ اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ شاید جو نکال اس نے اسی لیے اپنے پاس پھیلایا تھا کہ اس

کا رہنا کاروبار چل سکے آپ خود مجھے بتائیں کیا اور بھی ایسے واقعات نہیں ہیں؟ وہ اصل دولت کی اس دنیا کے کھیل سے ہی ہیں دلیوی جی ہر شخص اپنے ہی جی پر شخص اپنے اپنے فرائض استعمال کرتا ہے کہا آپ کے خیال میں ہری سنگھ کو بہت معلوم نہیں ہوگی کہ اس کی خیر موجودگی میں فوار شتلا اس کے کھڑکی دیکھ کر کھیل کر رہا ہے اس نے مارچ کے اس بڑے ٹھکے کو اہمیت دی اور اپنا کام جاری رکھا اب یہ نئی بات نکل آئی کہ دربار کا بیگم جو خود بھی فوار شتلا کے ساتھ خوبصورت جوڑے کا انعام نہ حاصل کرنے بد دل ہو گئی تھیں۔

”وہ جو ایک کہاوت ہے ناں دو کمار کہ شیطاں صرف شہد کی انگلی دلو اور رہا کتا ہے اور باقی کھیل خود بخود ہو جاتا ہے۔“

”نہیں دلیوی جی کم از کم اس کھیل کے اس حد تک آگے بڑھنے کو مجھے بھی گمان نہیں تھا۔“
”خیر چھوڑو میں کس سے کہنے جا رہی ہوں تم تو بلاوجہ ہی برے نشان ہو رہے ہو میں نے وہ کمار سے کہا۔
”مجھے یقین ہے آپ کسی سے کچھ کہیں گی بھی نہیں۔“
”تمہارا اب کیا ارادہ ہے۔“
”بات چوتھی اس حد تک آگے بڑھ گئی ہے دلیوی جی اس لیے میں بے وقوف نہیں ہوں مجھے تو صرف یہی خدشہ تھا کہ فوار شتلا اور دربار کا بیگم میں کھٹ پٹ ہو گئی بات شاید طلاق تک بھی پہنچ جائے تو فوار شتلا دلچسپ لگا اور اس دوران مجھے اس کی قربت نصیب ہو جانے کی امید تھی اس کا کیا ہوتا ہے؟“
”اس کا کیا ہو گا اس کا شوہر زندہ ہے پس اس بھاریے کا کام بھی کہتے ہیں بڑا کثیر یہ کہاں تو چلتی ہی رہتی ہیں وہ کمار۔“
”لیکن دلیوی جی آپ سے درخواست ہے کہ آپ مجھے اس کہانی کا مرکزی کردار نہ بنائیں۔“
”نہیں کھلی بات میری اور تمہاری حد تک ہے اور مجھے کس سے اتنی اعتماد کرنی ہو سکتی ہے کہ میں بات کو وہاں سے آگے بڑھاؤں؟ اور میں نے بات کو وہاں سے بالکل آگے نہیں بڑھا یا تھا ہیرا ماؤنٹ کلب کے ممبران میں یہ بات کبھی مشرک ہے کہ سب ایک دوسرے سے دلچسپی لیتے ہیں اور کوئی ایک دوسرے سے دلچسپی نہیں لیتا شتلا کہاں کی

ہری سنگھ واپس آیا تو اس کا رد عمل کیا رہا۔ یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ عمل راج من ساہنی کو لے کر یورپ چلا گیا تھا۔ اور وہ دونوں اپنی کہانی اپنے ساتھ لے گئے تھے فوار شتلا کی دولت اس کے کام آئی یا نہیں یہ خیال ہے کام آجانی چاہیے تھی لیکن وہی رویہ میں نے بھی اپنا یہ جو دوسرے لوگوں کا تھا ہیرا ماؤنٹ کلب میں تو لوگ آتے جاتے ہی رہتے تھے کوئی اپنی کہانی طویل عرصے کے لیے چھوڑ جاتا تھا اور کوئی اتنا گم ہو جاتا تھا کہ اس کی کوئی کہانی ہی نہیں رہتی تھی ہاں اپنی باقی کہانیاں سب کے علم میں ہوتی ہیں اور سب ہی انہی میں گم رہتے ہیں میں بھی اپنی کہانی میں گم ہو گئی ہوئی کی تعریف زور و شور سے جاری تھی کہ یہاں سنگھ جی سے اکثر ملاقاتیں ہو جاتی تھیں ایک دو اتفاقاً یہیں فنانس منسٹر سے بھی ملاقاتیں ہو رہی تھیں ہی دلچسپ آدمی ہیں یہ بھی لیکن اب انہیں خدشہ ہے کہ نئے لکیشن میں ان کی پوزیشن کافی خراب ہو جائے گی کیونکہ ان کی بارش کے اکثر ممبران اپنی ساکھ کو بیٹھے ہیں اور وہ بارش کی بنیاد پر ہی فنانس منسٹر مقرر ہوتے تھے فنانس منسٹر چلے جائیں گے اور دوسرے فنانس منسٹر آجائیں گے کہیں نہ کہیں ضرورت کے مطابق ان سے بھی رابطہ قائم ہو جائے گا کاروباری دنیا میں بڑی وسعت ہے اور ہم لوگوں کو بڑے چال چلن سے چلنا ہوتا ہے کہیں بھی ملے کھا جائیں کسی سے منسلک ہو جائیں تو بے شمار شیطانات ملنے آکھڑی ہوتی ہیں غرضیکہ زندگی کے یہ شب و روز دن رات سورج چاند اندھیرا اجالا اسی مانند ہیں اور ان میں اپنے لیے ایک کہانی بنانا سب سے مشکل کام ہے میں ذہنی توجہ نہیں ہوں کوئی نصیحتی کرہ بھی نہیں ہے جسے ٹھونکنے کے لیے مجھے کسی کا سہارا لینا پڑے اپنے آپ کو پہنچاتی ہوں جس ایک اعتماد کو کیسے اس دنیا سے میں اس روایت سے سخر ہوں جو انسان کی زندگی سے منسلک کر دی گئی ہے اور شاید میں اس روایت سے سخر نہ ہوں اگر میری ابتدا بھی انہی تمام لوگوں کی مانند ہوتی جو ان دنوں کے حامل ہیں میں نے بار بار اس کا تجربہ کیا ہے خود بخود یہ کیا ہے اور درجنوں بار سوچا ہے کہ کیا میں بھاری میں یہی رہے بغیر حقیقی تو نہیں ہے۔ خیر فطری تو نہیں ہے۔ ہیرا میں نے اس لیے کہا کہ میں صمیم الدماغ ہوں میری حیثیت کے چند عوامل ہیں جن کی ذمہ داری ہے۔

میرے ایک کائنات کی ابتدائی تربیت کا یہ یعنی ماں کی آغوش سے شروع ہوئی۔

میرے بچپن میں ان کے شوقین۔

میرے چار۔ دنیا میں لینے والوں سے اخلاقی دوری۔

مجھے وہ مقام بھی نہ ملا جو نیک فطری کو جنم دیتا ہے جو دل میں ماں کی مانتا ہو گا تب جو باپ کے چوڑے ہاتھ کے لمس کا احساس ملتا ہے اس بھائی کی آنکھ کھلی نظر آئی مجھے جو آبرو کا محاذ نظر ہوتا ہے میں نے اس میں کبھی نہیں دیکھا جو بڑی ہوتی ہے کو ماں جی متناہی ہے

چھوٹی ہوتی ہے تو اولاد جیسا بیا۔

ہاں میں ان لفظوں سے واقف ہوں لیکن ان سے خدائی کے احساس کا شہکار اور کوئی کی بعض اوقات اڑتے رنگ اختیار کر جاتی ہے۔

زندگی کے رنگ چلتے رہے اس دوران کوئی ایسی تبدیلی رونما نہ ہوئی جو قابل ذکر ہو پھر طبیعت اڑنے لگی اپنے آپ سے اپنے ماحول سے بیزاری ہونے لگی یہ کہا ہے کہ یہ سب کچھ کہہ کر زندگی صرف اتنی ہی ہوتی ہے۔ دولت کی ریل ٹریل بیک اسٹیٹمنٹ منافع عیش و عشرت مسروں سے نفرت خود مختار و دھندلائی ہوں کھینچیں یہی سب کچھ تو مقصد حیات نہیں۔

کچھ دن کے لیے اس بیزاری سے نجات پانے کا فیصلہ کیا اور اتفاقاً سے ایک مصروفیت بھی پانے لگی چاہا جانا تھا میرے لیے کیا شکل اختیار کیا رہا ہوں اور میں تو کبھی بھی میرا بندیدہ شہر لیکن اتنا صاف ستھرا کہ جی خوش ہو جائے۔ رات اندھیرا کچھ سے سووے ہوئے۔

مضافاتی علاقے میں۔

نئی پیش منظر میں۔

دھندلائی ہوتی ہے۔

چاند کی جی کے دھندلائی۔

کے دامن میں۔

یہ دھند۔

دوسرے دن میں اس۔

سعدیہ دھند کیا ہے اس کے۔

اختیار کیا تھا میں اس۔

تجربہ گاہ جمائے آگے۔

بڑھتی رہی۔ اور پھر وہ دھبہ واضح ہو گیا۔ ایک چھوٹا سا مکان تھا کسی خوش فوٹی اور بڑا انسان کی تلاش۔
 کون ہے وہ؟ مکان کے خوش رنگ پھولوں کے پھرے احاطے کے پاس مجھے سڑائے ڈالنے کے عام سے جا پائوں کے برعکس بلند و بالا قد کے مالک بیکری طرح سیدھے اور ڈانٹا بڑی دلکشی منکراہٹ تھی۔ مجھے اندازے کی دعوت دی اور میں نے چھوڑا چھوڑ دیا۔
 ”انڈین؟“ انہوں نے پوچھا۔
 ”ہاں۔“
 ”بالکل ٹھیک۔ بہت دور سے یہ سفید دھبہ، دیکھا تھا اس کا حال معلوم کرنے کی تو یہ ایک خوبصورت مکان نظر آیا۔“
 ”کتنی دور سے؟“ انہوں نے سوال کیا۔
 ”یہاں سے ان ٹھنڈوں کا پس منظر تھم چھو۔“
 ”بلبل کافی پسند ہے۔“
 ”کیوں نہیں؟“
 ”میں نے خود کا شت کی ہے۔ اندر آؤ۔“
 ”آپ کا یہ مکان بے حد خوبصورت ہے۔“
 ”میرا پسند ہے۔“
 ”میں کو شل کداری ہوں۔“
 ”کون سی ریاست ہے تمہاری۔“
 ”ہندوستان کے ہر گوشے میں کداریاں بکھرے پڑے ہیں اور ان کی کوئی ریاست نہیں ہوتی۔“
 ”گدا۔“ وہ مجھے غور سے دیکھ رہے اور پھر آہستہ سے چونک پڑے میں نے اس بات کو بخوبی محسوس کیا تھا۔
 ”آپ مجھے دیکھ کر چونک پڑے ہیں۔“
 ”تمہارا اندازہ درست ہے۔“
 ”کیوں۔“
 ”کافی تیار کرنے کی اجازت دو۔“
 ”میں ان کو روک نہیں ہے۔“
 ”نہیں۔“
 ”میں آپ کے کچن تک چلوں گی۔“
 ”آؤ، سڑائے ڈالنے کے جواب دیا اور خاموشی سے ان کے ساتھ آگے بڑھی، سڑائے ڈالنے کی شخصیت مجھے دلچسپ لگ رہی تھی کھڑی دیر کے بعد وہ ایک انتہائی کشادہ کچن میں داخل ہو گئے اور پھر کافی کی تیار پوائیں، میں

ان کی مدد کرتی رہی۔
 ”آپ نے بتایا نہیں؟“ میں نے پھر سوال کیا۔
 ”بتا دوں گا جلدی میں ہو۔“
 ”نہیں۔“
 ”گنگو کا کمی کے دوران زیادہ مرادیتی ہے، سڑائے ڈالنے کہا اور میں ان کی اس بات سے متغی ہو گئی واقعی بلیک کافی لاجواب تھی، میں نے حیرت سے پوچھا۔
 ”اس کا ٹیسٹ اؤکھا ہے۔“
 ”میں نے نہیں بتایا تھا کہ میں نے خود سے کاشت کر لیا ہے، براہِ عمل سے پورے منگائے تھے۔ اور ان میں کچھ اپنی جگہ طرازی کی ہے۔“
 ”آپ کیا کرتے ہیں۔“
 ”کچھ نہیں، انہوں نے جواب دیا۔
 ”پھر وہی سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ کیوں۔“
 ”سڑائے ڈالنے کافی کا گھوٹ لینے کے بعد۔“
 ”تم نے پوچھا تھا کہ میں نہیں دیکھ کر چونک پڑا کیوں ہوں۔“
 ”جی۔ بوجھا تھا۔“
 ”اس کا جواب نہیں لگو۔“
 ”لہنا چاہتی ہوں۔“
 ”تم بڑم کو شل کداری یہاں تک میرا اندازہ ہے تمہاں اٹھنی شخصیت کی مالک ہو ایک ایسی شخصیت جو سامنے سے میرا ہے جو اپنے اندر ایک جواز رکھتی چھپائے ہوئے ہے وہ اس جواز کو بھی برقرار رکھنے کے لیے دن رات کوششیں کرتی ہے لیکن کبھی کبھی یہ جواز بھی الہامی ہر کتاب کے اپنے آپ پر قابو پا کر ناممکن ہو جاتا ہے میں سڑائے ڈالنے کی اس بات پر حیران رہ گئی۔
 ”آپ نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا؟ میں نے پوچھا۔
 ”میں نے اس سوال کا جواب دو کر یہ درست ہے یا نہیں۔“
 ”گنگو بڑا درست۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”میرا بہن، میں متغی انسانوں کو بڑھتا ہے اور میں نے اسی میں تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ تمہارا انسان ہوں اس لیے زیادہ جھگڑوں کی ضرورت نہیں بھیجی آتی، بڑی دنیا یہیں بسا رکھی ہے اور اس دنیا میں مطمئن ہوں۔“
 ”وہاں اس دنیا میں کوئی مطمئن بھی ہے۔“
 ”ہاں ہے۔ میں ہوں۔“ سڑائے ڈالنے کے جواب دیا۔
 ”آپ نے اپنے مستقبل پر غور کیا ہے۔“

”کیا ہے۔“
 ”کیا ایک تنہا مستقبل انسان کے لیے باعثِ فحشت ہو سکتا ہے۔“
 ”ہو سکتا ہے، بشرطیکہ اس نے مستقبل کے لیے پلاننگ کر لی ہو۔“
 ”آپ کی پلاننگ کیا ہے۔“
 ”بنانا نہیں چاہتا اور اس سے نہیں کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا، سڑائے ڈالنے نہایت صاف گوئی سے جواب دیا۔
 ”گدا، آپ کے اندر نمایاں خوبیاں ہیں۔“
 ”لیکن تم نے مجھے متغی کر دیا ہے۔“
 ”کیوں۔“
 ”اس لیے کہ یہ خوالہ کی اگر غلط راستے سے پھٹ گیا تو مجھے کس کے لیے شدید نقصان کا باعث بن جائے۔“
 ”میں نے صرف خود نقصانات اٹھائے ہیں اور میں کو نقصان پہنچانے سے گریز کیا ہے۔“
 ”یہ گریز بڑا فرائض رہ سکتا، سڑائے ڈالنے جواب دیا۔
 ”کیا مطلب۔“
 ”کسی وقت یہ دوسروں کی جانب بھی رخ کر لے گا میرا دعویٰ ہے۔“
 ”اور اگر میں کہوں کہ ایسا نہیں ہوگا تو۔“
 ”تو میں خود کٹی کر دوں گا۔“
 ”کیا مطلب۔“ میں نے حیرت سے کہا۔
 ”دیکھو کو شل کداری میں نے زندگی میں کبھی نہیں حاصل کیا سوائے ان اندازوں کے اور میں ان پر فخر کرتا ہوں اور ایمان رکھتا ہوں اگر کسی کا ایمان ہی ختم ہو جائے تو پھر اسے خود کٹی کر لینا چاہیے۔“
 ”آپ کو مکمل اعتماد ہے کہ میرے اندر کا جواز مکمل ایک دن غلط راستہ اختیار کرے گا۔“
 ”ہاں۔ اس کے آخری حد تک امکانات ہیں لیکن اسے روکا جاسکتا ہے اور اگر تم مجھ سے تعاون کرو تو یقیناً میں اس نیلوی کو روک دوں گا جو کسی دن تمہارے ذریعہِ رونما ہو سکتی ہے، میں ہنس پڑی اور پھر میں نے کہا۔
 ”آپ نے سڑائے ڈالنے مجھے ایک اٹھنی سوچ دے دی ہے۔“
 ”لیکن میری سوچ غلط نہیں ہے۔“
 ”چلیے ٹھیک ہے مان لیتی ہوں لیکن کیا اس مسئلے

کا کوئی حل ہے۔“
 ”ہاں ہے۔“
 ”کیا ہے۔“
 ”میں نے نہیں بہرے ساتھ تعاون کرنا ہوگا، مجھے ہر مکمل اعتراف کرنا ہوگا۔“
 ”اور اگر میں اس کا فائدہ کر لوں تو آپ مان لیں گے۔“
 ”مان لوں گا۔“
 ”جھوٹ بھی بول سکتی ہوں آپ سے۔“
 ”نہیں بول سکتیں۔“
 ”کیوں۔“
 ”اس لیے کہ میں تمہاری شخصیت کو بڑھ چکا ہوں تم کسی کے دیا نہیں نہیں آسکتیں کسی کے ساتھ مصلحت سے کام نہیں لے سکتیں۔ اور اگر اس مصلحت میں کوئی خاص جذبہ پوشیدہ نہ ہو تو تم بالکل ہی سچا بیان اختیار کر سکتی ہو اور تم بے جا جاتی ہو کہ اس میں کوئی مصلحت نہیں ہے۔“
 ”عجیب منطقی ہے آپ کی۔“
 ”لیکن ٹھوس اور سچ۔“
 ”دفعہ کیسے سڑائے ڈال میں آپ سے یہ کہوں کہ میرے اندر کا جواز مکمل سڑا ہو جائے تو مجھے اس سے خوشی ہوگی۔“
 ”اس کے بعد آپ کیا رو بہ اختیار کریں گے۔“
 ”میں نے نہیں ایک دوست کی حیثیت دی ہے ایک ایسے دوست کی جو ایک اندکی میں آ جاتا ہے لیکن اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا میں بھی نہیں نظر انداز نہیں کر سکتا۔“
 ”آپ کا بے حد متغی سڑائے ڈال۔ واقعی آپ نے میرے اندر ایک نئی سوچ دکا دی ہے۔ مجھے متغی دیکھ کر میں کیا کروں۔ مجھے کیا کرنا چاہیے میرے لیے ایک ٹھوس سچا ہے کہ آپ نے میرے اندر کی ضروری چیزیں سے کہاں سڑائے ڈال ایسی ہی بات ہے میں اندر ہی اندر مسک رہی ہوں مجھس رہی ہوں میں نے اپنی اس تپش کو کھجائے کے جو طے اپنے اختیار کیے ہیں وہ مجھے ناکام محسوس ہو رہے ہیں، میں زندگی میں کوئی ایسی تبدیلی چاہتی ہوں ایسا کوئی کام چلی جاتی ہوں جو میرے وجود کی اس تپش کو سرور دے۔“
 ”میں نہیں ان راستوں پر لے جاسکتا ہوں ڈیٹر کو شل کداری، اختیار میں نہیں ان راستوں پر لے جاسکتا ہوں لیکن اس کے لیے نہیں مجھ سے انتہا پور تعاون کرنا ہوگا جتنا لوگوں کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔“

”میرے لیے مشکل نہیں ہوگا میں نے سر دلے میں کہا اور
مستر نے لڑکھے دیکھتے رہے پھر انہوں نے اپنا چڑا ہاتھ پوری
طرف بڑھا دیا اور میں نے ان سے ہاتھ ملائے ہوئے غصے
کیا کہ یہ ہاتھ کسی انسان کا نہیں ہو سکتا فولاد کی طرح سخت
اور ایسی کی مانند ٹھنڈا اور زندگی سے عاری مسٹر نے ٹوکی
شخصیت مجھ پر ہمارا انداز ہوئی تھی اور طبل غصے کے بعد میں
کسی کے سامنے اپنے آپ کو مغلوب پایا تھا اب دیکھنا یہ
تھا کہ مسٹر نے ڈوبہری شخصیت کے اس بھنور کو کس طرح ختم
کرتے ہیں۔

والی نن پھوٹے ٹرائے تو اپنی منفرد شخصیت سے
مجھے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور میں ان دنوں
ان کے افکار و خیالات سے استفادہ حاصل کر رہی تھی۔
اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی شخصیت پر سرخوشی اور ان
کی گفتگو طبعیت سے بھر پور تھی۔ وہ میرا تجربہ کر رہے تھے وہ
ایک دن کہنے لگے۔

”تمہارا ماضی میرے سامنے آجائے تو تمہارا ذہنی علاج
کرنے میں مجھے بہت آسانی ہو سکتی ہے۔“
”میرا ماضی کیسے آپ کے سامنے آئے گا؟“
”تمہارے ذریعے۔“
”میں سمجھی نہیں۔“

”آسان ہی بات ہے تم مجھے سب کچھ بتاؤ گی۔“
”میں مسٹر سے تو اس سلسلے میں، میں آپ سے متعلق
نہیں ہوں۔“
”کیا مطلب؟“
”ہمارے ہاں کے حکماء کے بارے میں آپ نے پڑھ لیا۔“
”کیا۔؟“

”بعض پر دھماکا باندھ کر تین لپٹنوں میں ہونے
والی بیماریاں بنا دیا کرتے تھے۔“
”وہ سب قہقہے کہا بیوں کی باتیں ہیں۔“
”وہ نہیں مسٹر ان کہا بیوں میں چھتھ نہیں پڑی ہو
ہیں۔“
”میں نہیں مانتا۔“

”نہ مانے، لیکن میں اپنے ماضی کے بارے میں آپ
کو کچھ نہیں بتاؤں گی۔ اگر اپنے علم سے آپ کوئی اندازہ لگا
سکتے ہیں تو خود لگا لیجیے۔ ورنہ پھر میرا آپ سے اتفاق ممکن
نہیں ہوگا۔ مسٹر اسے تو بکری لگا بیوں سے میرا جائزہ لینے
کے پھر انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

”تھک ہے یہ ذہن داری بھی میں ہی پوری کروں
گا۔ لیکن مسٹر اسے تو یہ ذہن داری پوری نہ کرسکے، اچانک
ہی مجھے اپنی ذہن داریوں کا خیال آگیا۔ جاپان آئے کے بعد
میں نے اپنی دوا کی فطرت سے کام لے کر کچھ عرصے کے لیے
اپنا ماضی بھلا دیا تھا اور یہاں کی دھاتوں میں گہرے ہوئی
تھی، خاص طور سے یہ علاقہ جو براہِ پسندیدہ علاقہ تھا یہاں
آکر میں اپنے ماضی کو قطعی فراموش کر دیا کئی مہینے۔ اور اس
طرح مجھے ایک ذہنی سکون حاصل ہوتا تھا۔ جب مجھے
اپنا مقصد یاد آیا تو میں چونک بڑی۔ ظاہر ہے اس سے
زیادہ وقت اپنی کاروباری زندگی سے دور رہ کر صرف کرنا
میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں ہوش میں آگئی کہ
خواہ مخواہ کی انھیں پال لی تھی میں نے مجھے بھلا کر پڑی
ہے اپنا ذہنی تجربہ اور اس کا علاج کرنے کی۔ میری زندگی
ایک ممکن زندگی ہے اور اس زندگی میں کوئی بھول نہیں
ہے، اپنی پسند سے جیتی ہوں، اپنی مرضی کے مطابق شکار
کرتی ہوں اور ہر سکون زندگی گزار رہی ہوں، لوگ میری
ذہانت کا لوہا مانتے ہیں، اور کیا چاہیے مجھے اس دنیا سے
اور کیا چاہیے۔؟“

چنانچہ ضروری نہیں تھا کہ میں مسٹر سے ٹوکرائی ایسی
کے بارے میں بتائی، خاموشی سے ایک دن بیچہ جھوٹ
دی، تو کچھ گئی اور یہاں سے ایک فلائٹ سے اپنے وطن
جہن پڑی۔ کیا نہیں تھا یہاں میرے لیے زندگی سے
بھر پور زندگی سارے کے سامنے موجود تھی، وہ جو
نئی نئی کہانیاں سناتے ہیں وہ جو نئی نئی کہانیاں لکھیں
دیتے ہیں میری انجیل فرس، کہ ہاں نگاہ تھی، فنانس مسٹر
اور پھر سب سے بڑھ کر ہر اماؤنٹ کلب، ریسک لعل جی
فائیو اسٹار فیئر کر رہے تھے اور بجائے انہیں اس سے ایسی
کیا دلچسپی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ اپنی تمام تر قوتیں اس پر
صرف کر رہے تھے، اور میں صرف ایک معمولی سی رقم کے عوض
اس کر دڑوں کے برو جیکٹ کی فطری پرست پادشہی ان
تمام کاروائیوں کے بعد بھلا اپنی زندگی میں خلا محسوس
کرنا کہاں کی دانش مندی تھی اور پھر خلا تھا، کیا میری
زندگی میں، لوگ مجھے کٹاری کہتے ہیں۔ دودھاری تلوار
جو دو لڑائی سمیت سے چلتی ہے اور اپنے مخالفین کو کاٹتی
چلی جاتی ہے اور اس تلوار کی کاٹ کے سب ہی خائل تھے
اور ضرورت پڑنے پر میرا سپہا رالیت تھے بلاوجہ مسٹر نے
کے فلسفے میں آکر مجھ کو قہقہے مٹی تھی۔ بعد میں یہ احساس ہوا
کہ اپنے آپ کو ہر شخص کے سامنے بھلا کر نا دانش مندی

نہیں ہے، جاپان سے واپسی کے بعد اپنے کاروباری
معاملات پر پوری پوری لگا میں دوڑا میں، بعض چیز
ابھنیں بھی درپیش آئیں اگر کوئی سرکاری ہوتا تو میرے
معاملات میں ذرا مدد کر سکتا تھا، لیکن ان دنوں جیسا
کہ میں نے کہا کہ آؤٹ آف سرکریز تھی اور میری زندگی میں مشکل
رہی تھیں اپنے معیار کے تلاش میں۔ میں نے دل میں سوچا
کہ اخبار میں اشتہار دے دوں، اور اسٹرو لو کے لیے آئے
والوں میں سے کوئی سبلیکشن کر لوں۔ لیکن اس کے لیے
بھی وقت درکار تھا۔ اور ایسے کاموں کے لیے وقت نکالنا
بھی مجھ جیسے لوگوں کے لیے ذرا مشکل ہی تھا۔ جیون کار
کی صورت بھی نہیں دیکھی تھی اس دن کے بعد کینو
اس کی ذات کے ساتھ ایسا کھانا ٹاٹھوڑا لہستہ تھا
جو مجھے منہ مڑنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ مجھ سے کیا ابھی
شکل پائی تھی، لیکن لیکن اسے یاد کر کے ہمیشہ ہی مجھے
ہنس آجاتی تھی، کتنی جاہلت سے میں نے اسے کا
تھا، لیکن اس کی کاٹ میری کاٹ سے کچھ زیادہ ہی
خطرناک تھی۔

غرض یہ کہ زندگی معمول کے مطابق گزرنے لگی،
اور اس معمول میں ہر اماؤنٹ کلب بھی شامل تھا،
اور ہر اماؤنٹ کلب میں اس کی اپنی کہانیاں۔ اور یہ
خونی ہر اماؤنٹ کلب ہی کی تھی کہ وہ ہمیشہ نئی کہانیاں
کو جنم دیتا رہتا تھا۔ شاید وہاں آنے والے ہی کہانیاں
کی تلاش میں ہی آتے تھے، اس کلب میں بڑے بڑے
گلا کار موجود تھے اور وہ اپنی کلاسیکی ڈنسی شکل میں پیش
کرتے ہی رہتے تھے، اور سچی بات تو یہ ہے کہ جتنے دن ہند
آپ کو نظر آتے ہیں وہ جو راتوں رات ارب پتی اور کرب
پتی، ان جلتے ہیں۔ وہ بہت بڑے فنکار ہوتے ہیں اور
یہ ان کا فن ہی ہوتا ہے جو انہیں مختلف طریقوں سے
اس دولت کے حصول میں مدد دیتا ہے۔ ورنہ لوں تو
ڈنسی کی آبادی کتنی بڑی ہے اور کتنے لوگ اس میں
کامیاب فنکار ہوتے ہیں، لیکن کامیاب فنکار دنیا بیاں
ہو جاتے ہیں، وہ جو اپنے فن پر غور کرتے ہیں اور ایسے
فنکار ہر جگہ بھرے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی کلا
کے اظہار کے لیے مخصوص ٹھکانے ہی ڈھونڈتے ہیں آپ
پیراماؤنٹ کلب کو ہم ایسے فنکاروں کا بہت بڑا کلب کہہ
سکتے ہیں، کیونکہ یہاں جو لوگ آتے ہیں ان کا تعارف
میں آپ سے قصور الفاظ میں کر چکی ہوں۔ ایک سے
ایک ایک اونچی فنکار، ایک سے ایک شاعر اور ایک سے

ایک دولت مند اور اپنی دولت مندوں میں جھگڑا
پڑ رہا ہے۔
جنگ لعل چورسیا بڑی خوب یوں کے مالک تھے
نرم گفتگو نرم انداز میں کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے
تھے۔ اچھی خاصی شخصیت کے مالک تھے اور اپنے نام کی
طرح پورے اور مسرے ہوتے تھے، بلکہ اچھی خاصی شخصیت
تھی ان کی۔ گو عمر کا تھی، اور خود انہوں نے کبھی نوجوان
بننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لیکن یہ تو ایک اظہار تھا
نوجوان بننے کی کوشش تو یہ بھی تھی کہ وہ نوجوانوں کے
درمیان نوجوانوں جیسی حرکات میں مشغول رہا کرتے تھے
اور ہر اماؤنٹ کلب کی تربیت تھے۔ ویسے ان کے
ٹھیکوں کا حال بھی بڑا شاندار تھا۔ بہت ہی بڑی بڑی
کہنوں سے ان کا لعلق تھا اور ان میں نہ کہیں ان کا کام
چلتا ہی رہتا ہے۔ لیکن سورج کے عواطف میں بہت
سجھدہ تھے اور ہنستے تھے کہ انسانوں کو ہمیشہ روزی کی
تلاش میں سرگرداں رہنا چاہیے۔ چنانچہ وہ روزی کی
تلاش میں سرگرداں رہتے تھے۔ بجائے کہوں وہ ہر اماؤ
کلب کے بیشتر ممبران سے کچھ نا راضی ہی رہتے تھے اور عموماً
خاص قسم کی مصلوں میں جنگ لعل چورسیا کو نظر انداز
کر دیا جاتا تھا اور اس کی شکایت بھی وہ بڑے خلوص سے
کیا کرتے تھے۔ لیکن لوگ بھی طے کر چکے تھے کہ ان کی کسی شگ
کو قابلِ اعتناء نہیں گئے۔ جنگ لعل چورسیا ان تمام باتوں
کو محسوس نہ کرتے تھے۔ لیکن یہ ان کی خونی تھی کہ وہ ان سب
کو نظر انداز کر دیا کرتے تھے۔ خود ہر اماؤنٹ کلب کے
کئی ممبر ایسے تھے جو جنگ لعل چورسیا کے لیے سونے کی
کان ثابت ہو سکتے تھے۔ لیکن ان کی دای بد قسمتی ان لوگوں
کے آسے آتی تھی، اور وہ ان لوگوں کا انکشاف حاصل کرنے
میں ناکام رہتے تھے۔ ایک بار مجھے بھی اس سلسلے میں
ان کی گفتگو ہوئی تھی۔

”مجھ میں نہیں آتا دہری کی کچھ میں کیا کی ہے؟
لوگ ہمیشہ ہی مجھے نظر انداز کر دیا کرتے ہیں، اب دیکھیے
نا یہاں اتنے لوگ، میں غیر ملکی کہنوں کو کھینکے دے
دیتے ہیں، حالانکہ میں غیر ملکی کہنوں کے مقابلے پر
ہی کام کرتا ہوں۔ لیکن مجھ سے ہر سارے کے سارے
بدول رہتے ہیں، آپ دانش ور ہیں آپ میری رہنمائی
کیجیے آخر کیا کی ہے مجھ میں؟“
”ارے یہیں جنگ لعل ہی۔ ہم تو آپ کے بارے
میں بڑے اچھے خیالات رکھتے ہیں۔ مجھے یہ سوچا بھی نہیں

ہم نے کہا آپ نہیں کوئی کمی ہے۔

”بر کوئی کمی ضرور ہے مجھ میں، میں اس کا تجربہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور آپ دیکھ لیں گے کہ ایک دن میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ یہی لوگ اپنے سارے کام مجھ سے نہ کر رہے تو میرا نام بھی جنگ لعل چور سبیا نہیں اور میں جتنی بھی کجنگ لعل چور سبیا اس سلسلے میں دل کی بھروسہ نکلتے ہیں، لیکن حقیقت یہ بھی کہ جنگ لعل چور سبیا نے اپنے اندر موجود کمی کو بالآخر دریافت کر لیا، ان دنوں ان کے بارے میں شناہار باہانگہ وہ نہیں باہر گئے ہوتے ہیں اور اکثر ان کے تذکرے بھی آجاتے تھے لیکن جب میں تو گویا واپس لوٹی تو جنگ لعل چور سبیا بھی واپس لوٹ آئے تھے اور پیراماؤنٹ کلب میں جس دن داخل ہوئی تو میں نے لوگوں کی زبان پر ایک نیا نام سنا، شیلارام جی۔

”یہ کون ہے؟“ میں نے وٹوکار سے پوچھا۔

”جنگ لعل چور سبیا کی بھتیجی۔“ باب کا انتقال ہو گیا ہے اور جنگ لعل جی اسے اپنے ساتھ ہی لے آئے ہیں۔ اچھے گھر کی لڑکی ہے اداں رہتی ہے، چنانچہ جنگ لعل جی اسے پیراماؤنٹ کلب میں لے آئے ہیں۔

”لیکن یہ لوگ اس کے نام کی مالاکیوں چپ رہے ہیں؟“

”اُس لیے کہ اس کا چہرہ دودھا اور مہسک آ میرش سے گندھا ہوا ہے۔ گالوں پر کٹھیری سیبوں سے رنگ چڑا کر منتقل کر لیے گئے ہیں۔ آنکھوں میں رنگال کا جادو رکھا ہوا ہے اور لوگوں کا کہنا ہے کہ اس جیسی آنکھیں کسی کی نہیں دیکھی گئیں۔ اور خود ہی کا گڑھا انا خوبصورت ہے کہ بہت سے لوگ اس گڑھے میں گر کر اپنے پاؤں بھینسا چکے ہیں۔“

”ارے واہ ذہن کی موت ہے کہاں؟“

”جنگ لعل جی کے ساتھ آتی ہے۔ بہت ہی بزدل قسم کی لڑکی ہے۔ ویسے جنگ لعل جی کا کہنا ہے کہ وہ اسے لوگوں میں بھلنے مٹنے کی دعوت دیتے ہیں۔ بھلا اگ ہنگام زندگی بھی کوئی چیز ہے اور پھر وہ اسے اسی لیے لے آئے ہیں کہ اس کا جی بہل جائے۔ ورنہ چچا بھتیجی کا ایک ساتھ ایک کلب میں داخل کیا معنی رکھتا ہے۔“

پھر میں نے شیلارام جی کو دیکھا اور دفعتاً ہی میرے ذہن میں جنگ لعل چور سبیا کے الفاظ گونجنے لگے۔ اگر ان سب کو چیت کر کے نہ رکھ دوں تو میرا نام بھی جنگ لعل چور سبیا نہیں۔ آخر میرے اندر ایسی کیا کمی ہے جو لوگ

مجھے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ شیلارام جی کو جنگ لعل جی کے ساتھ آتے دیکھ کر میں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ بالآخر جنگ لعل جی نے اپنی کمی پوری کر لی ہے اور اس کے بعد میں نے جنگ لعل جی کے گرد ان لوگوں کا جمع دیکھا جو میں ان کا نام لے کر ناک بھول چلا تھا۔ اب ان میں سے کس کس کا نام گواؤں؟ آپ کو سارے کے سارے وہی تھے جو کسی حسین چہرے کو دیکھ کر فراموشی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے گرد بھینٹنے لگتے تھے اور اس کے بعد نئے نئے نمائش شروع ہو جاتے تھے۔ گول مٹول اور ٹھٹھکے سے چند لعل جی بھی جنگ لعل جی کے پاس پیچھے ہوتے تھے اور پیچھے ہٹنے کو ہٹاتے پھر رہے تھے۔ غالباً وہ جنگ لعل جی سے کوئی اہم بات کرنا چاہتے تھے لیکن جنگ لعل جی کو اب یہ احساس ہو گیا تھا کہ پارس جی ان کے ہاتھ اٹکی ہے اور وہ جسے چھو نہیں گئے وہ پارس جی جاتے گا۔ چنانچہ وہ ذرا احتیاط سے لوگوں کو چھو رہے تھے صرف چند لعل جی ہی کیا اور پھر بہت سے دوسرے لوگ تھے جن کے دل میں اچانک ہی جنگ لعل چور سبیا کے لیے عجیب جھوٹ پڑی تھیں اور وہ سب کے سب انہیں مشورہ دیتے تھے کہ وہ اپنی بھتیجی شیلارام جی کو کس کس طرح یہاں کے ماحول میں ہم کریں کہ اس کا جی بہل جائے۔ کچھ لوگوں نے تو خود شیلارام جی کو بہلانے کا بیڑہ لینے کی پیشکش کر دی تھی اور اپنا بیڑہ بھروا تھا۔ لیکن جنگ لعل جی کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے ابھی اپنے بیڑہ کو بھرا نہیں ہے۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ جنگ لعل چور سبیا نے واقعی اپنی کمی پوری کر دی ہے اور اب اسے یقیناً برے برے چھپکے مل جائیں گے اور میرا یہ سوچنا درست ہی تھا۔

پہلے اور ٹھٹھکے بدن والے چند لعل جی نے سب سے پہلے جنگ لعل جی کو ایک چھک دیا تھا۔ اور اس سلسلے میں کافی معلومات مجھے وٹوکار جی سے حاصل ہوئی تھیں جو خود بھی ایسی ہیرو کی ناگ میں رہتا تھا اور لیلوٹ کلب کے خاؤں میں دوپٹی رکھتا تھا۔

”سنا آپ نے کوشل کمار جی جی۔“

”کیا۔؟“

”چند لعل جی نے جنگ لعل چور سبیا کو اٹھا لیا۔ لاکھ روپے کا ایک چھک دیا ہے اور ایک بہت بڑے چھکے کا وعدہ بھی کیا ہے۔“

”خوب گویا جنگ لعل جی صبح صبح چھکے لگا رہے ہیں۔“

”بالکل۔“

”اور ان کی پارس جی تو بڑا ہی کام کر رہی ہے آپ نے غور نہیں کیا۔ وٹوکار جی ہی دیر کے بعد دیکھ لیجیے گا کہ وہ چند لعل جی کی میز پر نظر آئے گی۔“

”اوسے نہیں کیسے اندازہ ہوا اس بات کا؟“

”ہم بھی آپ ہی کے کشادہ دہیوں کو شل کمار جی جی۔“

”وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن تم نے اسے نام خوب دیا ہے۔ یقین کرو یہ نام پہلے ہی میرے ذہن میں آیا تھا۔“

”کون سا نام؟“

”پارس جی۔“

”جی بات یہ ہے کہ کوشل دیوی کو آج کل کسی پارس جی کے بغیر انسان کا دولت مند بننا ممکن نہیں رہا ہے۔“

”ہاں تو یہ صبح کتنے ہو دو نوکار۔“ میں نے جواب دیا اور وٹوکار جی کو ہنسا دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ جو کچھ اور ہاں ہے وہ نہ تو میری نگاہوں سے اوجھل تھا اور نہ کلب میں ہو تو دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے۔ اور اس وقت تو لطف ہی اچھا۔ جب چند لعل جی جو فیوض پیر شیلارام جی کے ساتھ رفصال نظر آئے۔ شیلارام جی ان کی نازک ہڈی کا مٹی اور اپنے چند لعل جی بھگوان کی دیا سے چند کا درخت۔ شیلارام جی اس درخت کی آڑ میں بار بار چھپ جاتی تھی اور دیکھنے والوں کو کسی طور نظر نہیں آتی تھیں لیکن جب وہ ایک بار لہرائے تو پارس جی نظر آ جاتی تھیں۔ لوگوں کے لبوں پر مسکرائیں تھیں اور انکھوں میں جلیں کا احساس، ہر طور پر بات طے تھی کہ ان دنوں پیراماؤنٹ کلب میں ہم کردار جنگ لعل چور سبیا اور شیلارام جی ہیں۔ پیراماؤنٹ کلب میں اس وقت سب سے دلچسپ کہانی شیلارام جی کی ہی تھی۔ ویسے دلچسپ بات یہ ہے کہ پارس جی کہاں ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہوتی تھیں۔ پیراماؤنٹ کلب میں ایک بار پیراماؤنٹ کلب میں آئے جاتے تھے اور ہر ایک کی اپنی ایک ساکھ تھی۔ اتنے بڑے بڑے دولت مند جن کی دولت کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا لیکن پیراماؤنٹ کلب میں آنے کے بعد سب اپنے آپ سے وہ تمام بامادے اٹا رہتے تھے جو انہوں نے دوسروں کے سامنے اٹھے ہوئے ہوتے تھے تو جان بوجھ کر وہ یہ بھی نہ کرتے تھے لیکن اس تمام میں سب ہی ایک جیسے تھے۔ چنانچہ سب کی بار ایک بین لگائی ایک دوسرے کو پڑھ لیا کرتی تھیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فرصت کے لمحات میں پیراماؤنٹ کلب میں آنے والوں کی اگر ریڈنگ ہی شروع کر دی جاتی تو کسی اور

مشغلے کی ضرورت باقی نہیں رہتی تھی کلب کے مستقل کرداروں میں بہت سے لوگ تھے جن میں کچھ بھونٹا تھا بھی تھا وٹوکار جی بھی تھے اور ایسے بے شمار افراد جو صرف دوسروں ہی پر نگاہیں رکھ کر تھے۔ کچھ بھونٹا تھا وٹوکار جی پیراماؤنٹ کلب کا جاسوس کہا جاتا تھا، مجھے اس ذریعے سے آگاہ تھا کہ چرب زبان پیرماؤنٹ کلب کا لالچ تھا اور اس بلے کا نہیں تھا جس بلے کے لوگ یہاں آ جاتے تھے، لیکن اگر پیراماؤنٹ کلب جیسی جگہ پر ایک ایسا شخص پہنچ جائے جو یہاں کے لوگوں کے معیار کا نہ ہو تو کم از کم اس شخص کے اپنے معیار کا اندازہ ضرور لگا یا جاسکتا ہے کہ وہ کس قدر مصلحتیوں کا مالک ہے کہ پیراماؤنٹ کلب جیسی جگہ میں ابھی جگہ بنا رہا تھا۔ پیراماؤنٹ کلب جی کا معاملہ چلتا رہا۔ ہم سب ہی جانتے تھے کہ بالآخر ایک ایک دن یہ معاملہ اختتام کو پہنچے گا۔ کچھ بھونٹا تھا نہ ایک دن کہا۔

”جانتی ہیں کوشل کمار جی اپنے جنگ لعل چور سبیا کو اس بھتیجی سے کتنا فائدہ پہنچا ہے۔“

”بھتیجی؟“ جیسے لوگوں سے کچھ معلوم ہو تو ہو جائے ورنہ میں تاک میں کسی کے نہیں رہتی ہوں۔

”بھتیجی؟“ میں تو تم جی نہیں رہتی، میں رہتی ہوئی کسی اتنی پسند آگئی ہے کہ تانکے رہنا ہی پڑتا ہے۔ میں نے جنگ لعل چور سبیا کو دیکھا تو وہ مسکرتے لگا۔ ولا۔

”ہم وہ لوگ ہیں جی جی جو جاتے ہیں کہ ہمارے پیروں کی پہنچ کہاں تک ہے اور کہاں تک ہم جاسکتے ہیں، چنانچہ جب ہم اپنے راستے بند پاتے ہیں تو پھر وٹوکار جی چھپ چھپا کر کام شروع کر دیتے ہیں۔“

”کام یہ بھی بڑا نہیں ہے کچھ بھونٹا تھا۔“

”ہاں۔ دیوی جی کم از کم اس طرح اپنا من شنات ہو جاتا ہے۔“

”تو کتنا فائدہ پہنچا جنگ لعل چور سبیا کو اپنے چند لعل جی سے؟“

”میرا خیال ہے لگ بھگ ایک کروڑ۔“

”خوب۔ خوب۔ ابھی خاصی رقم ہے کم از کم جنگ لعل چور سبیا جیسے آدمی کے لیے۔“

”ہاں۔ اور وہ کچھ کر رہا ہے چند لعل جی اسے جانتا ہے۔ نقصان کس کا ہوا؟“

”بھنگ کا۔“

”بھنگ بلے جاری ہی نہیں رہی ماری جاتی ہے کھیل

کچھ بھی ہو، میں ٹھیکو ناگہ سے متعلق تھی۔ ورنہ دیکھا تو بھی اس بار سے میں بائیں ہوتی رہتی تھیں، پھر اماؤنٹ کے اسکرین پر چہرے اور کردار بدلتے رہتے تھے اور کسی ایک سمت تو قہ قائم رکھنا بہت مشکل ہوتا تھا، چونکہ چند لعل یاد رکھنا تھا، جی کا مسئلہ صاف قدیم ہو گیا تھا اس لیے اب لوگوں نے بھی نئے کرداروں کی تلاش شروع کر دی تھی اور بہت سے کردار لوگوں کو مل بھی گئے تھے یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی، اور دوسری طرف میری ایسی زندگی تھی اور میں اپنے اطراف کا جائزہ لیتی رہتی تھی، اتفاق سے بہت عرصہ ہو گیا تھا، اس بار مجھے اور کوئی میرے مطلب کا اسکرین پر نہیں مل سکا تھا۔ یوں تو بے شمار لوگ ایسے تھے جنہیں میں اشارہ کرتی تو وہ میری خدمت میں حاضر ہو جاتے لیکن میرا سچا دشمن ایسے دیسے لوگوں کو برداشت نہیں کر سکتا تھا اور ان لوگوں شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کیونکہ میرے لیے وہ ٹانگ بھی بے جا ضروری تھا جو میرے اندر فی احساسات کو زندہ رکھتا تھا۔ بعض اوقات میری سہج کا انداز بدل بھی جاتا تھا لگا بہن جوان ہوتی جا، میں یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی کی لگا نہیں ہوں، لیکن کم از کم ایک شخصیت میری پسندیدہ ہو تو زندگی کا لطف دو بالا ہو جاتا ہے۔ اس دن بھی موسم ابراؤ دھوا، رات کو بارش ہوتی تھی اور میرے لان پر لگے پودے ٹھکے تھے۔ دن میں کوئی خاص کام نہیں تھا اور بارش نے طبیعت میں کسل مندی پیدا کر دی تھی۔ ہم ہوا میں پھرتی جگہ سے اندر داخل ہو رہی تھیں۔ میں نے گھر کی کھول کر پردہ ہٹا دیا، بادلوں کے خول کے خول آسمان پر پہنچل قدی کر رہے تھے، ان کا منظر بے حد حسین لگ رہا تھا ان کی چھاؤں میں مجھے اپنے لان کے درخت اور پودے نظر آ رہے تھے۔ سچی میں نے ایک منظر دیکھا اور اس پر لگا، میں جہاں یہ ہمارا مالی تھا اور دو سڑا کوئی اجنبی شخص روڈوں کے درمیان شاید کوئی تکرار ہو رہی تھی، بات سمجھ میں نہیں آئی اور میں اس منظر کو دیکھتی رہی ابھی خامی تیزی طاری ہو گئی تھی، ایک دو افراد اور آگے جو شخص مالی سے لڑ رہا تھا وہ میرے لیے بالکل آشنا تھا میں بوہی صورت حال جاننے کے لیے ابھی جگہ سے اٹھی، اور باہر نکل آئی مجھے دیکھ کر تمام ڈکریٹ گئے۔ وہ شخص کھڑا مالی کو گھور رہا تھا۔ دراز قامت تو جوان آدمی تھا غر تقریباً اٹھاسی اور پٹس کے درمیان ہوئی، لیکن دیکھنے کھانے کی چیز تھا۔ پورا جسم بالوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ کالوں پر بھی بال آگے ہوئے تھے۔ سر کے بال بہت

سخت، پیشانی تنگ اور آنکھیں کسی قدر خوبصورت تھیں جوڑا چوکا چہرہ لیکن اس کی شخصیت میں ایک عجیب سی وحشت خیزی نظر آتی تھی، پتلے پتلے ہونٹ ضرورت سے زیادہ سرخ تھے، میں نے اسے دیکھا اور اس نے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر مجھے سکایا۔ میں نے مالی سے پوچھا کیا بات ہے؟ "بی بی جی! بس کچھ غلطی ہو گئی تھی، بس غلطی تھی، یہ کام مانگ رہا تھا میں نے اس سے کہا کہ یہ باڑا ترش ہے اور اس سے پوچھا کہ کیا یہ باڑا آشنا جانتا ہے تو اس نے گردن ہلا دی اور میں نے یہ کام اسے سونپ دیا۔ سوچا تھا کہ دو روپے دے دوں گا مگر کام بھی ہلکا ہو جائے گا باڑہ بہت خواب ہو گئی ہے اور میں چاہتا تھا کہ پورے لان کی باڑہ بہت کردوں مگر دیکھتے ہیں اس نے باڑا کیا استہناس کیا ہے، مالی نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا اور میں باڑو دیکھنے لگی۔ پھر میں نے مالی سے کہا۔ "غلطی تمہاری ہے مالی اگر یہ کام نہیں جانتا تھا تو تم اس کی بخراں کرتے یا پھر کسی باہر کے آدمی سے کام ہی نہ کرائے۔" "بس غلطی ہو گئی بی بی جی!" "دیکھو جی ماکن اس نے ہم سے پوچھا کہ جیتا کچھ کام کرت رہو، ہم لوں کہاں کریں گے سو اس نے جو کام ہمیں بتایا اور جیسے بتایا ہم نے کر دیا اب اس میں ہمارا کیا قصور ہے، ہمیں دو روپے نہ دینے کے لیے ساری باتیں کر رہے ہیں کی افادہ بڑی کاٹ دار تھی، میں نے اس سے پوچھے جیسے شخص کو دیکھا اور مجھے کہوں میرا چچا ہا کہ اس کی کچھ مدد کروں میں نے اس سے پوچھا۔ "نام کیا ہے تمہارا؟" "میں نے کہا ہے ہمارا نام ماکن اور بہت روز سے ہم بے روزگار رہیں۔" "ہوں، میں تم اور کیا کام کر سکتے ہو؟ کام کر کے اس کو مٹھی میں۔" "کاہے نا ہی کریں گے ماکن رجنے کا ہے میں اس نے کہا۔ "ہوں ٹھیک ہے آؤ میں نہیں پیسے دوں گی گھر کی صفائی سنبھالنے پر کام کرنا ہو گا لیکن کر دے گے؟" "جرو کر کریں گے ماکن، مگر آپ کو خوش رکھے ارے دیکھا مالی کا کا اسے کہتے ہیں نقد، آئے تھے کچھ سے دو روپہ مکا کے واسطے پر مل گیا تھا تو لڑکی لاؤں نے کہا۔ اور میں اسے ساتھ لے کر اندر داخل ہو گئی معمولی سے ٹیبل

کچھلے کپڑے پہنے ہوئے تھا بدن پر میل جما ہوا تھا لیکن اس کے اندر چھپا ہوا جنگیز خان مجھے بہت خوبصورت نظر آیا تھا۔ ایک عجیب سا کھڑا پن تھا اس کی شخصیت میں، گواہ دار آواز میں انکساری تھی لیکن اس کی شخصیت مجھے پسند آئی تھی اور میں نے سوچا کہ اسے کچھ نقد واری سونپ دی جائے میں نے مجن کو اس کا کام بتایا اور اس نے خوش ہو کر کہا۔ "لیو ماکن یہ تو کوئی کام ہی نار ہے، آپ دیکھو ہم کس طرح اس کام کو کرتے ہیں، ہر زبان کچھ اگڑی اگڑی سی تھی، غلط الفاظ بولتا تھا، ظاہر ہے جاہل آدمی تھا، ہر طور میں نے اسے پیسے بھی دیے۔ اور اس سے کہا کہ وہ دوسرے دن سے اپنے کام پر آجائے، وہ مجھے دونوں ہاتھ جوڑ کر پرنام کرتا ہوا چلا گیا بات کوئی خاص نہیں تھی لیکن ہر طور بخانے کیوں تھے ایک خوشی سے ہو رہی تھی۔ میں نے اسے ملازم رکھ کر رہا نہیں کیا تھا۔ ہر طور شام تک میں اسے معمول لکھی اور شام کو تیار ہو کر پیرا ماؤنٹ کلب پہنچ گئی یہاں کی ویسپیاس آج کل کافی اچھی جارہی تھیں اس لیے تقریباً روزانہ ہی پیرا ماؤنٹ کلب کا رخ کر لیا جاتا تھا آج کلب میں کوئی خاص بات نہیں تھی، میں اپنی بیز پر جا کر بیٹھی تو دو نوکار میرے نزدیک آگیا۔ "آپ کے پاس بیٹھے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہوتا ہے کیونکہ آپ کی مصروفیات بعض اوقات بالکل مختلف ہوجاتی ہیں۔" "بیٹھو۔ بیٹھو، گفت کی باتیں مت کہنا کرو مجھے کون سا یہاں کسی سے شغف لڑنا ہے؟ میں نے کہا اور دو نوکار ہنسنے لڑے۔ "آپ سے عشق رولنے والا میرا خیال ہے ابھی تک پیرا ماؤنٹ کلب میں آیا نہیں ہے۔" "کیا مطلب؟" "معافی چاہتا ہوں کوشل کماری جی۔ آپ کے بارے میں بہت سے لوگ بہت سے انداز میں سوچتے ہیں مگر میرے خیال میں اب انہوں نے آپ کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا ہے۔ کوئی نیازی بیٹھے تو شاید آپ کے بارے میں کوئی غلط سلطانات سوچ بیٹھے۔ ایک بار کچھ معافی چاہتا ہوں اس بے خطرات کی۔" "نہیں کوئی بات نہیں ہے۔ میں ہنس پڑی۔ کم از کم لوگوں کی سوچ ہی مجھے معلوم ہو جائے تو میرے لیے باعث دلچسپ ہوتی ہے۔" ورنہ کماؤنٹ کو لولا۔

"ارے کماری جی۔ آپ چندن لعل کو دیکھنے کے لیے ہسپتال نہیں گئیں؟" "ہاں۔ کہا مطلب؟" "میں نے چونک کر پوچھا۔" "اوہو۔ ہو آپ کو پتا ہی نہیں ہو گا۔ اپنے چندن لعل جی بے چارے ہسپتال میں ہیں۔" "ارے ارے ہوا کیا ہے؟" "میں نے پتھر آنداز میں پوچھا۔" "کوئی خاص بات نہیں ساحل سمندر پر گھوڑے کی سواری کر رہے تھے، گھوڑے سے گر گئے۔" "ہاں۔ میں نے کہا اور بے اختیار میرا ہنسنے پھٹ گیا۔" "چندن لعل جی گھوڑے کی سواری کر رہے تھے؟" "جی ہاں جی، گھوڑے کی سواری۔" "مگر انہیں کیا سونپھی تھی، وہ چڑھ چکے گئے گھوڑے پر؟" "وہ چڑھا دیا، دہلوی جی۔ تو خوبصورت لڑکی اچھے اچھوت کو گھوڑوں پر چڑھا دیتی ہیں۔" "اوہو۔ اوہو۔ اس کا مقصد ہے کہ شیلارام جی بھی ان کے ساتھ تھیں۔" "وہ گھوڑے کی پشت پر نہیں بیٹھیں بلکہ وہ گھوڑے سے پیچھے تھیں۔" "وہ تھیں تو ساحل سمندر پر ہی نا؟" "اگر وہ ساحل سمندر پر نہ ہوتیں تو چندن لعل جی کو بھلا پانی میں جانے کی کیا بڑی تھی؟" ورنہ کماؤنٹ پر ناز انداز میں کہا اور میں پھر ہنس پڑی۔ "آخر یہ چندن لعل جی کو سونپھی کیا، میرا خیال ہے ان کے گھوڑے کی پشت پر بیٹھے گھوڑے کو بھی شدید نقصان پہنچا ہو گا۔" "بالکل درست کہا، دہلوی جی گھوڑا ہسپتال میں ہے، ورنہ کماؤنٹ اور میں ہنسنے لڑی۔ عقب سے مجھو نا کھڑ کی آواز سنائی دی۔" "اگر اجازت ہو تو میں بھی اس گفتگو میں کوئی دلچسپی لوں؟" "کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے مجھو نا کھڑ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں ثابت کر سکتا ہوں کہ اپنے چندن لعل جی کو گھوڑے سے گرایا گیا ہے۔" "تم ہمیشہ سسنی خیز باتیں کرتے ہو۔ بھلا یہ دعویٰ

تم کیسے کر سکتے ہو شمعو ناخن؟

”یہی تو شمعو ناخن کی خوبی ہے۔ ایک دن میں آپ پرانے شیلو جی کے بارے میں اور بھی بہت سے انکشافات کروں گا۔“

”مگر چند دن لعل جی کو کھوڑے سے کیسے گرا گیا ہے؟“

”کھوڑے پر چڑھ کر شمعو ناخن نے جواب دیا۔“

”کیا مطلب ہے؟“

”اور خود موہ جیوں دہری جی وہ پورے دوسو ساٹھ پونڈ کے آدمی، کھوڑا بے چارہ جھلا ان کی یہ طاقت کہاں سنبھال سکتا تھا اور پھر وہ جس طرح کھوڑے کی پشت پر چڑھے ہوں گے آپ خود سمجھ لیجیے، ایک طرف سے چڑھے ہوں گے اور دوسری طرف گر گئے ہوں گے۔“

”چوتھ کہاں لگی ہے؟“

”بے ہمت ہوئے چلے گئے۔“

”بہت سے لوگ چند دن لعل کی عبادت کے لیے ہسپتال پہنچے ہیں وہ جنہیں مستقل میں ان سے کوئی نہ کوئی کاروبار مل جانے کی امید ہے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ اپنے جنگ لعل چور سب اور شیلو رام جی تو ہسپتال ہی میں ہوں گے۔“

”جی نہیں جنگ لعل چور سب تو ہسپتال میں یوں نہیں ہیں کہ جو ٹھیکہ انہیں دینا تھا اس کے سارے کاغذات سرکاری اور غیر سرکاری طور پر رکھ ہو گئے ہیں چیک مل چکے ہیں انہیں اس لیے اب اس ہسپتال میں ان کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ باقی رہا شیلو رام جی کا معاملہ شیلو رام جی اس لیے ہسپتال میں نہیں ہیں کہ ہسپتال میں چند دن لعل جی کی دھرم پٹی ادران کے نیچے موجود ہیں۔“

”ادھر گڈ وبری لڈ بھی تم لوگ بڑی اچھی اچھی کہانیاں سناتے رہتے ہو گئے۔“

”ہاں دہری جی، تم سے رابطہ رکھیں، کہانیاں سنانے میں ہمارا کوئی جواب نہیں ہے۔“

”ہوئے کہا اور چند روز کے اندر ہی اندر مجھے معلوم ہو گیا کہ شمعو ناخن کا کھارہ دست، ہی ٹھنڈ جنگ لعل چور سب اب بھی پیراماؤنٹ کلب میں آتے تھے۔ شیلو رام جی یعنی ان کی بیٹی بھی ان کے ساتھ ہوتی تھی، لیکن ان دنوں شیلو رام جی اور الگ ٹھنڈک دھجی جا رہی تھیں یعنی الگ ٹھنڈک سے مراد یہ ہے کہ پیراماؤنٹ کلب کے آخری کونے کی میز پر جو اپنے رگھو ناخن، جھگوت ناخن وال والا کے لیے مخصوص

تھیں اور رگھو ناخن جھگوت ناخن وال والا جی ان دنوں کچھ نمبر ہی کام کر رہے تھے جن کا براہ راست سلسلہ اپنے جنگ لعل چور سب سے تھا۔ رگھو ناخن، جھگوت ناخن کے بارے میں بھی تفصیل بنانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے جیسے دوسرے دولت مند سمجھتے ہوتے ہیں ویسے ہی وہ بھی تھے عمر رسیدہ لیکن لوجوانی کی دم میں آتے ہوئے اور اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنے کے لیے انہی بساط سے آگے بڑھ کر گئے ہوئے۔ شمعو ناخن نے ٹھیکہ لعل جی کہا۔“

”دیکھا آپ نے کوئی کماری جی، اب تو ہمیں بھی مان لیجیے۔“

”مگر رگھو ناخن، جھگوت ناخن وال والا جی کو کیا سوچتی؟“

”کمال ہے جتنے لوگوں کو سوچتی ہے۔ کیا انہیں سوچتی چاہیے؟“

”ٹھیک ہے بھی تم لوگوں کی نگاہیں بہت گہری ہیں۔ اور تم یقینی طور پر کام کے لوگ ہو۔ میں نے ٹھیکے انداز میں پہنے ہوئے کہا۔ شیلو رام جی کی کہانی بہت طرب سوچتی تھی کہ جنگ لعل چور سب نے اپنی یہ بیٹی اپنے قاعد کے بچے دربان کی ہے، لیکن پیراماؤنٹ کلب میں آنے والوں کے اندر ایک خاص بات اور بھی تھی کوئی بھی کھلی زبان میں کسی سے وہ کھلی کھلی باتیں نہیں کرنا تھا جو اس کے دل میں ہوا کرتی تھیں اور یہی یہاں کا طریقہ کار تھا۔ رسک لعل جی نے فائیو اسٹار ہوٹل کی فلیور میں جس برقی رفتار کی کامیابی کا مظاہرہ کیا تھا اس کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا جو ظاہر ہوا یعنی ہوٹل اب ٹھیک کے قریب تھا اور میرا آج کل زیادہ تر وقت اسی ہوٹل کی دیکھ بھال میں صرف ہوتا تھا اس کے لیے خود رسک لعل جی نے مجھے درخواست کی تھی اور میں خود بھی ان معاملات میں کافی دلچسپی لے رہی تھی اس دن شام کو ہوٹل سے واپس لوٹی تو مجھ پر کام میں مصروف تھا میں نے اس دوران میں کو بالکل نہیں دیکھا تھا۔ شیلو رام جی آئے بتایا، ”وہ گرنارنا تھا اور میں لڑکھا اُسے بھول ہی گئی تھی، اس وقت میں کام میں مصروف دیکھ کر میں چونکی اور پھر اسے دیکھتی رہی واقعی دیکھنے کے قابل نہ تھی، ابھی تک میں نے اس پر کوئی نوٹ نہیں دی تھی لیکن اس وقت مجھے کیوں لگے اس کا خیال آ گیا اور میں نے اُسے آواز دی۔“

”جی۔“ اور میں چونک کر گئے دیکھنے لگا پھر وہ کھڑا ہو گیا کچھ سنتوں کا سنتوں تھا۔ میں نے اس سنتوں کو

تھیں کی نگاہوں سے دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

”میرے ساتھ آؤ۔“ وہ میرے پیچھے پیچھے چل پڑا میں اسے لیے بھاگے اپنے کمرے میں آگئی تھی وہ ایک گونے میں کھڑا ہو گیا میں نے سر سے پاؤں تک اس کا ایک تفصیلی جائزہ لیا۔ اور پھر ناک سٹوڑ کر بولی۔

”اوتھ جیج ٹمہارے کپڑوں سے کتنی بدبو اٹھ رہی ہے؟“

”بیو مالکی ایک جہینہ پیٹے ہی تو نہناٹے اسی وقت یہ کپڑے پہنے تھے ہمیں تو بدبو نہ لگے ہے۔“

”ایک جہینے سے نہیں نہناٹے تم؟“

”جھجکی بار تو نہیں جہینے نامی نہناٹے تھے مالکی۔“ اس نے شرمائے ہوئے ہے میں کہا اور میں نے دونوں ہاتھ سے سر چھڑایا پھر بولی۔

”ایک جہینے پیٹے ہی تم نے یہ کپڑے پہنے ہوں گے۔“

”ہاں مالکی ایک جہینے پیٹے۔“

”کپڑے بدلے کیوں نہیں؟“

”وہ مالکی ہمارے پاس کوئی جیکہ ناہیں رہے۔“

”اچھی جیسی جہاں کپڑے تار کے دھو بیوس؟“

”اوہو تم سوئے کہاں ہو؟“

”بارھ کے پاس مالکی۔“

”کمال ہے اچھا ٹھیک ہے کوئی بات نہیں، میں تمہیں ایک کمرہ دے دوں گی اس میں غسل خانہ بھی ہے اور سٹوروز نہناٹا چاہیے۔ بدن پڑھ لیں گی آپیں جی ہوں گی۔“

”روح؟“

”ہاں بے وقوف آدمی روز نہناٹا ضروری ہے۔“

”ارے دیارے دیار چاہیں گے تم کو مالکی۔“

”کیوں؟“

”ایک جہینے میں نہناٹا ہیں تو ٹرلے ہے آپ تو کچھ کہ روح نہناٹا۔“

”میں تم سے کہہ رہی ہوں کل سے تمہارے کپڑوں میں بدبو نہیں آتی چاہیے۔ اور یہ کپڑے کیا ایک ہی توری ہیں تمہارے پاس؟“

”میں تم سے کہہ رہی ہوں کل سے تمہارے کپڑوں میں بدبو نہیں آتی چاہیے۔ اور یہ کپڑے کیا ایک ہی توری ہیں تمہارے پاس؟“

عمران ڈائجسٹ

کا مقبول ترین سلسلہ آپ کی فرائش پر کتابی شکل میں

بخاروں کی اس سستی میں نصیبیت کا شکار ہونے والے سہیل پر دوڑ چڑھا، ایک سین ٹرکی کے رُپ میں جب وہ باہر نکلا تو باقاعدہ عالم چاند شام کے تارے اس کے سامنے آگئے، لیکن اس ہنگام میں ایک اور کردار نازل ہوا یہ گویو تھا، ایک نئی نئی مجرم جو کسی خطا کا لڑے سے اس ٹک میں آیا تھا، اُس کے سامنے نصیبوڑ کا نام آیا، نصیبوڑ کو گونہ گونہ کہا تھا، اُسے بانگڑو کیوں کہتے تھے؟ جس کو طعنے کیلئے آپ پتھین تھے



بڑا راست منگوئے کا پتہ، مکمل ایک حصہ قیمت، ریلوے ڈک خرچ ریلوے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ ۱۲ اردو بازار کراچی

115

”ہاں ماکن بہت دن سے یہ کار بھر رہے تھے کوئی کام ہی نہ ہی ملت سسر تو کا کرتے پڑے کہاں سے نہاتے؟“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے غلطی مجھ سے ہی ہوئی ہے معافی چاہتی ہوں میں کل سے تمہارا سارا بندوبست ہو جائے گا“

میں نے ایک ملازم کو بلایا اور اسے ہدایت کی کہ ملازموں کے کوارٹرز میں سے ایک کمرہ اسے دے دیا جائے کرے گا انتخاب بھی میں نے کر دیا تھا اور اس کے بعد اسی ملازم کو ہڈیا دی کہ جس طرح بھی بن، پڑے اس کے لیے فوراً بیٹے رسوا اور میں نے کچھ دن بھی اس کے قاتلے کر دی سیکرٹری کی خبر لیں ایسے کاموں میں بھی رشتہ انداز ہو رہی تھی اور میں سسر کی سے سوچنے لگی کہ کوئی سیکرٹری رکھنا چاہیے بہ طور سسر کی دہرے کے بعد جن وہاں سے چلا گیا اور میں دیکھتی تھی اس کے بارے میں سوچتی رہی رنجت دو دو تین تین بیٹے نہیں نہانا اور اس کے باوجود صرف زندہ ہے بلکہ بوجہ پوتا جا رہا ہے میں نے آج اس کے چہرے کا بخور جائزہ لیا تھا۔ بے شک اس کے چہرے پر بے پناہ کھڑا پن تھا لیکن گفتگو میں ترقی تھی کہ اگر اس کی شخصیت چہرے سے ہم آہنگ نہیں معلوم ہوتی تھی تو بڑی بڑی کلامیاں قابل دید تھیں۔ اور ان پر بیابان ہاؤس کے مجھے کمال کی شخصیت ہے بالکل تین نظر آتا ہے میں نے دل ہی دل میں سوچا بہ طور جن کوئی ایسی قابل تو بڑھتی نہیں تھی جس پر بہت زیادہ خرچ کر رہا تھا وہ تو اس وقت سامنے نظر آ گیا تھا اور میں نے ایک دلچسپ بات پر اسے ملازم رکھ لیا تھا اس لیے میں نے اس کے بارے میں سوچا تھا رات کو رومک لعل جی آگئے اور فائبر اشار ہوئے کے بارے میں مجھ سے باتیں کرتے رہے اب اس کے لیے ڈیکوریشن کا بندوبست کرنا تھا کہنے لگے۔

”آپ جانتی ہیں کوش کماری جی کہ ہماری توقع سے کتنا زیادہ رو بہ خرچ ہو گیا“

”جب کام میں ہاؤس ڈالا جاتا ہے رسک لعل جی تو دولت تو خرچ ہوتی ہی ہے“

”ہم سوگند کھا کر کہتے ہیں کہ جس باری سے آپ نے بات کی تھی وہ تو بھیدان چھوڑ کر بھگا جاتی ہے ہم نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہے“

”ہوٹل ٹیمر ہو جائے رسک لعل جی تو آپ دیکھیے کہ کس طرح آپ کے داسے کے نہارے ہوئے ہیں“

”ہاں اس بات کی تو نہیں امید ہے ابھی سے بہت سی باتیں ہم سے رجوع کر رہی ہیں مگر اس سلسلے میں بھی آپ سے بات کرنے کی ضرورت تھی“

”کیا چاہتی ہیں وہ باتیں؟“

”بس ہوٹل سے متعلق مختلف امور پر گفتگو جاری ہے۔ ہم نے ابھی اس مسئلے کو پس پشت ڈال دیا ہے۔“

”ٹھیک کیا رسک لعل جی آپ نے یہی بہتر ہے ذرا کام مکمل ہو جائے اس کے بعد اس بارے میں بھی سوچیں گے، کوئی دیر تک رسک لعل جی بات کرتے رہے کہ یہاں مسئلہ جی کا بھی ایک مسئلہ تھا جو انہوں نے مجھ سے کہا اور میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں کہ یہاں مسئلہ جی کو ٹیلی فون کر کے یہ مسئلہ حل کروں گی بہ طور کہ یہاں جی میرے نیاز مندوں میں تھے اور کبھی بھی اس سے گفتگو بھی ہو جاتی تھی دوسرے دن میں نے سب سے پہلا کام ہی کیا کہ ٹیلی فون کر کے کہ یہاں مسئلہ جی کو اس مسئلے کے بارے میں بتایا اور انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ یہ کام جتنی جلد کر لیں گے۔ اللہ چاہیے بنانے کے لیے جن لوازمات کی ضرورت تھی ہے میں نے ان کے بارے میں بھی اس سے صاف صاف کرنی تھی اور کہ یہاں مسئلہ جی نے مشکور پوچھ میں کہا تھا۔

”کوشل دیوی آپ میری استاد بھی ہیں“

”استادہ“

”ہاں بالکل استاد ہیں“

”بس آپ نے مجھے اس گڑبگڑ جینے کے ڈھنگ سکھائے ہیں“ میں ہنس پڑی اور میں نے آہستہ سے کہا۔

”انسان کو جتنا ہی چاہیے کہ یہاں مسئلہ جی کو تیار یاں کرنے کے بعد دیکھتا ہے کہ بے لکھی تھی کہ جن پر نظر پڑ گئی جو خرچ کی صفائی ستھرائی میں لگا رہا تھا اور سامنے کے ایک عرصے کے لئے ہوئے ٹکڑے مجھے نظر آ رہے تھے میں نے چونک کر اس مجھے کو دیکھا حسین ترین مجسمہ تھا بہت ہی خوبصورت میں نے جیت سے پوچھا۔

”مجھ پر مجسمہ کیسے ڈال گیا؟“

”ہم نے خود تو ڈیرا دیا ماکن“

”ایں؟“

”ہاں اچھا نہیں لگ رہا تھا عجب بے حیائی کا مجسمہ تھا۔ بھلا گھروں میں ایسی چیزیں ہوتی چاہیں؟“

”تیرا ستیانام تو لڑنے لانا یعنی مجسمہ تو دیا“

”کچھ غلط ہو گیا ہے ماکن“

”دیکھو جن ابھی مرضی سے کوئی کام نہ کیا کہ اس دن تو نے باؤس قریب کر دی اور آج رات مجسمہ تو دیکھا کہ اس میں بے حیائی جھلکتی ہے“

”تو اور کیا ماکن آپ نے دیکھا نہیں ذرا دیکھ سسر کو کیا شکل بنائی ہوئی تھی دیکھ کر میں شرم آتی تھی ہم نے آج اس کا قصہ ہی ختم کر دیا۔“

”آئندہ اگر کسی کا قصہ ختم کیا تو برا قصہ ختم ہو جائے گا۔“

”خیال رکھیں گے ماکن“ مجھ نے اس کے پیچھے میں کہا۔ اور میں اسے دیکھتی ہوئی باہر نکل آئی مجسمہ عزت پرانیت سے بھر پور تھا لیکن اس کی ابھی ایک الگ جہت تھی بہ طور اس سے مجھے جن کی شخصیت کے ایک پہلو کا اندازہ بھی ہوا تھا لیکن یہ بھی کوئی قابل تویر بات نہیں تھی دن بھر کی مصروفیت کے بعد اگر شام کو وقت مل جائے تو پیرا ماؤنٹ کلب ایک ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں انسان اپنی دن بھر کی کوفت بھول سکتا ہے۔ اور میں بھی پیرا ماؤنٹ کلب میں داخل ہو گئی پیرا ماؤنٹ کلب میں داخل ہونے کے بعد منت منتی کہاں ہی منتیں سننے آتی تھیں۔ بننا چلا کہ اپنے کھو نا تھا بھگت نا تھا جی صرف شللام جی کی سفارش سے مجھ پر ایک بہت بڑا پروجیکٹ پلان کر چکے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے بے جا رسے جنگ لعل جو رسبائی کو دے دیا سو نہ دی ہیں۔ جنگ لعل جو رسبائی بلاشبہ اپنی بھتیجی کے ذریعے دولت کے انبار لگا رہے تھے۔ اور اس سلسلے میں سب سے زیادہ سنگین والا شیمنو نا تھا ہی تھا۔

”اب تو یہ بات بگڑی ہو گئی۔ کہ کوشل کما جی کہ اپنے جنگ لعل جو رسبائی بھتیجی اسی مقصد کے لیے دریافت کر کے لائے ہیں“

”تو تمہیں اس سے کیا تکلیف ہے شیمنو نا تھا جی؟“

”تکلیف تو بہت ہے دیوی جی لیکن ابھی اس کا اظہار کیا کہ اسے کچھ کر کے ہی دکھائیں گے آپ کو“ شیمنو نا تھا نے کہا۔ اور میں ہنسنے لگی وہ دیکھنا تھا بھگت نا تھا وال والا بلاشبہ اس وقت شللام جی کے ہاتھوں میں کھیل رہے تھے انہوں نے وہ کرکٹس نہیں کیں جو چندن لعل جی نے اپنی شخصیت کو بھول کر کی تھیں لیکن باقی تمام حرکتوں میں وہ بھی پیش پیش تھے اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ چندن جی کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ علاج کے لیے غیر ملک جا رہے ہیں۔ کیونکہ یہاں ان کا صحیح

طور پر علاج نہیں ہو سکے گا۔ ان کے بیٹوں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ انہیں امریکہ لے جائیں گے چنانچہ ایک طرح سے چندن لعل جی خود میدان سے ہٹ ہی گئے شیمنو نا تھا کا اب بھی یہی کہنا تھا کہ چندن لعل جی کو ایک سازش کے تحت چھوڑے سے گرا دیا گیا ہے کیونکہ انہیں راستے سے ہٹانے کے لیے کوئی اور طریقہ کار مناسب نہیں تھا۔ بہ طور گھونا تھا بھگت نا تھا جی کا، سلسلہ چلتا رہا اور کوئی ایسی خاص بات پیش نہ آئی جو قابل ذکر ہوئی۔ اللہ شیمنو نا تھا نے بہت بات کھل کر کہہ دی تھی کہ زیادہ دن نہیں جائیں گے جب لوگ دیکھیں گے کہ اپنے گھونا تھا بھگت نا تھا جی بھی راستے سے ہٹ گئے ہیں اور میں نے شیمنو نا تھا کو دیکھ کر کہنے سے روک لیا تھا۔

”دیکھیں گے شیمنو نا تھا جی تمہاری یہ پیش گوئی بھی رخصت زندگی کے معمولات اسی طرح چلتے رہے سسر نے تو نے میری زندگی پر ایک اثر ڈالنے کی کوشش کی تھی لیکن اب وہ میرے ذہن سے نکل چکے تھے گھر، ہوٹل، کاروبار، دفتر، پیرا ماؤنٹ کلب وہاں کی کہاں نہاں ہوئی زندگی تھی اور میں سمجھتی ہوں کہ اس زندگی میں مزید کوئی گنجائش نہیں تھی ہاں محروم ہو گئی تھی تو ایک سیکرٹری سے جو میرے مفاد کے لیے کام کر رہا تھا اور ان دنوں دل میں ایک عجیب سی پیاس کا احساس ہونا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کیا کہ اب کچھ نہ کرنا ہی چاہیے اور اس فیصلے کے تحت میں نے اپنے آفس سیکرٹری سے شکر و تحفے اور اس سے ایک موضوع پر بات کر کے میں نے ایک اشتہار جاری کر دیا۔ اشتہار میں جو تاریخ دی گئی تھی اس تاریخ کو مجھے گھر پر ہی رہنا تھا کیونکہ سیکرٹری کے انٹرویو کے لیے بے شمار

عمران ڈائجسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ

ایئر ہوسٹس

آپ دو حصوں میں شائع ہو گئی ہے

قیمت فی حصہ ۱۰ روپے مکمل ۱۰۰ روپے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، ۳۴ اردو بازار، کراچی

لوگوں کو اتنا تھا۔ جمع ہی سے تانتا لگ گیا تھا۔ اور کچھ دھڑکتی ہوئی پیلے میرے پاس آتی تھیں اور جنہیں اندر بوجھ جاری کیے گئے تھے میرے سامنے موجود تھیں میں نے ان سب کو روک دیا۔ ان سے ملاقات کی ایک ایک کر کے سب سے ہی بات چیت کی لیکن ان میں سے ایک بھی میرے معیار پر اور ان میں کوئی ایسی شخصیت اپنے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہتی تھی جو میرے مقصد کی بھی نہ ہو اور خواہ میرے ذہن کے لیے بوجھ بن جائے۔ اور پھر کچھ میں میری اپنی فطرت ذرا مختلف ہو کر تھی چنانچہ اس فطرت کے تحت میں کسی آئے میرے آدمی کو اپنے ساتھ شامل کر بھی نہیں سکتی تھی چنانچہ برسرِ تلواروں کا لڑنا نہ گھبرائے کے معاملات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں تھی۔ ہاں اگر مجھ سے کی بنیاد کبھی بن جاتا تھا تو صرف جن جوانوں کی کمال کی گئی تھی۔ بہت ہی وفادار نہ تھا آدمی تھا۔ جان دینے کے لیے تیار طاقت کا یہ عالم تھا کہ کرم تخت لڑی لڑی جہیز میں سے جار چار کوئی اٹھا کر رکھ سکے اٹھا کر رکھ دیا کرتا تھا۔ اب گھر کے لوگوں کو بھی اس سے کوئی پر غاش نہیں رہی تھی کہ وہ سب کے لیے ہنسنے ہنسانے کا باعث تھا۔ بہت ہی سیدھا سادھا آدمی تھا۔ اس دن بھی میرے سامنے آ بیٹھا اور گردن جھکا کر میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گیا۔

”کیا بات ہے مجن؟ کچھ چاہیے تھے؟“

”معاذ ماکن جھگڑا کی سوگند آتا ہے کچھ دے دیا ہے آپ نے ہمیں کرب تو ہماری ساری ضرورتیں ہی پوری ہو گئیں۔“

”تو پھر کیا بات ہے؟“

”ایسے ہی کبھی ماکن کے پرلوں میں بھی آکر بیٹھنا، چاہیے۔“

”اچھا۔ اچھا چالاکی بھی سیکھ گیا ہے تو، تو بالکل چالاک آدمی نہیں تھا۔“

”لومائن میں اس چالاکی کی کیا بات ہے ہم نے کچھ اتنا تم سے؟“

”نہیں نہیں رافہ تیرے بدن سے کسی بدلہ آتی ہے۔“

”لومائن اب تو ہم ایک ایک گھنٹہ ہمارے ہیں اور اب بھی تمہیں بدلہ آوے ہے؟“

”پھر تیرے پسینے کی بدلو ہی ایسی ہوگی۔ ٹھہر میں تھے ایک چیز دینی ہوں؟“

”کیا چیز ماکن؟“

”لجن نے دلچسپی سے پوچھا اور میں نے ایک شاندار فرسٹ سی بریفوم اسے دیتے ہوئے کہا۔

”نہانے کے بعد یہ فریفوم اپنے بدن پر ڈال لیا کر۔“

”اس سے کیا ہوگا؟“

”سوچو کہ دیکھو؟ میں نے کہا اور لجن بریفوم کو سونپ کر دیکھنے لگا پھر بولا۔

”ارے دام دام اس میں سے تو خوشبو آ رہی ہے۔“

”ہاں اسے اپنے بدن پر لگا لیا۔ اور دیکھ یہ دانت کب سے صاف نہیں کیے تو نے؟“

”دانت بھی کوئی صاف کرنے کی چیز ہو وہیں میں ماکن؟“

”لجن نے کہا اور میں نے ایک بار پھر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔

”جھگڑا تو راستا نا اس کرے، اسے پانی منہ سے بدلو آؤ گی ہے بات کرنا ہے تو پھیل اڑتے ہیں۔“

”ہوں ہوں ٹھیک ہے ٹھیک ہے ماکن اب ہم دانت بھی صاف کر لیں گے۔“ اس نے کہا، دوسرے دن اتفاق کی بات تھی کہ میں نے اسے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دیکھا اور باہر نکلے ہوئے اسے روک لیا۔

”کیا بات ہے لجن؟ آج تیری شکل کسی ہو رہی ہے؟“

”بہار ہو گئے ہیں ماکن، اس نے جواب دیا۔

”کیوں؟ کیا بوا؟“

”بس ماکن ہیٹ گڑبڑ ہو گیا ہے کچھ اور اور طبیعت بھی اندر سے خراب ہے۔“

”ڈاکٹر کے پاس چلے جانا میں ملازم سے کہہ دیتی ہوں۔“

”نہلا لکھ ٹھیک ہو جائیں گے غلطی ہم ہی سے ہو گئی۔“

”کیا غلطی ہو گئی؟“

”آپ نے جو خوشبوداری دوا دی تھی نابدن پر ڈالنے کے لیے ہم نے ٹھوڑی سی بی بی لی۔“

”کیا؟“ میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”ہاں ماکن ہم نے سوچا کہ یہ دوا بھی دور ہو جائے تو ہم نے دوتیمے دوا پی لی۔ بس دوا پی اور ہماری طبیعت خراب ہو گئی۔“ میرا ہنسنے ملتے جڑا حال ہو گیا تھا کہ بخت بریفوم فی گیا تھا۔ پھر اس کی سادگی بہت ہی پسند آئی تھی مجھے اور کبھی کبھی ہنسنے کو جی چاہتا تو میں اسے اپنے پاس بلا لیا کرتی تھی۔ پھر ایک شام پیراماونٹ کلب میں کچھ اور دلچسپیاں میری منتظر تھیں۔ پیراماونٹ کلب کی تقریبات جاری تھیں کہ دفعتاً جنگ لعل جو رسبا اور گھونا تھا، بھگت نا تھا والی والا کے درمیان گایوں کا تبادلہ کرنے لگا دونوں ہی ایک دوسرے کو بڑی طرح بڑا بھلا کہہ رہے تھے۔ اور کلب کے تمام

مہمان ان کی جانب متوجہ ہو گئے تھے صورتحال معلوم ہو گئی۔ کوئی کاروباری جھگڑا درمیان میں آ گیا تھا۔ اور گھونا تھا۔ اس سلسلے میں جنگ لعل جو رسبا سے بے ایمانی کی تھی چنانچہ یہ بے ایمانی فائدہ دانی پس منظر تک چلی گئی تھی۔ گھونا تھا نے عزتے ہوئے لجن میں کہا۔

”جنگ لعل میں بہت بڑا آدمی ہوں، آپ یہ بھی طرح سمجھ لیجئے کہ میں جو کچھ فریب کر چکا ہوں اس کی پانی پانی کا صفا دینا پڑے گا آپ کو۔“

”عدالت چلو میں نہیں بتاؤں گا کہ کیا حساب تھا ہاں ہے اور کیا میرا۔“

”عدالت ٹنگ جانے سے پہلے ہی آپ سے چماب لے لیا جائے گا آپ چلتا نہ کریں۔“

”ٹھیک ہے میں بھی دیکھ لوں گا۔“

”کیا دیکھ لیں گے آپ، اگر آپ نہیں لڑیں ابھی آپ کو سب کچھ دکھاؤں، اور اسی وقت گھونا تھا نے اپنی ہاف آسٹین ہنٹ کی آستین اوپر کرتے ہوئے جنگ لعل جی کے قریب کھڑے ہو کر کہا۔

”کیسی بائیں کر رہے ہیں گھونا تھا جی کیا لگا رہیں گے آپ جنگ لعل کا ذرا ان کی طرف توجہ دے کر آئے کچھ کے کچھ میرا نام بھی گھونا تھا ہے گھونا تھا؟“ میرا منہ حیرت سے کھلے گا کھلا رہ گیا تھا۔ گھونا تھا تو آج تک جنگ لعل جی کے خلاف ایسی باتیں نہ تھا۔ یہ اچانک اسے کیا ہو گیا، لیکن اس کے کھلے ہوئے آستینوں والے ہنٹ کے ہنٹے سے جھٹکے ہوئے چوڑے کسری ادا پہلے ہوئے بازو دیکھ کر گھونا تھا جی کچھ ڈھیلے پڑ گئے۔

”تم کیوں بیچ میں بول رہے ہو گھونا تھا؟“

”جی کی بات کہہ رہا ہوں؟“ بیچائی کے لیے بول رہا ہوں جنگ لعل جو رسبا ٹریف آؤ گی، میں اور ان کے لیے میں ایسی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا، آپ نہیں جانتے میں کتنی عزت کرنا ہوں ان کی؟“

”ارے ہاں بڑے عزت دار دیکھتے ہیں۔“

”اب ایک بات بھی منہ سے نکال تو یہ دانت ٹوڑ کر آپ کے حلق میں ڈال دوں گا۔“

”دیکھو دیکھو کس طرح میری بے عزتی کر رہا ہے یہ میں جا رہا ہوں یہاں سے۔“ گھونا تھا جی نے کہا اور وہاں سے باہر نکل گئے۔ جنگ لعل جو رسبا کو گونگوتانے

لکے کہ کس طرح گھونا تھا ان سے کاروبار میں بے ایمانی کر رہے ہیں اور انہوں نے ان کے کئی بل روکے ہوئے ہیں۔ بہر طور اس سلسلے میں شیلارام جی کا کوئی اہم کردار نہیں تھا وہ تو بس بے چاری صرف وہاں نظر آتی تھی جہاں جنگ لعل جو رسبا چاہتے تھے چنانچہ اس کے بعد وہ جنگ لعل جو رسبا ہی کی میز پر نظر آنے لگی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اب اس میز پر گھونا تھا بھی ہوا کرتا تھا جس نے بے لوث اور بے غرض ہو کر جنگ لعل جو رسبا کی حمایت کی تھی اور یہ سلسلہ بھی کافی دن تک لوگوں کی توجہ کا باعث بنا رہا۔ غالباً جنگ لعل جو رسبا اور گھونا تھا جی کے پرمان کاروباری معاملات منقطع ہو گئے تھے لیکن بھلا جنگ لعل جی کو کیا ہوا؟ شیلارام جی ان کی دست راست تھی، چنانچہ اب محض چند گھنٹہ سے معاملات شروع ہو گئے تھے جو خود بھی بہت بڑے کاروباری آدمی تھے اور ایک بہت بڑے تعمیراتی کمپنی کے مالک بھی اور اب یہ کمپنی گھونا تھا محض چند گھنٹہ اور جنگ لعل جی کے درمیان ہو گئی تھی جس میں جو کچھ کاروبار شیلارام جی تھی جو گھنٹہ نا کھ گشت کا خون برحقائی رہتی تھی۔ اب یہ پتا نہیں کہ خون برحقانے کے سلسلے میں کون کون سے ٹانگ گھنٹہ چند گھنٹہ کا دے جا رہے تھے، بہر طور گھونا تھا جی غالباً اسے ہی جھوٹ گئے تھے اس لیے وہ بھی بے مدد نظر نہیں آتے تھے یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا تھا اسے کس حد تک برداشت کر سکتے تھے اور اس میں انہیں کیا نوع اور کیا نقصان ہوا تھا۔ گھونا تھا بالکل ہی جنگ لعل جی سے چپ کر رہ گیا تھا اور جنگ لعل جی اکثر اسے تلاش کرنے ہوئے نظر آ جاتے تھے۔ ورنہ کار نے ایک دن البتہ میرے کان میں کہا۔

”آپ کیا سمجھتی ہیں؟ کوشل کمار جی یہ گھونا تھا جی بلا وجہ جنگ لعل جو رسبا کے ساتھ چپ کر ہوا ہے۔“ میں نے مسکراتی لگا ہوں سے ورنہ کار کو دیکھا اور ہنستے سے بولی۔

”یہاں تو میرا خیال ہے کہ کوئی شخص ایک جھینک بھی بلا وجہ نہیں بولتا۔“

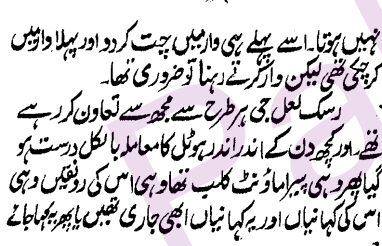
”بالکل ٹھیک کہا آپ نے اور دیکھ لیجئے گھونا تھا ایک دن کوئی کار نامہ سرانجام دے کر کھلے گا۔“

”کیا کار نامہ ورنہ کار کیا خیال ہے تمہارا؟ میں نے سوال کیا تو ورنہ کار مسکراتے لگا اور بولا۔

تھے آج کے اس افسانے میں اور اپنی ہوں گے مجھے مبارک باد
 دی تھی بھاری نعل بھی تھی تو کچھ بڑے کھڑے ہوئے
 تھے۔ یہ ان کی ذہین تھی اور اپنی احساس تھا کہ یہ گولڈیوں
 کے مول حاصل کی جانے والی زمین کتنی قیمتی ہے اور یہ احساس
 ان کی آنکھوں سے جھلک رہا تھا اور پھر ان کی زبان تک
 بھی آگیا تھا۔

لیکن ان دنوں سب سے بڑا مسئلہ میرے لیے کسی پڑھ سکر پڑی کی تلاش تھی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سکر پڑی اگر اپنا سہ پہنہ ہوا تو پھر اسے سکر پڑی بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ گھر کے کام کاج کے لیے تو بہت سے لوگ تیار ہو سکتے ہیں کسی کو بھی دفتر سے انٹھالانی اور اپنا کام سرانجام دے لیتی۔ یہ معاملات جیتے رہے۔ رسک نعلی

کیا فائدہ؟
 ”ہاں دیوی جی۔ بس ایسے ہی من میں ایک بات آتی
 تھی کہ وہاں آپ سے بھلا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے آپ کا؟“
 بہاری لعل بھی تھنڈی سانس لے کر بولے۔
 پرنس کا کالو مارا ہستہ مستند جاری ہو گیا کچھ دنوں تک
 انتہائی معروفیت رہی اسٹاف کا ہیرو لیست کا نفاذ اور ابھی
 بہت سے کام تھے جو پرنس سے متعلق تھے۔ دوسرے سارے



مہارانی ایک زہریلی سی
گن اس نے جس کو بھی
ڈسلا اس نے پکارتے

مانگا
مہارانی

عمران ڈائجسٹ کی
مشہور سلسلہ وار
یو اسراؤ کمپانی

آپ کا اپنی شکل میں
مکمل حصہ

چالباز مہارانی کی فنہ انگیزان

نوجوانوں کی خوش مہارانی کا نام ہر زبان پر تھا۔ راج محل

میں شخص صرف ایک بات جانتا تھا۔

مہارانی۔ مہارانی۔ مہارانی۔

آخر یہ مہارانی کو دے دیا۔

مہارانی ایک خوبصورت مگر عیادت جس نے سابق

تہاڑوں کے عمل میں چل پیک کر دی۔ وہ لوگوں کو روانہ بنا

پیسے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

زندگی انہی کے ساتھ رہتا انسان کے کچھ اور معاملات بھی
ہوتے ہیں تو کہانی میں بھی کہ جنگ لعل چورسیا کی بیڑنگاہوں
نے ایک لڑکی کو تاکا جو ایک خوبصورت ماں باپ کی بیٹی تھی اور
جنگ لعل چورسیا کی کاؤں کی رہنے والی تھی۔
جنگ لعل چورسیا کے خاندانی تعلقات اس لڑکی کے مانا
پتے سے تھے جنگ لعل چورسیا جب وہاں پہنچے تو انہوں نے
بے چاری شیلرام کی کو دیکھا اور جنگ لعل چورسیا کی آنکھوں
میں جانے کتنے چراغ روشن ہو گئے یہ خوبصورت لڑکی جو ایک
دہات کی رہنے والی تھی ان کے لیے سونے کی کان ثابت ہو
سکتی تھی چنانچہ اس سونے کی کان کو انہوں نے بیس ہزار روپے
خرچہ کر کے خرید لیا میں اپنی دھرم پنی کا مذہبی نہیں اڑاؤں
کا جنگ لعل جی نے اسے خرید لیا نہیں تھا بلکہ اس کے تباہ کو
بیس ہزار روپے اس کام کے لیے دیے تھے کہ وہ اپنی زمینوں
کی دیکھ بھال ٹھیک سے کر سکیں جو بے خبر ہوتی جا رہی تھیں
اور اس کے صلے میں انہوں نے شیلرام جی کو مانگ لیا تھا۔
اور انہوں نے یہ کہہ کر تھا کہ آخروہ بھی تو اس کے چاچا جی ہیں اس
کی پرورش کریں گے۔ وہ اسے بدوان چڑھائیں گے اور پکڑیں
اچھے نہیں اس کا بیاہ کر دیں گے۔ ارنہا کیا جا ہے دو آنکھیں
رام جی بے چارے نے اپنی مصیبت کے ہاتھوں شیلرام جی
کو جنگ لعل کے حوالے کر دیا اور پھر چاچا جی کو باپ سماں
ہی ہوتا ہے۔ جنگ لعل اس میرے کی کان کو اپنے ساتھ لے
آئے اور اسے بنانے سنوارنے میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے
اس پر ایک لاکھ گیارہ ہزار روپے خرچ کیے اور ان ایک
لاکھ گیارہ ہزار روپوں میں انہوں نے اسے جو کچھ بنادیا۔ شیل
رام جی آپ کے سامنے ہے۔ جنگ لعل چورسیا کے پاس اس کا
حساب کتاب ہو یا نہ ہو لیکن شیلرام جی ان کی توقع سے زیادہ
ذہین ہے۔ اس نے پورا پورا حساب کر لیا اور اس کے بعد جنگ
لعل جی نے اسے دینا دکھانے کا فیصلہ کیا۔ اور دینا دکھانے
کے ساتھ ساتھ انہوں نے شیلرام جی کو تربیت دیتے ہوئے یہ بات
کہی کہ اس دنیا کو بے وقوف بنانے کے لیے بڑے بڑے گمراہ
پڑتے ہیں اور شیلرام ان کا ساتھ دے تو وہ اپنی آمدنی کا تیس
فیصد شیلرام جی کو ادا کریں گے۔
شیلرام جی کو انہوں نے جو کچھ بتایا اس نے انہیں ذہین
نفسیہ کر لیا اور اس کے بعد جنگ لعل چورسیا جی اپنی بیٹی
شیلرام کو کہہ کر بالآخر بہرہ اور ماؤنٹ کلب میں داخل ہو گئے۔
اور ان کا پہلا شمارے چارے بجوت جی وال والا تھے۔

میری دھرم پتی بھی آپ کے چرن چھونا چاہتی ہے۔
”دھ۔ دھ۔ دھ۔“ جنگ لعل چورسیا کے منہ سے اتنا ہی
نکل سکا تھا۔
”نبیلا لونٹی کیوں نہیں ہو اس وقت خاموش رہنا بھی
اچھا نہیں ہے۔“
”ہاں چاچا جی۔ ہم دونوں کی شادی ہو گئی ہے۔“
”ارے لگ۔ کیا بک رہی ہو تم۔ لگ کیسے شادی ہو
گئی ہے۔“
”یہ شادی کے کافلات کی نقل ہم اپنے ساتھ ہی لائے ہیں۔
عدالت سے شادی کی ہے۔ ہم نے۔ بے چاری شیلرام جی بالغ
ہے۔ اور اپنی مرضی سے زندگی گزارنا چاہتی ہے اس نے عدالت
میں بیان دیا ہے کہ اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے
کی اجازت دی جائے کیونکہ وہ لاوارث ہے پھر اس کے پاس
میدیکل سرٹیفکیٹ بھی ہے۔ یہ بلوغت کی منزل میں داخل بھی
ہو چکی ہے۔ پس اس کے علاوہ اور کیا چاہیے تھا جنگ لعل جی
چنا چہ ہم نے شادی کر لی اور اب آپ کا آئینہ واد لینے آئے ہیں۔“
”م۔ میں تم دونوں کو گولی مار دوں گا۔“
”آستیر وادیں گولی بھی ماری جاتی ہے بھائیوں۔ شیمونانہ
نے دوسروں کی طرف دیکھ کر کہا اور ایک منہ پر اٹھ کر چل پڑا۔
گننا پتھر کے ت کی طرح ساکت تھے اور جنگ لعل جی پتھر سے
بدل رہے تھے شیمونانہ اپنی دھرم پتی کے ساتھ ایک تیر کی طرف
بڑھ گیا لیکن جنگ لعل چورسیا اس کے مہرہ ناز ہو گئے۔
برداشت کر کے تھے گھر کے معاملات گھر میں نٹانے
چاہیے تھے۔ لیکن جنگ لعل چورسیا کے خیال کے مطابق،
بہرہ اور ماؤنٹ کلب میں ان کا گھر ہی تھا۔
”کیسے ہو گئی یہ شادی میرے بغیر تم نہیں جانتے کوشلا
رام سے میرا۔ میرا۔“
”کیا معاہدہ ہے۔ شیمونانہ ٹھیک کرتا ہوا بولا پھر تقرر کرنے
والے انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔
”سنو سنو بھائیوں سنو سنو“ وہ نہیں ایک کہانی سنائیں نہیں
بتائیں کہ جنگ لعل چورسیا کا بھاری دھرم پتی سے کیا معاہدہ
تھا۔ جنگ لعل جی کا رنگ فق ہو گیا تھا لیکن شیمونانہ تو بڑے
دلچسپ انداز میں کہہ رہا تھا۔
”ہاں تو بھائیو ہمارے جنگ لعل چورسیا جی بڑے گڑ
کے آدمی ہیں جو کام بھی کرتے ہیں منافع سے خالی نہیں ہوتا۔
لیکن بھائیوں اب ضروری تو نہیں ہے کہ ان کا منافع ساری

تو ٹھیک ہوگا کہ شاید کچھ کہانیاں مہارانی کرنا تھیں اور جنگ
لعل چورسیا اور گننا جی کا معاملہ میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔
معمول کے مطابق میں بہرہ اور ماؤنٹ کلب پہنچی تھیں۔
جنگ لعل بھی نظر آئے تھے گننا جی بھی موجود تھے اور کلب
کی تفریحات جوں کی توں جاری تھیں وہ دو کمار ایک ایسا انسان
تھا کہ جب تھے کوئی ذمہ دار تو وہ خود ہی محسوس کر لیتا تھا کہ اب
مجھے کسی سامنے یا دوست کی ضرورت ہے چنانچہ اس موقع کو
تارنے کے بعد ہی میرے پاس آ جاتا تھا۔ اور اس وقت بھی
ایسا ہی ہوا۔ لیکن وہ دو کمار نے بیٹھ کر کوئی گفتگو بھی نہ کی تھی۔
کہ ہم دونوں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا اور اس دلچسپ
منظر نے ہماری تمام تر دلچسپیاں خود ہی سمیٹ لیں۔ یہ نبیلا
رام جی اور شیمونانہ جی تھے جو نے لباس میں ملبوس عجیب
سے انداز میں اندر آئے تھے شیلرام جی کے ساتھ تھے پرتنگ
لگا ہوا تھا۔ مانگ میں سینور رہ رہا ہوا تھا۔ پڑے بھی اس
نے بڑے زرق برق پہن رکھے تھے۔
شرما بی بی جی بھی تھیں شیمونانہ کے ساتھ اندر آئی تھی اور
شیمونانہ کے ہونٹوں پر بھی ایک اٹھنی مسکراہٹ بھیل رہی
تھی۔ دونوں کا آنا کوئی ایسی بات نہیں تھی کیونکہ شیمونانہ
اب اکثر شیلرام جی کے ساتھ نظر آتا تھا لیکن بیس انداز میں
دونوں آئے تھے۔ وہ ہم سب کے لیے باعث حیرت تھا اور
ان کی دلچسپ نگاہیں ان کی جانب اٹھتی تھیں۔
شیمونانہ نے اعلان کیا کہ اس کی طرف سے آج کلب
کے نام مہمان کو شراب کی دعوت دی جا رہی ہے اور یہ دعوت
اس سلسلے میں ہے کہ شیلرام جی اب اس کی دھرم پتی ہے۔
دھماکا کافی زوردار تھا۔ اور اس دھماکے کا براہ راست شکار بننے
والے گننا جی اور جنگ لعل چورسیا ہٹائے بیٹھے تھے پھر
جنگ لعل چورسیا کو جلال آ گیا وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے
شیمونانہ کے قریب پہنچ گئے۔
”بھوجا کر رہے ہو تم؟“
”نہیں نہیں جنگ لعل چورسیا جی۔ ہم تو آپ کے چرن
چھونے آئے ہیں شیمونانہ لعل جنگ لعل چورسیا کے چرن
چھونے تو وہ کسی مرضی کی طرح اچھل کر پیچھے ہٹ گئے اور پھر اس
طرح گردن پھلا کر بولے۔
”یہ تم کہہ رہے ہو شیمونانہ جی۔“
”میں بک نہیں رہا جنگ لعل جی فرما ہاں اور اب تو
آپ کو چاچا جی کہنے کا حق بنتا ہے سو میرے پیارے چاچا جی

آج کے
مشہور و معروف سلسلہ نگار
ایم۔ اے۔ راحت
کا مقبول ترین سلسلہ

شرکتی

آبِ گلابی صورت میں
چھپے کرتیار ہے

مکمل سلسلہ 6 حصے

- پہلا حصہ ————— 50/- روپے
- دوسرا حصہ ————— 50/-
- تیسرا حصہ ————— 50/-
- چوتھا حصہ ————— 50/-
- پانچواں حصہ ————— 50/-
- چھٹا حصہ ————— 50/-

6 مکمل حصوں کی قیمت / 300 روپے

ڈاک خرچ فی حصہ / 16 روپے

مکمل 6 حصے منگوانے پر ڈاک خرچ فری

منگوانے کا پتہ:

• مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی

فون: 7735021-2216361

لاہور اکیڈمی

سرکار روڈ لاہور فون: 7321690

انہیں کہا ہوا کہ بھئی لکھی کر لی تھی زور سے ڈر گئیں

”تو بھڑ“

”ڈنڈیں تو ہمارے اوپر گر رہی ہیں“

”اچھا۔ اچھا۔ آگے بول، پھر کیا ہوا؟“

”بس، جی، تم نے انہیں سنبھالا اور کہا کہ بھئی نے نہ ڈرا کر

اور پھر انہیں اندر پہنچا آئے، بس بھئی کی کو کچھ ہو گیا پوری

جی۔“

”کہا ہو گیا؟“

”بس جی، سارے ہیں۔ بوری کہانی، اسی دن شام کو

بھئی نے بس میں دودھ کا گھرا ہوا یہ لمبا گلاس دیا اور اس کے

اوپر بڑی موٹی ہالانی تھی وہ یہ گلاس دے کر مسکراتی ہوئی چلی

گئیں، ہم گلاس نے تو پہنچ گئے چوہدری جی کے پاس۔“

”اے، بس؟ میں حیرت سے اچھل پڑی۔“

”ہاں جی، ہم تو سوچ رہے تھے کہ بھئی نے دودھ

سے پھر گلاس میں دیا ہو گا چوہدری جی کو دودھ کا گلاس دیا

تو انہوں نے لے لیا اور بڑے مزے مزے سے پی گئے لیکن

کراچ بڑی موٹی ہالانی بڑی ہے دودھ بہر، خیر، یہ نہیں اس

سے کیا، لیکن مزہ اس وقت آیا جب تھوڑی دیر کے بعد اپنی

پیشانی پر، جی جی چوہدری صاحب کے پاس دودھ لے کر پہنچ

گئیں چوہدری جی نے کہا کہ بھائی! آج دودھ بلا کر بیٹ

پھاڑ دے گی تو پیشانی پر جان بھریں گئے نہیں کہ میں نے تو

دودھ نہیں بھیجا چوہدری جی کہنے لگے کہ بھئی لایا تھا مجھ سے

پوچھا گیا تو میں نے کہا کہ مجھے کیا معلوم، بھئی نے دیا تھا

آپ کے لیے۔ بہر طور چوہدری جی سمجھ کر غلطی سے بھئی نے دے

گئیں اور پیشانی پر تو معلوم نہ ہو سکا لیکن دوسرے دن بھئی نے

نے دانت پیستے ہوئے مجھ سے کہا کہ وہ دودھ تو میرے لیے تھا

بات سمجھ کر میں نہیں آئی تھی۔ میں پھلا کہاں دودھ کا عاری

تھا لیکن بھئی نے شام کو جب دودھ کا گلاس لے کر آئیں تو

مجھ سے کہنے لگیں کہ یہ میرے لیے ہے دودھ کسے اچھا نہیں لگتا

جی۔ میں نے کہا اور اس کے بعد دہلی جی میرا دودھ بندھ گیا

میں دودھ دہلی کی کر ساندھ ہونا رہا۔ اور بھئی نے مجھے دیکھ کر

کر مسکراتی رہیں ایک بار کھینچوں میں مل گئیں تو میرے پاس

آگئیں میں کھینچوں سے گرد ہاتھ کھینچنے لگی کہ دھوپ میں

کہاں مارا مارا پھر ہا ہوں پھر وہ مجھے لے کر ایک سایہ دار درخت

کے نیچے پہنچ گئیں اور مجھ سے ایسی دیکھی بائیں کرنے لگیں۔

”ایسی دیکھی۔“

صاحب ویسے بھی، ہم سے بہت خوش تھے۔ چونکہ ہم چوکام

کرتے تھے بڑی محنت سے کرتے تھے۔“

”یہ بات تو میں جانتی ہوں تو اپنا کام بڑی محنت سے

کرتا ہے حالانکہ یہی کام جو تو تھوڑی سی دیر میں کر کے رکھ دیتا

ہے دوسرے ملازم پورا پورا دن لگا کر کیا کرتے تھے۔ اور اس

طرح وہ ادنیٰ کارکردگی بناتے تھے۔“

”نہیں جی۔ یہ جو کام آپ نے ہمیں دیا ہے یہ ہمارے

رائے نہیں ہے۔ مالی میں گھاس نہیں کاٹنے دینا چوہدری

چوہدری نہیں کرنے دیتا اس سب کا خیال تھا کہ ہم سب کچھ

اٹھا کر رکھ دیں گے دہلی جی ایک بات بتا دیتے ہیں ہم

آپ کو جو کام ہم کو بس گے سب جاری کر دیں گے اٹھ کا تو ہمارے

ہاں کوئی گزر نہیں ہے۔“

”بات رام دیال جی کی ہو رہی تھی۔“

”ہاں جی چوہدری تھے چوہدری اپنی بیٹی کے۔“

”اب یہ بات کتنی بار بتائے گا تو؟“

”ہی جی، ہم بس آپ کو ایک بار ہی بتائیں گے اور وہ یہ

ہے کہ چوہدری رام دیال اپنی بیٹی کے چوہدری تھے اور کھیا لگی

تھے۔“

”اور ان کی دھرم پٹنی پیشانی پر تھیں اور بیٹی کو“

”بالکل۔ بالکل جی۔ لیکن یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا دہلی

جی کہ پیشانی پر بھئی سے بڑی ہے بلکہ پیشانی پر سے چارچہ بیٹ

بڑی ہے۔“

”اچھا۔ اچھا دونوں ہم غریبیں۔“

”جی ہاں۔“

”ٹھیک پھر کیا ہوا۔“

”ہونا کیا تھا جی ایک دن بڑی زوردار بارش ہو رہی تھی

دریا میں بھونٹا آئی تھی اور سارے لوگ ڈرے ہوئے تھے ان

تھی کہ کسے کا نام نہ لیتے تھی بس تھوڑی بہت دیر کے لیے تک

جانی تھی اور پھر بھونٹے تھے تھی۔ بھئی بھی کوئی تھی رات کو ہم

کے نیچے سو رہے تھے کہ بجائے کہاں سے بھونٹے ہو رہا پڑی۔“

”کیا؟“ میں چیخ کر بولی۔

”ہاں جی۔ سوتے میں آ کر بھئی تھی ہمیں ہٹا ہی نہ چل

سکا کہ وہ کون سے درخت سے گر گئی ہے۔“

”پھر کیا ہوا؟“ میں نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے

ہوئے کہا۔

”بس جی اچھل پڑے ہم اہم نے بھئی نے سے پچھا کہ

”وہ بھی کہا ہے دہلی جی۔ وہ بھی کہا ہے۔“

”اچھا۔ میں نے دیکھی سے آنکھیں کھلتے ہوئے تھا۔“

”تو اور کہا اس کے مارے ہوئے ہیں۔“

”اور سو تو بہت بڑا عاشق معلوم ہوتا ہے۔“

”نہیں جی۔ بڑے تو نہیں، میں بس کہا بنائیں آپ کو

دراصل قصور ہمارا ہی نہیں تھا۔“

”ہاں ہاں اس کا محتاس کا محتا اور سنا اپنے عشق کے

بارے میں۔“

”بس وہ دہلی جی۔ وہ اپنے چوہدری تھے۔ رام دیال

جانتی ہیں نا آپ نہیں۔“

”کون چوہدری رام دیال۔“

”وہی جی۔ اپنی بیٹی کے کھیا جی تھے اور اچھا آدمی تھے

ہم بہرہ مند دیکھتے تھے غلطی ہماری بھی تو نہ تھی۔“

”اچھا۔ اچھا۔ اپنی بیٹی کے چوہدری رام دیال کے بارے میں

بات کر رہا ہے۔“

”تو اور کہا دہلی جی۔ ہم تو انہی ایک رام دیال کو جانتے

ہیں۔“

”جیل ٹھیک ہے۔ مجھے چوہدری رام دیال جی۔“

”اور ان کی دھرم پٹنی بھی تھیں۔ پیشانی پر جی آپ جانتی

میں نا، ہم بائیں کی بائیں لمبا خدا اور عجیب بات ہے دہلی جی

بہر جان اور کہاں پوڑے مردوں سے شادیاں کر لیتی ہیں

سپتے تو خوشی خوشی شادیاں کر لیتی ہیں۔ بعد میں جیون بھڑائی

رہتی ہیں۔“

”وہ جان۔ اب تو خوف بھی ہونے لگا ہے۔ میں نے

سکرائے ہوئے کہا۔“

”وہ جی ہاں۔ بول بیٹے، میں تو ہم بتا رہے ہیں کہ وہ

اپنی پیشانی پر تھیں اور بھئی تھی۔ بھائی چوہدری رام دیال

کی بیٹی۔“

”وہ اچھا پھر کیا ہوا۔“

”کچھ نہیں، ہمارا چوہدری جی ہم سے بھینسوں کے لیے

عشق کرتے تھے۔“

”تناں کرتے تھے تناں۔“

”ہاں وی وی، بھئی نے جواب دیا۔“

”تو تو چوہدری رام دیال کے ہاں کام کرنا تھا۔“

”ہاں جی چوہدری صاحب سے بڑا آدمی اس میں ہیں

کوئی محتا ہی نہیں کام ملتا تو بس انہی کے ہاں اور چوہدری

”ہاں جی، لیکن اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں بتا سکتے آپ جانتی ہیں کہ ہم بے حیائی پسند نہیں کرتے اگر کرتے تو آپ کا وہ قسم کیے توڑ دیتے جو“

”ارے ہاں ہاں۔ اور کوئی چیز تو نہیں توڑی پھوڑی تو ہے“

”نہیں جی، بہت نہیں بڑی آپ نے ڈانٹ جو دیا تھا“

”خیر خیر چھوڑ آگے بول پھر کیا ہوا۔؟“

”پھر ایک عجیب بات ہوئی جی“

”کیا ہوا؟“

”ایک دن پشپاؤنی دلی جی نے ہمیں چھپا کر مٹھا دی“

”کس نے؟“

”پشپاؤنی جی ہماری مالک نے“

”مٹھا۔؟“

”ہاں جی، اور کچھ نہیں کہہ سکتی کو بتانا نہیں ہم کسے کرنا جی نے فطرت کی ہے اور کسی کی مٹھاں چھادی ہے ہمیں کیا ضرورت پڑی مٹھی مٹھاں کھانی اور عیش کیے لیکن اس کے بعد پشپاؤنی کی طرف سے بھی ہمیں بہت ساری چیزیں مل گئیں اور مٹی رہیں جو بی دودھ کا گلاس لے کر آتی تھیں اور پشپاؤنی جی بھی پیسے دے رہی ہیں کبھی پھل دے رہی ہیں کبھی مٹھاں دے رہی ہیں اور جی بے دودھ کی دودھ نہیں دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکراتے نکلتی تھیں ہم سمجھتے تھے کہ کیا ہمارے سر میں سینک لٹل آئے ہیں جو بے اس طرح ہمیں گھورتی رہتی ہیں اور پھر دیوی جی پشپاؤنی نے بھی ایک دن دی کیا جو پوچھتی ہی لے گیا تھا“

”کیا۔؟“

”نہ جی نہ بس یہیں تک رہنے دیں اس دن تو کبھی بھی نہیں چک رہی تھی۔ لیکن پشپاؤنی جی بس دیوی جی اس سے آگے ہم سے کچھ منت ہو چھپنا ہم کچھ نہیں بتا سکتے کہ ہمیں ہنسی رہی تھی اور اس کی شخصیت، ہر روز بھی کر رہی تھی کچھ کھنڈی دیر تک خاموشی سے کون جھانکے بیٹھا رہا پھر ہمیں لے کہا۔

”بھلا آئی آگے کچھ نہیں بولے گا“

”سوچ سہے ہیں جی کیسے بولیں۔؟ کیسے بولیں“

”نے پریشانی کے عالم میں کہا اور میں اس کی صورت دیکھتی رہی پھر میں نے کہا۔

”اس کے بعد تو وہاں سے نکالا کیوں گیا۔؟“

”وہی تو بتا رہے ہیں جی، ایک طرف جو بی بی ہم پرانی

باہر نکالتے۔؟“

”اور یہ کچھ کتنے دن سے چل رہا ہے۔؟“

”دن تو ہمیں یاد نہیں رہنے چوہدری صاحب بتائیں کتنے دن ہو گئے ہم ان دونوں کے پھر میں بڑے ہوئے ہیں“

”ہوں ٹھیک ہے ٹھیک ہے اب اگر یہ دودھ دے تھے تو دودھ نہ لے لیا اور پشپاؤنی ٹھیک ہے ٹھیک ہے ہر طرح اس کے بعد کیا ہوا یہ تو ہمیں نہیں معلوم دیوی جی، میں ایک دن جب ہم جاگے تو ہم نے دیکھا کہ ہم ہل رہے ہیں“

”ہل رہا ہے“

”ہاں دیوی جی آسمان ہمارے سر پر تھا اور ہم ادھر ادھر ڈول رہے تھے رات کا سہے تھا پتا نہیں ہم کیوں ڈول رہے تھے ہم نے غور کیا تو ہمیں پیلوں کی گھٹیاں بھی سنائی دیں“

”پیلوں کی گھٹیاں۔؟“

”ہاں جی پوری کہانی سننی رہو، بیچ بیچ میں بولتی ہی جارہی ہو، کچھ بڑا مان کر بولا۔

”اچھا اچھا پھر کیا ہوا۔؟“

”جب پیلوں کی گھٹیوں کی آواز ہمارے کانوں میں پڑی تو ہم سوچنے لگے کہ یہ کون سی جگہ ہے اور ہم ہل کیوں رہے ہیں غور سے دیکھا تو ہم بیل گاڑی میں پڑے ہوئے تھے“

”گڈو بری گڈو“

”یہ گڈو کیا ہوتا ہے جی؟“

”نہیں میاں مطلب ہے کہ تو بیل گاڑی میں پڑا تھا“

”ہاں جی۔ اور بیل گاڑی کہیں جا رہی تھی“

”کیا مٹھا تو“

”نہیں جی۔ اکیلے ہوئے تو کوئی بات نہیں تھی چوہدری صاحب بھی تھے بیل گاڑی پر“

”اوہو ٹھیک پھر کیا ہوا۔؟“

”چوہدری صاحب کو دیکھ کر ہماری آنکھیں اچھی طرح کھل گئیں دیوی جی، ہم نے سوچا کہ یہ چوہدری جی اس وقت ہمیں کہاں لیے جا رہے ہیں اور پھر ہم نے یہ بھی سوچا کہ ہم سوتے سوتے بیل گاڑی میں کیسے پہنچ گئے۔ بہت سی باتیں سوچتے رہے ہمارا دماغ ذرا گھٹس ہے بی بی جی کوئی جواب نہیں دے سکا تو ہم نے چوہدری جی سے پوچھا کہ وہ ہمیں اس وقت کہاں لیے جا رہے ہیں۔ چوہدری ڈانٹ کر بولے کہ ہم خاموش رہے رہیں اب ہم خاموشی بڑے رہے مگر کتنی دیر تک رہتے

چوہدری جی تھے کہ چلے جا رہے تھے اور پھر کسی بسنی میں پہنچ گئے وہ تو بیل گاڑی روک دی اور اس کے بعد ہم سے کہنے لگے۔

”کچھ تو نے میری بڑی خدمت کی ہے تو بہت اچھا لائق ہے لیکن اب تو میرا کچھ چھوڑ دے میں خاموشی سے کچھ دھنوا رہا کہ یہاں لے آیا ہوں تاکہ تو بے ہوش ہو جائے مگر کز وقت سے پہلے ہوش میں آگیا“

”دھنوا رہا کہ جی“ ہم نے خوفزدہ ہوجے میں کہا۔ ”دھنوسے تو موت واقع ہو جاتی ہے“

”ہاں دھنوا رہا کہ جی“

”مگر چوہدری جی۔ دھنوا تو زہر ہوا ہے ہم نے کہا۔

عمران ڈائجسٹ کا سنسنی خیز سلسلہ
اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے

ماضی کی کٹہر

زمانہ قدیم کے ایک نوجوان نے جب نئی دنیا میں آنکھ کھولی تو حیران رہ گیا، دیوی دیوتاؤں کی سازش کے شکار کی لاکھی داستان، وہ اپنے دور کا مانا ہوا بہادر تھا، شروع سے آخر تک حیرت ہی حیرت

مکمل ایک حصہ قیمت روپے 1000 خرچ روپے
منگوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ
۳۷- اردو بازار، کراچی

”سوچو! تو یہی مٹنا کہ تجھے یہ زہر ہلکا کر مار دوں سیکھ
 دل میں، یہ خیال آیا کہ قصہ زہر اٹھیں ہے“
 ”لو جی، جو ہر جی، اتنی خدمت کی ہم نے تمہاری اور
 اس کا صلہ یہی ہے کہ تمہاری جان لینے بہت مل گئے“
 ”جتن تو بے حد ہے وقفے تو نہیں جانتا کہ میرے
 گھر میں کیا ہو رہا ہے میں اپنے آپ کو بدنامی سے بچانا
 چاہتا ہوں“
 ”مگر ہم نے کہا کیا ہے جو ہر جی جی؟“

چاہے کرائے کے ہی کہوں نہ ہوں۔ مہر طور تقویت کا باعث ہونے ہیں کوئی ذرا بھی انٹی سپیڈی ہانٹ کرے خفیہ طور پر اس کے خلاف سب رکچہ ہو سکتا تھا۔

مثلاً اسی دو پہر کی بات جسے واقعہ کے طور پر بیان کرنا غیر مناسب نہیں ہے، دوپہر کے اوقات میرے لیے بڑے بھاری ہو کر تھے، میں تنہائی کے لیے فحاشی اگر آپ نے ان پر بھڑک کر یا پتوں کی شکل زندگی پر سب سے زیادہ ممکن ہوئے، میں دوپہر گریز کرتی اور رات آجاتے اور انسان اپنے پیڑوں میں ہو کر کلا، نظم زندگی آفوش میں پہنچ کر وہی ہو جاتا ہے لیکن رات بھر کی پسینہ اور اس کے بعد دوپہر کو کر کے کی تنہائی میں ہیں آنکارا کس طرح گزارا جائے، لباس کے معاملات میں آپ کو بتانا چاہیے ہوں گے مگر میں کیسے لباس پہننے کی عادت ہے لیکن یہ عادت صرف ان لمحات میں کارگر ہوتی ہے جب میں بالکل تنہا ہوں یا زیادہ سے زیادہ کوئی سنگین مٹری یہ لباس سوچو جو۔

آکھڑا ہوا مٹھا اتفاق ہی تھا کہ رک گیا تھا اور نہ اندھیرے میں
سیدھا بستر پر ہی دوڑا جھلا آنا۔

کہ لوگ بتائیں ایسے آتے ہیں جن کے پاس بے پناہ قوتیں
 چھپتی ہیں۔ شاید وہ ہمارے ارد گرد ہی کہیں ہوتے ہیں اور ہم
 انہیں پہچانتے تک نہیں۔ پراسرار علوم کا ہمارا بھی ایک
 ایسا ہی شخص کی کبھی نہ، ایک تھک چکا خیر کمانی، حکیم
 اصغر علی کی ہونا کہ مرگدشت، قدر قدم تحسین،
 ایک ایسی کمانی جو آپ کے رونے کی طرف کر دے گی،
 ضرور پڑھے، ہر کتب خانہ پر دستیاب ہے،
 براہ راست منگوئے لا پتہ: قیمت ۲۰ روپے (بکھ منے مکمل)



عمران ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
جس کا آپ کو یحییٰ سے نیکظارت تھا

راجکاری

۳ حصے کی کتابی شکل میں شائع ہوئے ہیں

وہ جوان تھی، خوبصورت تھی اور خوبصورتی ترسانی،
رعنائی دلربائی اس کے کنگ انگ میں رچی ہوئی تھی،
راجکاری ایک سبب بھری کہانی،
مہارانی کے خالق نور شہت علی خان کے قلم سے
ایک خوبصورت سلسلہ ضرور پڑھیں،

جسے ہم سے براہ راست منگوانے پر ڈاک خرچ تھا

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

۳۳ مارچ دو بازار — کرچی

بہرے یہ کہہ دینے کا مطلب یہ تھا کہ ذمہ داری رسک محل
جی کی نہیں رہی ہے اور کم از کم اتنے اختیارات ہیں کبھی
رکھتی تھی کسی قسم کا کوئی ناجائز دباؤ قبول کرلے خبر بہ کوئی ایسا
قابل ذکر مسئلہ نہیں تھا۔

کچھ اور وقت گزر گیا اور پھر ایک دن بڑی زندگی کا سب
سے اہم واقعہ پیش آگیا۔ وہ واقعہ جسے آپ سٹین کے توجہ پران
رہ جاہلین گے۔ اور یہ دن صبح آنکھ کھلنے ہی کچھ عجیب سا
دن محسوس ہوا تھا بالکل نئے کڑے کرچے کھنے کے آج روٹنی نہ
ہونے دہیں گے، حالانکہ صبح کے ساڑھے سات بجے بڑی آنکھ
کھلی تھی اور میں نے کھڑکی سے باہر اپنے بہنہ بدہ بھولوں کی جانب
دیکھا تھا لیکن یہ بھول دھند میں ڈھکے ہوئے تھے ایسی
الو کھی دھند تھی کہ اس سے پہلے اس شہر پر ایسی دھند رازی
ہو گی، پھر یہ میرا اندرونی احساس تھا ہوا میں پانی میں ڈوبی
ہوئی چل رہی تھی اور بالوں میں لٹکا ہوا جیسے ابھی جھلک
بڑھیں گے ایسا حسین موسم ذہن کو خائے کیا کیا احساسات محسوس
دہنایا ہے پھر بارش شروع ہو گئی اور ایسی برسی ایسی برسی کہ
جل فصل ہو گئے۔

دفتری کام معطل ہو چکے تھے صرف میرے بلکہ شاید
شہر بھر کے بڑی ہونٹاںک باش تھی اور شروع ہونی پڑنے کا
نام نہیں لے رہی تھی۔ پورا لان بیگ جکا تھا ملازمین اپنے
اپنے کاموں سے فلاح ہوئے میں نے ناشائستہ اور اس کے بعد
ملازموں کو اجازت دے دی کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق وقت
گزاریں آج میرا نہیں بھی جانے کا ارادہ نہیں تھا۔
دن کے دو بجے پہنچ گیا کچھ کے بعد ہر آمد سے میں آٹھ بجے
بارش کا زور ابھی تک نہیں ٹوٹا تھا اور موسلا دھار بارش ہو
رہی تھی۔

موسم کی سنا بہت سے میں نے اپنے لیے شراب منتخب
کی اور اس کے بعد اس کے چھوٹے چھوٹے ٹھونے لینے ہوئے
آسان سے برسی شراب کو دیکھتی تھی بڑی زنگاہ جن پر بڑی
وہ بیٹھے ہوئے دینے کی طرح ایک گوشے میں نظر آیا تھا میں
نے چونکہ اسے آواز دی تو وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا
چونکہ صبح سے کوئی ہر وگرام نہیں بنا تھا اس لیے لباس بھی
بس فی رات والا پہنے ہوئے تھی اور ابھی تک اسے تبدیل
کرنے کی نوبت نہیں تھی، لیکن جیسا کہ ابھی سے پاس پہنچ گیا تو
میں نے غیور میں کہا۔
”بہنہ کیا ہو گیا، بیٹھے ہوئے چوبے کی طرح ایک گوشے

مڑے یعنی رہی۔ وہ پھر سامنے نہیں آیا تھا، البتہ شام کو جب
میں اپنے ہاورے لباس میں نکلی تو لیجن دور سے کھڑا ہوا مجھے
دیکھ رہا تھا میں نے انگلی کے اشارے سے اسے بلایا اور وہ
ہمیشہ کی مانند میرے سامنے سر جھکا کر پہنچ گیا۔
”نمے نے اپنے لیے کوئی سزا تجویز کر لی ہے جن۔؟“
”کوئی اس کا حق نہیں کہا ہے۔“

”کیا مطلب۔؟“
”سزا تو آپ کو دینی ہے بی بی جی۔ ہم اپنی سزا خود کیسے
بتائیں گے۔“
”ہوں اگر میں تجھے ڈوڑی سے نکال دوں تو؟“
”جانا تو نہیں چاہتا جی۔ ہر آپ کمال دہس کی ڈوڑی
بھلا کیسے کہیں گے آپ ہی بتاؤ؟“ اس نے کہا۔
”اچھا۔ اچھا بل باتیں زیادہ بٹلے لگائے جانے لگا دی
گئی۔؟“
”ہاں جی۔ ہم آپ کو خبر کرنے آئے تھے۔“
”تو پھر کیا کیوں نہیں؟“
”بس ایسے ہی میں خیال آگیا ہوتا نہیں آپ نے کہہ دے
بدلے ہوں یا نہ بدلے ہوں۔“

”جو اس بندہ کو جاؤ دیکھو چائے کا بندہ دست، ہوا یا نہیں“
میں نے کہا اور وہ دوڑا چلا گیا۔
بہر طور اس وقت بھی مجھے اس کی بات پر غصہ نہیں آیا
تھا لیکن ذہن میں بس ایک عجیب سی خشک بیدار ہوئی تھی
اور اس خشک نے بالکل ہی معطل کر کے رکھ دیا اس شام
بہر اس ڈنٹ کلب بھی نہیں گئی تھی کوئی اور کام بھی نہیں تھا
رات کو بھی بستر پر جلد ہی پہنچ گئی اور ہر احساسات سے عاری
ہونے کی کوشش کرنے لگی۔

اس کے لیے سخت سادہ سا ہائی ٹاپ کا سہارا لینا ضروری ہو گیا
تھا۔ میں دو تین بیگ لینے کے بعد اہل بنان سے سو گئی۔
دوسرے دن رسک محل جی نے مجھے بتا دیا کہ پیر میں
آئے ہوئے ہیں اور سرکاری طور پر رول کے چند کے بک کرانے
گئے ہیں لیکن وہ لوگ اس مسئلے میں خصوصی رعایت مانگتے
ہیں۔

”آپ کیا چاہتے ہیں رسک محل جی؟“
”بس جی ہونا تو نہیں چاہیے ہر آپ پر ہنسنا ہے کیا کر دے؟“
”بالکل منع کر دیجیے۔ اور کہہ دیجیے ویسے کہ بک کرانیے
لیکن رعایتی بل نہ لگا جائے دیکھ لوں گی۔“ میں نے کہا اور
رسک محل جی مطمئن ہوئے۔

”کیا بکواس کر رہے ہو۔؟“
”بس کہہ دیا آپ کی طرف مزہ نہیں کر دے گی جی؟“
”کیوں۔؟“
”نہیں کر دے گی زبان منٹ کھلاؤ ہر چارے لیجن کر دت
پچے میں بولا۔

”ارے لیجن کیا تو پاگل ہو گیا ہے۔؟“
”ابھی نہیں ہوئے ہیں، بہر ہوا لیجن اسے ہاں کوئی
طریقے کی بات ہے پہلے اپنے کپڑے بدل لو پھر ہم سے بات کرو
ایسے نہیں کر دے گے نہ تمہاری طرف۔“ اس نے کہا اور
میں مستحیاء انداز میں اسے دیکھتی رہی پھر میری نظری
نائی پر گئی اور دفعتاً ہی میرے حلق سے قہقہہ نکل گیا۔
حالانکہ لیجن نے نہ تو میری کبھی اور اس پر ہنسی
ہر میں اپنے ملازمین کو معاف نہیں کرتی تھی لیکن اس کے
پچے اور اس کے الفاظ نے بے اختیار میری ہنسی نکال دی تھی
اور اس کے بعد غصے کا اظہار کسی طور ممکن نہیں تھا۔

”لیجن ڈیر۔“
”صرف لیجن جی۔ ہم لیجن ڈیر دیکھ نہیں ہیں کیا کچھ
آپ؟“
”تم بات تو سنو اور میری طرف منہ کر کے؟“
”کہہ دیا نہیں کر دے گے پہلے کپڑے اچھا بچاؤ اور دھو۔“
”کیوں نہیں کیا تکلیف ہو رہی ہے؟“
”ہو رہی ہے جی، مگر جیسا کہ کوئی چیز ہوتی ہے ارے
آپ کو تو لان ہی نہیں آئی کیا کہیں ہم، سچہ میں نہیں آتا
یہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں آپ نے۔؟“
”لیجن نہیں کیا اپنے کام سے کام نہیں رکھنا چاہیے کہا؟“
میں نے نرم لہجے میں کہا۔

”رکھنا چاہیے۔ بی بی جی، ہر چارے ہیں۔ آپ کپڑے
بدل لینی ہیں بالکل نا۔“ اس نے کہا اور میں اسے آواز دیتی
رہ گئی لیکن وہ باہر نکل گیا تھا سچہ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں
ہنسوں یا غصہ کروں غصہ آ رہا تھا اس کی بات پر لیکن اس
کے انداز میں جو غلوں پایا جاتا تھا وہ بھی سوچنے کے قابل
تھا وہ میرے جسم کو نہیں دیکھنا چاہتا تھا اور مجھے ڈانٹ رہا
تھا کہ لاج وہ شرم بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ یہ الفاظ کھینچے والا
اس ونبائیں کوئی نہیں تھا کوئی بھی نہیں ادا کرکے شخص
نے یہ سب کہہ کہا ہے تو مجھے کیوں میرا دل یہ بات گوارا
نہیں کرتا تھا کہ اسے ڈانٹ دوں برداشت کر لی جس کام کے
پچے اسے بلایا تھا وہ بھول گئی اور شام تک اس کے بچے کے

میں گھڑا ہوا ہے۔
 ”ارے کیا بنائیں ماکن سارے کام کرنے بڑے پس اور
 سے اُدھر پھر نارہا۔“
 ”نو کھڑے کیوں نہیں بدلے۔؟“
 ”بہ سوچ کر نہیں بدلے کہ پھر کوئی کام کرنا پڑا تو دوسرے

بھی چھیک جائیں گے۔“
 ”عجیب بال آؤی ہے۔ نوادھر پیڑ جا، میں نے اس
 سے کہا اور جن میرے اشارے پر اس سمجھ آئے پھر میں
 نے اسے پیٹنے کے لیے کہا تھا یہ آمدے ہی کا گوشہ تھا اور
 لجن کے پیٹنے کے لیے زمین کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا
 اس کی نظر بڑی اور وہ ایک دم جتنا کھڑا ہو گیا۔
 ”جارتے ہیں ہم۔“

”کہاں جا رہا ہے؟“ میں نے اس سے پوچھا۔
 ”میں جا رہے ہیں۔ ہم نے کہا نا ماکن۔ دیکھو ماکن
 بدل لیا کہ ہمارے سامنے ہمیں یہ اچھا نہ لگے ہے۔ میں نے
 جہت سے اپنے لباس کی طرف دیکھا اور پھر لجن کی طرف دیکھ
 کر دفعتاً ہی میرے ذہن میں شرارت کھلنے لگی۔ میں نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”لجن نو میرا ذکر ہے مالک تو نہیں ہے۔“
 ”ذکر تو ہیں نا ماکن، وہ سمجھنے والے انداز میں بولا۔
 ”ہاں پھر تو میرے لباس پر اعتراض کیوں کرتا ہے۔؟“
 ”اس لیے ماکن کہ آپ کے ذکر ہیں۔ لوگ آپ کو دیکھیں
 گے اور اور یہ گھڑے دیکھیں گے تو کیا سوچیں گے کہ لجن کی
 ماکن ہیں؟ ماکن نہ کپڑے بدل لو۔ ورنہ ہم چلے یہاں سے۔“
 ”اچھا، اچھا بدل لوں گی۔ یہ پانی سے نشوونما سی۔“
 ”لک۔ کیا ماکن۔؟“ اس نے شراب کے گلاس کی طرف
 دیکھتے ہوئے کہا۔

”زہر تو نہیں پلا رہی تھی بے بی لے۔“
 ”مگر ماکن یہ ہے کہا۔ کیا دارو ہے۔؟“
 ”تیرا دماغ شراب سے میں دارو ہوں گی۔“
 ”دارو نہیں ہے تو لاؤ دوسے دو آپ کی مہربانی۔“
 ”یہ گرتی بیچنے والے لاڈلہ نہتے ہے رہی کے دیکھ درا آجے گا
 اور لجن نے گلاس میرے ہاتھ سے لے لیا۔ دونوں ہاتھوں سے
 گلاس پکڑ کر اس نے منہ سے لگایا اور ایک ہی سانس میں خالی
 کر گیا۔
 ”ارے دیارے دیار۔ یہ۔ یہ شربت ہے۔ شربت تو بیٹھا ما
 ہووے ہے۔“

”ارے پکڑ گئی کرنے والا نہتہ ایسا ہی ہوتا ہے پس
 نشوونما اور پانی لے رہی ہیں لے کہا اور وہ نہ سمجھنے والے انداز میں
 گردن ہلانے لگا پھر اس نے میرا دبا ہوا دوسرا گلاس بھی معدے
 میں اندر لیا اس کے بعد تیسرا پوچھا اور دبا پڑا پکڑا اسے

دسے کہ میں مسکراتی لگاؤں سے اسے دیکھنے لگی اس کی
 آنکھوں میں ایک وحشتناک جھک اٹھی اور آئی تھی چہرہ پر اس سرخ
 ہو گیا تھا اور ایسا عجیب لگ رہا تھا وہ کہ میں اسے دیکھتی
 ہی رہ گئی۔

”کہو لجن۔ کیسا لگ رہا ہے اب نہیں۔؟“
 ”مگر ماکن۔ پوچھنا نہیں کیوں کان گرم ہو گئے
 ہیں۔ بیچ گرتی بیچنے والی دوا ہی لگ رہی ہے یہ۔“
 اس نے لڑکھائی آواز میں کہا اور پھر آنکھیں موند کر بیٹھ
 گیا۔

”ہوں اب ذرا میرے لباس کی طرف دیکھ کیسا لگ
 رہا ہے تجھے یہ؟“ میں نے بدستور شرارت آمیز چہرے میں کہا اور
 وہ مجھے گھورنے لگا اس کے بعد اس کی آنکھیں بند نہیں
 ہوئی تھیں۔

”لول لباس تبدیل کروں۔“
 ”نہ نہیں مت کر دہی لگ رہی ہو ماکن۔ بہت
 اچھی لگ رہی ہو۔ جھانک کی سو گند۔ وہ قریب آگے آتوں
 کی طرح دیکھنے لگا اور میری ہنسی چھوٹ گئی۔

”بالکل ہی میل ہے تو جنگلی جانور۔“
 ”جنگلی جانور۔ ہاں ماکن ہیں تو ہم جنگلی جانور ہی۔“
 اس نے کہا اور پھر اس نے جو کچھ کیا وہ میرے
 تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا اس نے آگے بڑھ کر مجھے اپنے
 دھنوں کی شاخوں جیسے بازوؤں میں اٹھا لیا اور اندر چل
 پڑا۔

”او بالکل اور گندے بدن نہتہ کیا مار کھائے کیا میرے ہاتھوں
 سے چھوڑ مجھے پڑوں گی؟“ میں نے کہا لیکن لجن نے میرے
 پیڑروم میں لے آیا تھا اس کی اس وحشت سے میں گھبرا
 سی تھی حالانکہ اس سے پہلے بھی کسی مرد سے میرے ذہن
 میں خوف کا تصور نہیں آ سکتا تھا میں سبکدوش مردوں
 اور بھاری تھی لیکن یہ لجن۔ یہ لجن انسان ہونا تو میں اس
 سے خوفزدہ نہ ہوتی اور پھر اس وقت اس کا بدن چلتے لڑے
 کی مانند گرم ہو رہا تھا اس نے مجھے میرے پیڑروم ڈال دیا

بنایا نہ مل نہیں سے گر گیا مختار ہر چوتھی ہے نیز بخاریں
 چھٹک رہا ہے مجھے بھول۔ جی جا با کہ اسے جا کر دیکھوں شاید
 اس شعر کا مفہوم سن گئی تھی میں نہ۔

راز ہنسی راز ہے جب تک کوئی قوم نہ ہو
 کھل کر جاساں دم تو خرم ہے سو کچھ بھی نہیں
 باؤں بھر دیکھ مختار میں چھٹک رہا تھا اور میں اسے
 اٹھوا کر اپنے کمرے میں لے آئی ڈاکو کو بلا دیا اور اس کے بعد
 میرے دل کے وہ برسوں کے کھل گئے جن میں کوئی چیز پھری
 ہوئی تھی وہ چہر جس کے بارے میں میں نے پہلے بھی نہیں
 سوچا تھا کسی اور نے بھی نہ سوچا ہو گا کیونکہ جب میری کوئی
 کے وسیع و عریض لائن ہر ایک خوبصورت رنگا رنگ نظر بہ
 میں لوگ نہ دیکھتے تھے تو میں نے لجن کو اپنے شوہر کی جگہ
 سے پیش کیا ان کے سامنے لیکن اس کی اہلیت میں نے
 اس سے نہیں چھینی تھی۔

وہ خود ہی بنایا ہوا تھا اور نہ خصوصی بنیادیوں کے لیے اس
 نے آنکھوں میں گالوں تک کا محل لگایا ہوا تھا بڑا سا پکڑ
 باندھے ہوئے تھا اور اپنے مخصوص انداز میں تھا میں نے
 اس کا تعارف اپنے معزز مہمانوں سے کر لیا اور ان میں سے
 شاید چند بے ہوش ہوتے ہوتے بچے میں نے ان سے کہا کہ
 یہ ایک تھ ہے ایک ایسا تھ جو میرے لیے پیدا ہوا تھا شاید
 میں اسی کی تلاش میں سرگرداں تھی۔

اب لوگوں کو میرا یہ تھ کس حد تک پسند آیا یا نہ آیا مجھے
 اس کی پروا نہیں تھی اور نہ میں نے اس کے بارے میں
 سوچا لیکن یہ تھ درحقیقت میری زندگی کی اتنی بڑی تبدیلی
 بن گیا کہ میں غور کرتی ہوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا ہوتا اور
 شاید ایک محسوس حقیقت ہے کہ انسان خود اپنے بارے میں
 صحیح فیصلہ نہیں کر پاتا کہ وہ کیا چاہتا ہے فیصلے خود بخود
 سامنے آتے ہیں جیسے لجن۔



عمران ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ ، ۳۷ - اردو بازار کراچی - ۷۲۰۰

فہرست کتب

عمران ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

طوفان ۲ حصوں پر مشتمل مکمل سلسلہ طوفان تھا، اس سے مقابلہ کرنے کی ہمت کسی میں نہ تھی، آخری حیرت انگیز ۵۰ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	کوبرا ۳ حصوں پر مشتمل فقیہ ڈھانے والا ایک پراسرار سلسلہ بیبی کے فٹ پاؤں سے اٹھنے والا طوفان کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	زوال کی تلاش ۳ حصوں پر مشتمل ایک قابل غور اور فکری فتنہ ڈھانے والا پراسرار سلسلہ قتل ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	مہارانی ۳ حصوں پر مشتمل مران ڈائجسٹ کا ایک مقبول سلسلہ ہارانی کا قابل غور اور فکری سماجی، چمارن کی داستان قیمت ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے
ایئر ہوشنس ۳ حصوں پر مشتمل اویٹا سلسلہ ایک حیرت انگیز داستان، ایک نئی زندگی پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	پراسرار علوم کا مہر ۳ حصوں پر مشتمل پراسرار شعل کی داستان اس کی اپنی زبان سے، حصہ اول ۲۵ روپے، حصہ دوم ۲۵ روپے، مکمل سیٹ ۶۵ روپے	ایسیرا ۴ حصوں پر مشتمل مکمل سلسلہ کی واقعاتی ایسیرا، آخر کو بھی کیا بھی مرے تھکے گا رکھا تھا اس کی کیا کئی کھلائے ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	سلاہو ۴ حصوں پر مشتمل انگریز واقعات سے پر ایک عجیب و غریب سلسلہ ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے
پراسرار قوتوں کی مہر ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	چمپ کلی ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	مہاراجہ ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	راجکمار ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے
سیاہ نیولا ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	وحشی ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	اس کا سایہ ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	سلاسیہ ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے
صمورالہ ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	ماضی کے خزیرے ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	ترسول کنڈی داسی ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے	بانگمرو ۴ حصوں پر مشتمل ایک نئی دنیا کا مہر ۲۵ روپے فی حصہ ۲۵ روپے مکمل سیٹ ۵۰ روپے
حیرت انگیز کہانیاں ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے	فی تیرکا ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے	جلا وطن ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے	مانی کی کہن ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے
انسانوں کے سوداگر ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے	کٹاری ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے	موت کے پیامبر ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے	سنہری آفت ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے
پیسا ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے	گوندنی ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے	ترکش ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے	شیطانوں کا شہر ۵۰ حقیر حیرت انگیز کہانیاں کا مجموعہ، ایک ایک کہانی حیرت میں ڈال دے گی، حیرت انگیز کتاب ۲۵ روپے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، ۳۷ - اردو بازار راکھوہ ۷۲۲۰۰